مخزن فیضان

یعنی

ملفوظات شریف اردو

[illegible]

مترجم

[illegible]

ناشر

[illegible]

[illegible]



روضہ مبارکہ۔ مسجد درگاہ شریف

وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا

مخزنِ فیضان

یعنی

ملفوظات شریف اردو

امام الاولیاء حضرت پیر سائیں روزہ دھنی قدس سرہ

مترجم

علامہ الحاج الحکیم ابوالحسان محمد رمضان علی قادری

معہ

تاریخ خاندان عالیہ راشدیہ پیرانِ پاگارا

ناشر

جمعیت علمائے سکندریہ درگاہ شریف پیر جو گوٹھ خیرپور سندھ

نام کتاب :- **مخزنِ فیضان**

53139

ملفوظاتِ شیخ المشائخ سید محمد راشد روزہ دھنی قدس سرہ العزیز

تلخیص و ترجمہ

حکیم علامہ ابوالحسان محمد رمضان صاحب قادری مدظلہ

مؤرخ :- مولانا علامہ الحاج مفتی ابوالفضل محمد عبدالرحیم صاحب

اھتمام:

مولانا الحاج محمد منشاء تابش قصوری

تعداد :- ایک ہزار ۱۰۰۰

طباعت بار اول ۱۴۰۸ھ / ۱۹۸۸ء

طابع، ناشر:

جمعیتِ علمائے سکندریہ، جامعہ راشدیہ، پیر جو گوٹھ (خیرپور، سندھ)

ملنے کے پتے

(۱): شرکۃ قادریہ: قادری یونانی دواخانہ، سنجھورو ضلع سانگھڑ (سندھ)

(۲): مدرسہ صبغۃ الھدیٰ :- نیو کالونی۔۔ شاہ پور۔۔ چاکر (سندھ)

(۳): مکتبہ اشرفیہ :- مریدکے، ضلع شیخوپورہ، (پنجاب)

(۴): حنفیہ پاک پبلیکیشنز :- دکان نمبر ۴ شہید مسجد نزد حبیب بنک، کھارادر کراچی نمبر ۲

(۵): مکتبہ قادریہ :- جامعہ نظامیہ رضویہ لوہاری دروازہ لاہور نمبر ۸

نشانِ منزل

نحمدہٗ ونصلّی ونسلّم علیٰ حبیبہ الکریم

کتاب اللہ اور احادیثِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعد اولیائے کاملین کے ملفوظاتِ مبارکہ کو جو اہمیّت وعظمت حاصل ہے وہ اہلِ سنّت سے پوشیدہ نہیں، یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ صحبتِ صالح میسّر نہ ہونے کی صورت، مرشد ارشد یا ولیٔ کامل کے وہبی ولدنی ملفوظات کا مطالعہ قلبِ علیل کا درماں اور راہِ مستقیم کا نشان بنتا ہے۔

برصغیر پاک وہند خصوصاً سندھ میں تیرھویں صدی ہجری کے مجدد، طریقۂ قادریہ کے قطب الاقطاب حضرت پیر سائیں روزہ دھنی قدس سرّہٗ نے حضور پرنور سیّد عالم نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم وسنّت کا عملی نمونہ بن کر اور طریقۂ قادریہ کی مشعل نورانی فروزاں کرکے ملّت اسلامیہ اور امت مرحومہ کی جو رہبری فرمائی وہ مثالی اور نمایاں مقام کی حامل ہے۔

شیخ المشائخ حضرت پیر سائیں علیہ الرحمۃ کی ذات ستودہ صفات قطعاً محتاج تعارف نہیں ہے۔ آپ کے فیوض و برکات اور نورانی تعلیم سے خاص وعام کو آراستہ کرنے کے لیئے آپ کے دو باکمال خلفاء نے حضرت کے ملفوظاتِ مبارکہ اور ارشاداتِ عالیہ کو فارسی میں قلمبند کیا۔ یعنی مرحوم خلیفہ محمود فقیر نظامانی ساکن دیھ کڑیہ گھنور ضلع بدین سندھ اور مرحوم خلیفہ محمد حسین مہیسر ساکن بھاگ ناڑی (بلوچستان)، بیشک صاحبِ ملفوظات کے اکثر مریدین وعقیدتمندوں

کا تعلق سندھ سے ہے اور ان کی زبان بھی سندھی ہے مگر ملفوظات شریف کو فارسی زبان میں اس لیئے تحریر کیا گیا کہ وہ مغلیہ حکومت کا دور تھا اور اس وقت فارسی کو سرکاری و قومی زبان کا درجہ حاصل تھا. علماء اور دیگر صاحبان قلم اپنے علمی شہ پاروں کو اکثر و بیشتر فارسی میں رقم کرتے تھے۔ چنانچہ اسی طرزِ نگارش کے پیشِ نظر ان حضرات نے ملفوظات مبارکہ فارسی میں مرتب کیئے، خلیفہ محمد حسین کے مسودہ کو مختصر ہونے کی وجہ سے ملفوظاتِ صغیر کہا جاتا ہے. جو ابھی تک غیر مطبوعہ ہے، ان کی یہ خصوصیت ہے کہ حضرت پیر سائیں قدس سرہ نے خلیفہ مرحوم سے خود سماعت فرمایا؛

خلیفہ محمود فقیر کا قلمی مسودہ، مقدمہ اور سولہ ابواب پر مشتمل نہایت ضخیم ہے ملکی حالات اور دیگر مشکلات کی وجہ سے دوسری انمول کتب کی طرح یہ مسودہ بھی زیورِ طباعت سے آراستہ نہ ہو سکا، یہاں تک کہ سندھ کے ممتاز عالم و بزرگ حضرت علامہ مفتی محمد قاسم شوری صاحب مدظلہٗ نے ملفوظاتِ عالیہ کے مطالعہ سے اپنی روحانی کامیابی اور تجربہ کے بعد ان پوشیدہ جواہرات کو ظاہر کرنے اور سربند مشک کو کھول کر خاص و عام کے سامنے رکھنے کا عزم فرمایا اور ان گرانمایہ فارسی ملفوظات شریف کا سندھی میں ترجمہ شائع کرنے کا اہتمام کیا۔

موصوف نے سولہ میں سے چار باب تین جلدوں میں چھپوائے،

اسی دوران درگاہِ عالیہ سے منسلک مدرسہ جامعہ راشدیہ کے فارغ التحصیل علماء کرام نے جمعیت علماء سکندریہ کے نام سے ایک تبلیغی تنظیم قائم کی. جو مرشدی و مولائی حضرت قبلہ پیر سائیں پاگارہ دامت برکاتہم

کے عرفی نام (سکندر علی) سے منسوب ہے۔ جمعیت نے علامہ مشوری صاحب کی اجازت سے ملفوظات شریف کے باقی بارہ ابواب کا سندھی میں ترجمہ کر کے چھ حصوں میں چھپوا کر مکمل کیا اور یہ ترجمہ جمعیت کے ایک فاضل مفتی دُرمحمد صاحب نے کیا۔ ملفوظات شریف سندھی کا دوسرا ایڈیشن بھی شائع ہو چکا ہے، چونکہ سندھ، پنجاب، بلوچستان اور بھارت میں درگاہ عالیہ پیرانِ پاگارہ سے عقیدت رکھنے والا وسیع حلقہ اردو دان بھی ہے نیز پاکستان کے دیگر اردو خواں بھائیوں کا بھی ہم پر حق تھا کہ ان تک تصوف کا یہ شاہکار تحفہ پہنچایا جائے۔ لہٰذا ہمارے کرم فرما اور مخلص مولٰنا ابوالحسان حکیم محمد رمضان علی قادری نے ہماری اس ضرورت کے پیش نظر ملفوظاتِ مبارکہ کی اردو میں تلخیص کر کے اہم کارنامہ انجام دیا، ترجمہ نہایت آسان، عام فہم اور ایمان افروز ہے ہم ان کے ممنون احسان ہیں کہ انہوں نے ہماری آرزو کی تکمیل فرمائی مولٰنا محمد منشا تابش قصوری کے لیے بھی دعاگو ہیں کہ موصوف نے کتابت و طباعت کی نگرانی میں ہمارا ساتھ دیا اور دیگر جملہ معاونین کا بھی شکریہ ادا کرتے ہوئے دست بہ دعا ہیں کہ مولیٰ تعالیٰ ہم سب کو حضور سید المرسلین اور اولیائے کاملین کے طفیل دارین کی کامرانیوں سے بہرہ ور فرمائے۔

آمین

فقیر قربان علی سکندری

ناظم اعلیٰ: جمعیت علماء سکندریہ

۱۶ر اکتوبر ۱۹۸۷ء

لوح محفوظ ست پیشِ اولیاء   از چہ محفوظ ست محفوظ از خطا
لوح محفوظ اولیاء اللہ کی نظروں کے سامنے ہے اور وہ لوح محفوظ ایسا ہے جو ہر غلطی سے محفوظ ہے
———
ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا   گو نشیند در حضورِ اولیاء
جو شخص خدا تعالیٰ کی ہم نشینی چاہتا ہے، اس سے کہہ دو اولیاء اللہ کے حضور میں بیٹھا کرے
———
صحبتِ صالح ترا صالح کند   صحبتِ طالح ترا طالح کند
اچھے کی صحبت تجھے اچھا بنا دے گی   بُرے کی صحبت تجھے برا بنا دے گی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علیٰ حبیبہ الکریم

پیش لفظ

سلیم

الفقیر الی الرحمٰن ابو الحسان حاجی حکیم محمد رمضان علی قادری قریشی غفرلہٗ خطیب جامع مسجد غوثیہ سنجھورو (سندھ) برادران اسلام، غلامان اولیاء کرام کی خدمت میں عرض پرداز ہے کہ اولیائے امت کا وجود امت مرحومہ کے لیے اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتوں میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان نفوس قدسیہ کو اپنی دوستی و ولایت سے مخصوص کرکے اپنے ملک کا والی بنایا ہے اور ان کے احوال کو برگزیدہ کرکے اپنے فعل و اظہار کا مرکز بنایا ہے۔ یہ حضرات اللہ تعالیٰ کے محبوب مکرم نور مجسم، رحمت دو عالم، سید الاولین والآخرین، خاتم النبیین رحمۃ للعالمین سیدنا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم اجمعین کی عظمت کا نشان ہیں۔ اور ان کے معجزات کی دلیل ہیں۔ براہین نبوت کے اظہار کا سبب ہیں تاکہ آیات حق اور حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کے دلائل ہمیشہ ظاہر ہوتے رہیں۔ اولیاء کرام شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے امین ہیں۔ مخلوق خدا تک احکام خدا و رسول خدا علیہ التحیۃ والتسلیم

کے پہنچنے کا ذریعہ و وسیلہ ہیں۔ بزرگانِ امت، شریعتِ حقہ سے لوگوں کو روشناس کرتے ہیں۔ اسرار و رموزِ ظاہری و باطنی سے آگاہی بخشتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوض و برکات سے فیضیاب و مالامال فرماتے ہیں۔ لوگوں کی ظاہری حالت کو سدھارتے اور ان کے باطن کو سنوارتے ہیں۔ اپنے متوسلین کو عرفانِ نفس، عرفانِ شیخ اور عرفانِ حقیقتِ محمدیہ کی منازل طے کرا کر عرفانِ الٰہی کی منزلِ مقصود تک پہنچا دیتے ہیں۔

انہی کے قدموں کی برکت سے بارش برستی ہے۔ زمین میں جو کچھ اُگتا ہے وہ انہی کی برکت اور انہی کے احوال کی خوشحالی کی بدولت پیدا ہوتا ہے۔ کافروں پر فتحیابی انہی کے ارادے سے حاصل ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ انہی پاک ہستیوں کے دم قدم کے طفیل زمین و آسمان قائم ہیں۔

ان سے محبت رکھنا اللہ و رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنے کی دلیل ہے۔ ان کی مجلس میں حاضری دربارِ خداوندی کی حاضری ہے۔ ان سے دور رہنا اللہ سے دوری ہے۔ ان سے عداوت رکھنا، ان کی مخالفت کرنا، اللہ تعالیٰ سے جنگ مول لینے کے مترادف ہے۔ ان کی غلامی اختیار کرنے والا ان سے نسبت رکھنے والا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں سے محروم نہیں رہتا۔ اس کا انجام بخیر ہوتا ہے۔ روزِ محشر انہی کے ساتھ اس کا حشر ہوگا۔ اور جنت الفردوس میں انہی برگزیدہ نفوسِ قدسیہ کی معیت میں رہے گا۔ یہ جملہ امور قرآن و حدیث سے بالبداہت ثابت ہیں۔ یہ وہ حقائق ہیں جن میں کسی صحیح العقیدہ مسلمان کو شک کرنے کی قطعاً گنجائش نہیں ہے

فالحمد للہ علی ذالک والصلوٰۃ والسلام علی حبیبہ سیدنا **محمد** وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ اجمعین۔

تمام علمائے حق و بزرگان سلف و خلف اس بات پر متفق ہیں کہ اولیاء حق کا کلام برحق ہے۔ قرآن مجید و حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد اولیاء اللہ کے اقوال و ملفوظات مبارکہ کو دیگر تمام علوم پر فوقیت و اوّلیت حاصل ہے۔ ان کا کلام علم لدنی اور عالم اعیان سے ہوتا ہے۔ ان کی زبان حق کی ترجمان ہوتی ہے۔ ان کے منہ سے جو الفاظ نکلتے ہیں وہ سراسر اسرار الٰہی اور الہام کا ثمرہ ہوتے ہیں۔ ان کا علم وہبی ہوتا ہے نہ کہ کسبی۔

علمائے ظاہر کا علم کسبی اور کتب کی تعلیم و تکرار اور ظاہری افہام و تفہیم پر مبنی ہوتا ہے۔ پس علمائے ظاہر جو کچھ کہتے ہیں کتابوں میں سے پڑھ کر کہتے ہیں مگر اولیاء اللہ جو کچھ کہتے ہیں الہام الٰہی سے مشاہدہ کی بنا پر کہتے ہیں۔ اس لئے مسلمانوں کو لازم ہے کہ وہ اولیائے کاملین کی صحبت اختیار کریں۔ اور اگر کسی وجہ سے ان کی حضوری حاصل نہ ہو تو تلاوتِ قرآن مجید و مطالعۂ حدیث شریف کیساتھ ساتھ اقوال و ملفوظاتِ اولیاء اللہ کا مطالعہ کرتے رہیں تاکہ ان کے فیوض و برکات سے بہرہ ور رہیں۔ اس لئے ان کے ملفوظات مبارکہ فیوض و برکات کا خزینہ ہیں ان کا کلام خاص تاثیر رکھتا ہے۔ ان کا کلام امراض روحانی کو شفا اور قلوبِ زنگ آلود کو جلا بخشتا ہے۔ ان کے ارشادات کی روشنی میں راہِ سلوک واضح اور آسان ہو جاتی ہے۔ اور اس راہ میں حائل تمام مشکلات حل اور جملہ روکاوٹیں دُور ہو جاتی ہیں۔

فقیر راقم الحروف کی یہ خوش قسمتی ہے کہ کچھ عرصہ قبل میرے انتہائی کرم فرما اور مخلص دوست حضرت مفتی محمد عبدالرحیم صاحب سکندری سلمہ اللہ نے حضرت شیخ المشائخ سید محمد راشد الملقب بہ پیر سائیں روضے دھنی قدسنا اللہ باسرارہ العزیز کے ملفوظات شریفہ کی تلخیص و ترجمہ بہ زبان اردو کرنے

کی فرمایش کی تاکہ اردو داں حضرات بھی اس گنجینہ فیوض و برکات سے بہرہ ور اور تشنہ کامان طریقت و حقیقت اس بحر کرامت سے سیراب ہوسکیں۔

فقیر نے ان کی فرمایش کو جوش عقیدت میں بکمال مسرت پایۂ تکمیل تک پہنچانے کا وعدہ کر تو لیا، لیکن جب کاغذ قلم سنبھال کر اس مہتم بالشان کام کا آغاز کیا تو اس وقت یہ اندازہ ہوا کہ یہ کام کس قدر مشکل اور یہ مہم کتنی بھاری ہے۔ بقول حافظ شیرازی علیہ الرحمۃ ع

کہ عشق آسان نمود اوّل ولے افتاد مشکلہا

اصحاب علم و دانش بخوبی جانتے ہیں کہ ایک زبان سے کسی مضمون کو دوسری زبان میں اس طور پر منتقل کرنا کہ اصل مضمون کی سلاست، نفاست لطافت کو ٹھیس تک نہ پہنچے۔ کتنا دشوار کام ہے۔ یہ کام بہ طریق احسن وہی شخص کرسکتا ہے جسے ان دونوں زبانوں پر بخوبی عبور حاصل ہو۔ اس میں مہارت تامہ رکھتا ہو۔ اور مضمون کی نوعیت، گہرائی اور اس کے رموز و نکات و مصطلحات سے بھی باخبر ہو۔

بالخصوص اس وقت تو یہ کام اور بھی زیادہ مشکل ہوجاتا ہے جبکہ صاحب مضمون ہر لحاظ سے انتہائی بلند مقام پر فائز بھی ہو۔ چنانچہ فقیر جب مجمع فیوضات یعنی ملفوظات حضرت پیر سائیں روزہ دھنی، قدسنا اللہ باسرارہ العزیز کی تلخیص و ترجمہ کرنے بیٹھا تو خود کو ہر لحاظ سے کمتر اور بے بس پایا۔ اس لئے کہ ایک عظیم ولی اللہ۔ عالی مرتبت روحانی پیشوا اور عارف باللہ کے عارفانہ الہامی کلام کو سمجھنے اور سمجھ کر سندھی زبان سے اردو زبان میں منتقل کرنے کے لیے جو قابلیت درکار ہے راقم الحروف اس سے یکسر عاری تھا۔

تاہم چونکہ فقیر، غلامِ غلامانِ اولیاء اور علماء و مشائخ کا کفش بردار ہے نیز عرصہ تقریباً تیس ۳۰ سال سے حضرت پیر سائیں روزہ دھنی علیہ الرحمتہ سے بھی بطریق اویسیاں منتسب، متعلق، اور مستفید و مستفیض ہے۔ ان کے آستانہ عالیہ پر متعدد مرتبہ حاضر ہو کر ان کی تجلیاتِ ولایت اور فیوض و برکات کا مشاہدہ کر چکا ہے۔ اپنے سر پہ ان کا سایہ عاطفت و دستِ شفقت مستقلاً موجود دیکھ رہا ہے۔ ان کے ملفوظات مبارکہ کا از اوّل تا آخر متعدد مرتبہ بہ نظرِ غائر مطالعہ کر کے اپنے قلب و نظر کو مصفےٰ و مجلا کر لینے کی پیہم کوشش کرتا چلا آ رہا ہے۔ ہر جمعہ کے وعظ میں ایک یا دو ملفوظ بالالتزام پڑھ کر سنانے کو معمول بنائے ہوئے ہے۔ اس لیے ضمیر نے اجازت نہ دی کہ اس متبرک اور انتہائی مفید کام سے پہلو تہی کر لوں۔ اندر سے ندا آئی۔ هَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَان۔؟

اپنے محسن و مشفق و مربّی کے احسانات کو فراموش نہ کر۔ جو کچھ بھی بن پڑے ٹوٹی پھوٹی ہی سہی۔ اپنی سی کوشش کر گذر۔!

فقیر نے السعی منی والاتمام من اللہ کہہ کر توکلاً علی اللہ، تلخیص و ترجمہ کا آغاز کر دیا۔ اور بفضلہٖ تعالیٰ ثم بفضل رسولہ الاعلےٰ صلے اللہ علیہ وسلم مرشد و مربّی پیر سائیں روزہ دھنی علیہ الرحمتہ کی توجہ خاص کی بدولت یہ مہتم بالشان کام چند ماہ میں پایۂ تکمیل تک پہنچ گیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

فقیر کی یہ کوشش کہاں تک کامیاب رہی ؟ یہ صاحبانِ علم و نظر ہی بتا سکیں گے۔ بہرحال فقیر دست بدعا ہے کہ اللہ جل شانہٗ فقیر کی اس کوششِ حقیر کو مقبول و مشکور فرمائے اور فقیر پُر تقصیر کی نجاتِ اُخروی کا ذریعہ بنا دے۔ نیز قارئین کے لیے بھی باعث اصلاح ظاہری و

باطنی اور دنیا و آخرت میں کامیابی و سرخروئی کا باعث ہو۔ آمین۔ یارب العالمین بحرمتہ رحمتہ للعلمین صلے اللہ علیہ وسلم

پیر سائیں روزہ دھنی علیہ الرحمتہ تاحیات، سنّت رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی مکمل متابعت میں ثابت قدم رہے۔ آپ ان گمراہ پیروں فقیروں کی سخت تردید کرتے تھے جو یہ سمجھتے اور کہتے ہیں کہ شریعت و طریقت باہم مخالف و متصادم ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ۔

"آج کے موحدین کی حالت پر ہمیں تعجب آتا ہے جو ظاہری عبادت میں سستی، کاہلی اختیار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت (نماز، روزہ وغیرہ) میں ان کا دل نہیں لگتا۔ اگر یہ لوگ واقعی موحد ہوتے تو ان کا یہ حال ہرگز نہ ہوتا کیونکہ سچے موحد کو (عبادت کے) کسی بھی کام میں گرانی اور پریشانی نہیں ہوا کرتی۔ پس یہ (پیری فقیری کے دعویدار) جو ظاہری عبادت سے تنگ ہو جاتے ہیں۔ ان کو کیا کہا جائے؟ شاید کہ یہ موحد نہیں بلکہ یہ لوگ مُلحد ہیں"

(ملفوظات ص۱۴۸ حصہ اوّل)

آپ دینی و دنیاوی تمام امور میں احکام شریعت کو پیش نظر رکھتے تھے۔ ان کی ہمیشہ یہی کوشش رہتی کہ کوئی بھی چھوٹا بڑا کام سنّتِ نبوی کے خلاف نہ ہو۔ ہر معاملے میں شریعت مطہرہ کے مطابق عمل کرنے کو دینوی و اُخروی کامیابی کے لیے لازم قرار دیتے تھے۔ ایک موقعہ پر آپ نے ارشاد فرمایا "اہلِ ظاہر، شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت کی یوں مثال دیا کرتے ہیں کہ۔ شریعت پاجامہ کے مانند ہے۔ طریقت کُرتہ کے مثال، حقیقت بمنزلہ چادر کے ہے اور

معرفت پگڑی کی طرح ہے۔ اس کے بعد آپ نے (بطور محاکمہ) فرمایا۔
ہمارا مذہب اور طریقہ یہ ہے کہ "شریعت" جسے اہل ظاہر پاجامہ قرار دیتے ہیں۔ یہ ہمارے لئے بمنزلہ دستار اور سر کا تاج ہے۔

ملفوظات ص۳۶ ج اول

آپ خلاف شرع اور سنت کے تارک (جعلی پیروں فقیروں) کی خلاف حقیقت حرکات پر انتہائی رنج و افسوس کا اظہار کرتے ہوئے بڑے دکھ کے ساتھ ارشاد فرماتے ہیں۔

"تعجب کا مقام ہے کہ یہ (نام نہاد) بزرگ، اگرچہ ظاہری علم اور متابعت سنت سے واقف (تو) ہیں لیکن اس کے باوجود مسنون کاموں کے نزدیک نہیں جاتے۔ رسوم کی اتباع انہیں سنت نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی اتباع سے محروم کئے ہوئے ہے۔ حالانکہ یہ ایک سچی حقیقت ہے کہ ہر دو جہان میں کامیابی و سرخروئی کا حصول متابعت (سنت) کے بغیر محال ہے۔"

ملفوظات ص۸۸ ج اول

آپ کے ملفوظات مبارکہ کے مطالعے سے یہ امر روز روشن کی واضح ہوتا ہے کہ آپ اگر علوم کتابی و اکتسابی کے لحاظ سے ایک عالم متبحر تھے تو علوم باطنی، وہبی و الہامی کے بھی بحر ناپیدا کنار تھے۔ آپ کا مطالعہ بےحد وسیع تھا۔ آپ کی فکر و نظر انتہائی دقیق اور باطنی علوم کی گہرائیوں اور تمام تر نزاکتوں سے حیران کن حد تک واقفیت رکھتے تھے۔ شریعت، طریقت، حقیقت و معرفت کے باریک سے باریک تر مسائل بلا توقف و تردد چشم زدن میں حل فرمایا کرتے تھے۔ المختصر، آپ کی ذات

بابرکات. مجمع محاسن اور مجمع کمالات تھی۔ آپ بلامبالغہ۔ العلماء ورثۃ الانبیاء کے مصداق تھے۔ اپنے وقت کے قطب الارشاد تھے۔ لاکھوں بگڑے ہوئے آپ کے وعظ و تلقین سے سدھر گئے۔ راہ راست پر آگئے لاکھوں آپ کے باطنی علوم سے فیضیاب ہوئے۔ اور بہت سے آپ کی نظر کیمیا اثر سے ولایت کے اعلیٰ مقامات پر فائز ہو گئے۔ آپ خاندان عالیہ راشدیہ کے بانی ہیں جس خاندان کے فیوض و برکات سے ہنوز لاکھوں طالبان حق مستفید و مستفیض ہو رہے ہیں جس خاندان نے دین اسلام اور ملک و ملت کی سربلندی کی خاطر بیش بہا جانی اور مالی قربانیاں دی ہیں۔

یہی وہ عالیمرتبت خاندان ہے جو از اول تا آخر حق کی حمایت میں کمربستہ اور باطل کے سامنے سینہ سپر رہا ہے۔ فقیر اللہ جل شانہ، کا بیحد شکر گذار ہے کہ جس نے اس عظیم خاندان کے بانی حضرت قطب الارشاد پیر سائیں روزہ دھنی قدسنا اللہ باسرارہ العزیز کے نورانی ملفوظات مبارک کی تلخیص و ترجمہ کرنے کی سعادت نصیب فرمائی اور اس مبارک لیکن انتہائی نازک خدمت سے عہدہ برآ ہونے کی توفیق مرحمت فرمائی۔ فالحمد للہ علیٰ احسانہ

فقیر، ابوالحسان قادری غفرلہٗ

(سنجھورو سندھ)

مورخہ ۲۷ رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ

30-07-81

فہرست مضامین

نشانِ منزل ۳
پیش لفظ ۷
صفات میں ذات کا مشاہدہ ۲۷
یہ جہان، عالمِ کثرت سراسر وہم اور خیالِ محض ہے ۲۷
عبادات سے جی چرانے والے ملحد ہیں ۲۸
یہ بھی محبوب سے محبت کی کمی ہے ۲۹
نفی و اثبات ۲۹
سارا جہاں مظہرِ حق ہے ۳۰
مومن اور کافر کے دیدارِ الٰہی میں فرق ۳۰
انکو زنجیروں میں باندھ کر جنت میں لے جاؤ ۳۱
کثرت میں وحدت کا مشاہدہ ۳۲
اپنی نفی کر اثبات نہ کر ۳۲
عارف کی ایک سانس ۳۳
عارف معترف ۳۳
اپنے وجود میں بھی ہمہ اوست دیکھو ۳۴
دو نہ کر ایک کر ۳۶
یہ اہلِ ظاہر کو کیا ہوا ۳۶
درخت کا سائے کو جواب ۳۷
ہر جگہ اللہ تعالےٰ ہی ہے ۳۸
دورنگی چھوڑ کر یک رنگ ہو جا ۳۹
حدیث قدسی فنا و بقا ۳۹
تو ہی تو ہے ۴۰
ہمہ اوست ۴۰
ہمارے ہاں اللہ کا راستہ ایک قدم ہے ۴۱
وہی وہ دکھائی دیتا ہے ۴۱
اس درخت ہی کو جڑ سے اکھاڑ دیا جائے ۴۳
ہر صورت میں یار کا جلوہ ۴۳
موجود اشیاء حادث ہیں اور قدیم بھی ۴۴
فکر اور حیرانی ۴۴
فرش والے عرش پر اور عرش ۴۴
والے فرش پر ڈھونڈتے ہیں ۴۴
کنتُ کنزاً مخفیاً کی تشریح ۴۵
عزرائیل دوست کو دوست سے ملاتا ہے ۴۷
دائرۂ امن ۴۸
اپنی کمالیت اور فیض کو اللہ کے سپرد کر دے ۵۱
بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش ۵۱
حقیقت توحید ۵۲
اربعہ عناصر سے نظر کو اٹھا ۵۲

تماشہ دیکھ رہا ہے ۵۴
مشاہدۂ وحدت ۵۴
وحدتِ شہودی اور وحدتِ وجودی ۵۵
اللہ تعالٰے ہر جگہ موجود ہے ۵۵
اِلّا اللہ ہی سب کچھ ہے ۵۶
تجھے درخت بوٹے اور گھاس پھوس
اس کی خبر دیں گے ۵۶
ہم معطیِ حقیقی کا ہاتھ دیکھا کرتے ہیں ۵۷
فضیلتِ ذاکرین ۵۹
تو مر کر دیکھ میں پہنچتا ہوں یا نہیں ؟ ۶۰
ذاکر کا چہرہ روشن ہوتا ہے ۶۱
حضرت والا کا ایک مکتوب ۶۱
مراتبِ ذکر ۶۳
طعام بھی کھاؤ اور دل بھی حاضر رکھو ۶۳
ایک سانس بھی بغیر یادِ الٰہی نہ لو ۶۳
دفعِ مصائب کیلئے ذکرِ الٰہی اکسیر ہے ۶۴
تم سے ہمارا تعلق صرف ذکرِ الٰہی کی وجہ سے ہے ۶۴
اپنی ہستی کا مٹا کر اللہ کا نام لو ۶۵
شغل فنائے صفاتی ۶۵
شغل نفی اثبات ۶۸
ذکرِ ہمہ اوست ۶۹
ذکر لطائف ستہ
ایک حسرت دوسری پشیمانی
قہقہہ لگانے سے دل مردہ ہوجاتا ہے
جو ذکر نہیں کرتے ہم انکی دعوت قبول نہیں کریں گے
تمام مصائب کا علاج
دل کی صفائی ذکر سے ہوتی ہے
ذکر افضل ہے یا فکر ؟
معمولاتِ پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہٖ
مرشد کے شغل سے مرید کو ترقی ملتی ہے
تو پھر مراقبے سے فائدہ کیا
بسط کیطرح قبض سے بھی ذوق اٹھائیے
پیر سائیں غیر ذاکر کی دعوت قبول نہ فرماتے تھے
توبہ کی فضیلت
تو میں بھی اسکو بخشنے سے نہیں تھکتا
توبہ کرنیوالے پر اللہ تعالیٰ نہایت راضی ہوتا ہے
تم اللہ کی جانب متوجہ نہ ہوئے
قبر میں مرشد کی مدد پہنچتی ہے
ہوش دل سے سنو
گیدڑ پر دانہ اور بادشاہ گردی
بندر اور چالاک چور
آؤ کہ اب اللہ تعالیٰ کی باتیں کریں

نیت کا پھل ۹۴

موجودہ فقراء کا حال ۹۵

مرشد پر مرید کا کیا حق ہے؟ ۹۵

تصانیفِ کفار کا مطالعہ درست نہیں ۹۵

چار شخصوں سے دوستی نہ چاہیئے ۹۷

ایک ٹکے کی عورت ۹۷

محروم اور بے نصیب رہ جانے کی وجہ ۹۷

تیری پشت سے دو قطب پیدا ہوں گے ۹۹

جب مریں گے آنکھ کھلے گی ۹۹

چالاک اور بوالفضولی نشانِ بدنصیبی ہے ۱۰۱

جس نے کسی بھی ولی کی شکایت کی اس نے اپنے مرشد کی شکایت کی ۱۰۲

ادب باطنی فیض کا دروازہ کھولتا ہے ۱۰۳

احمقانہ فخر کرنے والے ۱۰۴

اپنے مرشد کے علاوہ دیگر بزرگوں کا ادب بھی لازم ہے ۱۰۴

نااہل کا اثرِ بد ۱۰۵

نقشِ پا کا احترام ۱۰۶

پرکھنے کا طریقہ ۱۰۶

غلو سے بچو ۱۰۷

تو نے اسکو علم و ادب سکھایا تھا؟ ۱۰۸

رسولِ خدا کے بے ادب کی بخشش نہ ہوئی ۱۰۸

بے ادبی کا وبال ۱۰۹

بلّے کا حج کو جانا ۱۱۰

للہ فی اللہ ۱۱۱

ریاکار جہنم میں ڈال دیے جائیں گے ۱۱۲

حضرت علی اور کافر پہلوان ۱۱۴

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالےٰ عنہ ۱۱۵

اگر تیرے دل میں یہ خیال پیدا نہ ہوتا تو ۱۱۶

ہمارا مقصود صرف رضائے خدا اور رسولِ خدا ہے ۱۱۶

شکاری کے آنسو ۱۱۷

سرمایۂ عزیز کا ضیاع ۱۱۹

دنیا داروں کی خیرات ۱۱۹

احسان جتانا ۱۲۰

ریا کا وبال ۱۲۰

میری آنکھ صرف ایک کو ہی دیکھتی ہے ۱۲۱

اعتقاد و یقین کے بغیر حصولِ فیض محال ہے ۱۲۱

اُنس کی ہمت پر آفریں ہے ۱۲۲

یقین سے بیڑا پار ہے ۱۲۳

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق ۱۲۵

جو شیر ہیں وہ لومڑی نہیں بنتے ۱۲۷

پیوستہ رہ شجر سے اُمید بہار رکھ ۱۲۷ جب عشق آیا عقل گئی ۱۴۷
مومن کی مثال کھجور کے درخت کی سی ہے ۱۲۸ انتظارِ محبوب ۱۴۹
شیخ بہلول اور خلیفہ ہارون الرشید ۱۳۰ ہم دھوبی کا لڑکا نہ بنیں ۱۴۹
مرشد سے برگشتہ شخص کی توبہ قبول نہ ہوگی ۱۳۱ یہ پھولا آنکھ میں پہلے بھی تھا ۱۴۹
اب جسطرح تیرا دل چاہے دیکھ لے ۱۳۲ عشق مجازی جائز ہے لیکن ۱۵۰
سیب میں دُرِ بے بہا کیونکر پیدا ہوتا ہے ۱۳۳ مجنون کا لیلیٰ کو پیغام بھیجنا ۱۵۴
ایک آہ کا ثواب ۱۳۴ اگر تو میرا عاشق ہوتا! ۱۵۴
امتحانِ عشق اور کرشمۂ عشق ۱۳۶ شمشیرِ عشق کا کمال ۱۵۵
مذہبِ عشق میں یہ بے ادبی ہے ۱۳۸ ہم سب کچھ بن گئے لیکن آدمی نہ بن سکے ۱۵۷
جہاں پر عشق ہوگا وہاں قرار کیونکر رہے گا ۱۳۹ مخالفتِ نفس کی فضیلت ۱۵۸
یہ خدا کو پاکر آرام سے سو رہے ہیں ۱۳۹ لیکن مردود ہے جو.... ۱۵۹
نماز بغیر محبت اور ذوق کے بے فائدہ ہے ۱۴۰ خیال جمالی و خیال جلالی ۱۶۰
تم میں ابھی کچا پن باقی ہے ۱۴۱ دعوت کا کھانا اپنے نفس کیلئے نہ ہو ۱۶۰
محبت ذاتی، محبت صفاتی اور محبتِ افعالی ۱۴۱ نفس کس طرح اعمال برباد کرتا ہے ۱۶۱
کمالِ دوستی ۱۴۲ تو بھی اندھا ہوگیا ہے ۱۶۱
ایک بڑھیا عورت کے دل کی کشش ۱۴۳ تو نے اپنے رب کو باندھ کر پیٹھ
اب درد بھی دے دے ۱۴۴ پیچھے ڈال رکھا ہے ۱۶۲
طالبِ حق بیمار ہو تو کیا کرے؟ ۱۴۵ نفس عمارہ کی مثال ۱۶۳
اب تیرا عشق اور محبت سرد پڑ گئی ہے کیا؟ ۱۴۵ طالب کو ہمت کرنی چاہیے ۱۶۴
حال اور کمال ۱۴۶ کنواں کسطرح پاک کیا جائے؟ ۱۶۵
طالبِ صادق کا پیر عشق ہے ۱۴۷ قرآن پڑھ کر بھلا دینے کی سزا ۱۶۶

صاحب زادوں کو تنبیہ ۱۶۶ یہ روپے کوئی جن چوری کرکے لایا ہوگا ۱۸۳
ہم نے تو صرف اسکو روشن کیا ہے ۱۶۸ ہمیشہ با وضو رہا کر ۱۸۴
اپنی ماں کو قتل کر ۱۶۸ ایک حسرت دوسری پشیمانی ۱۸۵
بے ہمتی اور بدنصیبی کی بات ۱۶۹ کمال زہد و تقویٰ ۱۸۶
فاقہ سے جسم ناتواں لیکن روح طاقتور ہوتی ہے ۱۷۰ امراء و حکام کے طعام سے پرہیز ۱۸۷
دو مسافروں کی کہانی ۱۷۱ اللہ کی راہ میں اپنے مُنہ ۱۸۹
دیگراں را نصیحت خود را فضیحت ۱۷۲ کیا تم اپنے خالق و رازق پر بھروسہ نہیں رکھتے ۱۹۰
وہ طالب حق نہیں ۱۷۲ ہمارا رزق اسوقت کھلے گا جب تو مرے گا ۱۹۱
اپنا احتساب خود کر ۱۷۲ اِدھر اُدھر التفات نہ کر ۱۹۲
محبت کا پودا ۱۷۳ تم عالم و زاہد پر ہو متوکل نہیں ہو ۱۹۲
حصولِ فیض کا طریقہ ۱۷۳ اسے واپس لے جاؤ ۱۹۳
نفس کو بارگاہِ الٰہیہ سے کچھ نسبت نہیں ۱۷۴ سپردم با تو مایۂ خویش را ۱۹۴
خواہشات نفس کا غلام ۱۷۴ کھانے والا گیا ہے کھلانے والا موجود ہے ۱۹۵
اس درخت کو جڑ سے اکھاڑ دے ۱۷۵ اپنی مرضی سے نہیں کھاؤ گے تو ۱۹۵
اولاد کا سوال کیا، ایمان طلب نہ کیا ۱۷۵ حلال چیز وہ ہے جس میں اپنی خواہش کا دخل نہ ہو ۱۹۷
حرام سے بچنے پر حلال ملتا ہے ۱۷۶ بغیر بادل کے پانی اور بلا سبب کھانا ۱۹۸
نفس بدکار سے بھلائی کا نتیجہ ۱۷۶ دوسروں سے ہمارا کیا واسطہ ۱۹۹
زندگی کس طرح گذارنی چاہیے ۱۷۷ معمول حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ۲۰۰
حاتم اصم کی بیٹی ۱۷۸ اصل مقصود ۲۰۰
ہم خود کھا کر خوش نہیں ہوتے ۱۷۹ تم طعامِ لطیف کیسے کیسے ہو ۲۰۱
ہیبتِ حق ۱۸۱ صاحب زادوں کو نصیحت ۲۰۲

اللہ سے قرب کی دلیل ۲۰۳ دنیا مکار بڑھیا ہے ۲۲۱
تمہارا دین بھی عجیب ہے ۲۰۴ حریص کتا ۲۲۲
فقیر وہ ہے جو بدلہ کی نہ سوچے ۲۰۵ بے وقوف کتا ۲۲۳
مخدوم نوح اور ہزار روپیہ کی تھیلی ۲۰۶ دنیا دار خود فریبی میں مبتلا ہیں ۲۲۴
صبر اور بے صبری ۲۰۷ راستہ تو ایک قدم کا تھا ۲۲۵
شیوۂ سالکین ۲۰۸ درویش کی بے نیازی ۲۲۶
صبر و تحمل کا امتحان ۲۰۹ حضرت والا کی دریا دلی ۲۲۷
صبر و تحمل کی تلقین ۲۱۰ جمع کرنے کی ندامت ۲۲۸
ہر حال میں شکرِ خدا ۲۱۱ اپنے ہاتھ سے چھوڑ ۲۲۹
اسباب ناقص الایمان کے لیے ہیں ۲۱۱ سخاوت اور اعتماد علی اللہ ۲۲۹
اللہ سے بھی احتیاج نہ رکھ ۲۱۴ میں رب العالمین ہو کر کیسے تھک جاؤں؟ ۲۳۲
مال و زر کوڑا کرکٹ ہے ۲۱۴ یہ سودا نقد بے نقدی ہے ۲۳۴
اس نامراد کو میرے ہاتھ پر نہ رکھ ۲۱۵ بصرہ کے کتوں کا بھی یہی حال ہے ۲۳۵
دنیا دار کسی کام میں مخلص نہیں ہوتا ۲۱۶ دونوں اونٹ سائل کو دے دو ۲۳۵
عبادت کرکے دنیا کی دعا مانگنا ۲۱۶ سخی فاسق بھی اللہ کو پیارا ہے ۲۳۶
لالچی کتیہ ۲۱۶ مجذوب نے ہمارا امتحان لیا ہے ۲۳۷
کتے ہی کی مثال کیوں؟ ۲۱۷ بحرِ سخاوت ۲۳۸
ترکِ دنیا ہر عبادت کی بنیاد ہے ۲۱۸ ضرورت مندوں کی خاطر قرض لینا ۲۳۹
بڑے بھنگی دنیا دار ہیں ۲۲۰ پیر کیسا ہونا چاہیے اور مرید کیسا؟ ۲۴۱
دنیا داروں سے تعلق رکھنے والے درویش ۲۲۰ آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس سے
دنیا دار فیض سے محروم رہتے ہیں ۲۲۰ اس کی محبت ہے۔ ۲۴۳

نگاہِ ولی کی تاثیر ۲۴۴ بارش تھم گئی بادل چھٹ گئے ۲۵۸

ولی اللہ کا تصرف ۲۴۵ قلیل کام کثیر ہوگیا ۲۵۸

مرشد کا فیض ضرور رنگ لاکر رہتا ہے ۲۴۵ قُم باذن اللہ اور قُم باذنی کی توضیح ۲۵۹

فیض اپنے مرشد سے ہی مل سکتا ہے ۲۴۶ علم مافی الارحام ۲۶۰

حیوانات بھی اولیاء سے محبت رکھتے ہیں ۲۴۸ ایسا کشف تو گدھی کو بھی ہوتا ہے ۲۶۱

جیسا اعتقاد مرشد سے ہوگا مرید بھی خواجہ محمد بابا سماسی کی پیشں گوئی ۲۶۱

ویسا ہی ہوجائے گا ۲۴۹ پیر سائیں کے خلیفہ کی کرامات ۲۶۲

مرشد کی محبت کیسی ہو؟ ۲۴۹ اولیاء اللہ انتقال فرماتے ہیں مرتے نہیں ۲۶۳

جس نے مجھے دیکھا اس پر آتشِ دوزخ حرام ہے ۲۵۰ اولیا راہست قدرت از الہ ۲۶۳

حق کو دیکھنے سے حق یاد آتا ہے ۲۵۱ دریا نے اپنا رُخ موڑ لیا ۲۶۴

فانہ ینظر بنور اللہ ۲۵۱ وفات کے بعد زندگی ۲۶۵

اولیاء مظہر ذات وصفات الٰہی ہیں ۲۵۲ تو بارش برسنا شروع ہوگئی ۲۶۶

اولیاء اللہ کی مثال ۲۵۳ تو نے ڈھول کو کہاں چھوڑا ۲۶۷

جن آنکھوں سے میں نے دیکھا ہے تو نے اپنی اور دوسروں کی وفات کا علم ۲۶۸

نہیں دیکھا ۲۵۳ تو ہمارا نشان بہر ہے ۲۶۹

چپ رہ کہیں اغیار نہ سن لیں ۲۵۴ کشف وکرامت ۲۶۹

فیضانِ غوث الاعظم ۲۵۵ ہم تم کو معنوی مقصد حاصل کرائے ۲۶۹

مزاراتِ اولیاء سے علوم ظاہری وباطنی کا حصول ۲۵۶ بغیر نہیں چھوڑیں گے ۲۷۱

مرشد اور مرید کی مثال ۲۵۶ حضرت رابعہ بصری کی کرامت ۲۷۲

لعاب دہن لگانے سے سانپ کا اتباعِ شریعت سے انحراف نہ کرو ۲۷۳

زہر کافور ہوگیا ۲۵۷ داڑھی کی مقدار اور سر کے بال ۲۷۵

اس طعام کو ثرید کہتے ہیں ٢٧٥
طعام سے پہلے دونوں ہاتھ دھونے سے برکت ہوتی ہے ٢٧٦
اتباعِ سنت... ظاہری و باطنی امراض کا علاج ہے ٢٧٦
ہم سنت ترک نہیں کریں گے ٢٧٧
وہ ہمارا نہیں طنبورے کا مرید ہے ٢٧٧
ہم تمہارے ساتھ گناہ میں حصہ دار نہیں بنیں گے ٢٧٨
الجوع طعام اللہ ٢٧٩
لاٹھی دائیں اور تسبیح بائیں ہاتھ میں رکھنی چاہیے ٢٧٩
نماز باجماعت نہ پڑھنے والوں کی گوشمالی ٢٨٠
ہم تمہارے ہاں اکیلے نہیں جائیں گے ٢٨١
شریعت سر کا تاج ہے ٢٨٢
ترک نماز باجماعت پر تعزیر ٢٨٢
عمل کے بغیر کمال حاصل نہیں ہوگا ٢٨٣
عورت شیشے کی مانند ہے ٢٨٣
اندھے صوفی ٢٨٤
اتباعِ شریعت ہی منزل مقصود تک پہنچنے کا راستہ ہے ٢٨٤
بغیر ساز کے سنیں گے ورنہ نہیں ٢٨٥
لطفِ عبادت ٢٨٧
مرد دوسروں کا بوجھ اٹھایا کرتے ہیں ٢٨٨
درجہ کمال ٢٨٨
صاحب زادہ صاحب شکنجہ میں ٢٨٩
سنت کی متابعت سادہ خوراک میں ہے ٢٩٠
آپ کے مرید سر کیوں نہیں منڈاتے؟ ٢٩٠
ہم جا کر تیرا گھر جلا دیتے ہیں ٢٩١
صحبت کی قضا ممکن نہیں ٢٩٣
ادب صحبت ٢٩٤
صحبتِ مرشد سے قلب کی صفائی ہوتی ہے ٢٩٤
امرد لڑکوں عورتوں اور نااہلوں کی صحبت سے بھاگو ٢٩٥
اہل اللہ کی صحبت نقد سودا ہے ٢٩٦
اللہ کی خوشنودی اور ناراضگی کا معیار ٢٩٧
ہم تو صرف یہ دعا مانگیں گے کہ..... ٢٩٧
صحبت کسی صاحب دل سے ہی کرنی چاہیے ٢٩٨
ان کو دیکھنے سے خدا یاد آتا ہے ٢٩٩
مرشد کی اولاد کا ادب ٢٩٩
بے ادبی کا نتیجہ بے نصیبی ہے ٣٠٠
سلطان محمود غزنوی اور ایاز کا قصہ ٣٠١
لقمان حکیم نے بے ادبوں سے ادب سیکھا ٣٠٢
یہ طعام اس کتے کو کھلا دو ٣٠٢

مفاد پرست کی دوستی	۳۰۴	بایزید بسطامیؒ کا اکسیر نسخہ	۳۲۳
شرائط دوستی	۳۰۵	زندگی کس طرح بسر کرنی چاہیے	۳۲۵
عطار ذمہ دار نہیں ہے	۳۰۵	اپنے اعمال پر نظر کر کے دیکھو	۳۲۶
محبت اور دوستی کی شرائط	۳۰۶	طالب کو دریا کی مانند ہونا چاہیے	۳۲۷
ہم نشیں کا اثر	۳۰۷	ابلیس کے ملعون ہونے کی وجہ	۳۲۸
صالحین کی صحبت کایا پلٹ دیتی ہے	۳۰۷	ارشادات و نصائح سننے کا مقصد	۳۲۹
کفار سے دوستی نہ کی جائے	۳۰۸	ہر بری عادت کے موافق قبریں	
یہ سب احدیت کا اتحاد ہے	۳۰۹	صورت مسخ ہو جاتی ہے	۳۳۰
جبکہ اللہ و رسول بھی زبانِ خلق سے نہ بچے تو	۳۱۲	قاتل میرے حجرے میں چھپا ہے	۳۳۱
صفائی قلب کا طریقہ	۳۱۴	پہلے ہی جھوٹ سے ایمان چلا جاتا ہے	۳۳۲
چھوٹی سی صراحی اور بھرے ہوئے مٹکے	۳۱۵	توبہ کر توبہ کر	۳۳۳
اولین بدعت	۳۱۶	کمال حیا، پردہ پوشی	۳۳۴
دوسروں کے ہاتھوں کی طرف نہ دیکھو	۳۱۶	درجۂ ولایت کا حصول	۳۳۵
فخر اور خود بینی کا انجام	۳۱۷	غیبت کانوں سنی تو کیا آنکھوں دیکھی	
یہ تنگی رزق کا باعث ہے	۳۱۸	بھی نہیں کرنی چاہیے	۳۳۶
صاحبزادگان کو وصیت	۳۱۸	حلم و حسن جواب	۳۳۶
صاحبزادگان و خلفاء کو وصیت	۳۱۸	دو بزرگوں کی نوک جھوک	۳۳۷
ظلم کا وبال احسان کا فائدہ	۳۱۹	ابوجہل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نفیس جواب	۳۳۸
خدمتِ خلق کا جذبۂ بے مثال	۳۱۹	غیبت کرنی ہے تو اپنے ماں باپ کی کرلے	
حالت و استدراج	۳۲۱	اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا	۳۳۹
حضوریٔ قلب اور نفی ماسوی اللہ	۳۲۱	عورتیں غیبت سے باز نہ آئیں گی	۳۴۰

حقِ شرعی کا لحاظ	۲۴۰	اچھا یا برا ہونا اخلاق پر منحصر ہے	۲۵۶
اگر تو ایسا ہی سخی ہے تو......	۲۴۱	حاتم اصم کو اصم کہنے کی وجہ	۲۵۰
تم شریعت کی باتیں تو بہت کرتے ہو لیکن	۲۴۳	عشقِ "رسول" اور تواضع	۲۵۷
المؤمن مرأۃ المؤمن	۲۴۴	شانِ بے نیازی	۲۵۸
عجیب انکساری۔ کمال حسن خلق	۲۴۵	یہ دستورِ اہل دنیا نہ کہ اہلِ اللہ کا	۲۵۹
حقوق العباد کی نگہداشت	۲۴۶	حسنِ خلق	۲۵۹
یہ تپھر بھی کہا...	۲۴۶	میں نے تیرا ہاتھ پکڑنے کے لیے	
تیرے پاس حال تھا ہی کب ؟	۲۴۷	لیا ہے چھوڑنے کے لیے نہیں	۲۶۰
اگر یہ کسی بادشاہ کے گھر میں نقب لگاتا تو..	۲۴۸	رابعہ بصری کا جذبۂ شفقت	۲۶۱
کمال احتیاط	۲۴۹	ایسی مستی ہمیں پسند نہیں	۲۶۱
حریص اور حاسد سے پرہیز کرو	۲۵۰	اقراری مجرم عفو و عنایات	۲۶۲
الحکمۃ ضالۃ المؤمن	۲۵۰	جس نے خدمت کی وہ مخدوم ہو گیا	۲۶۳
ہر کسی سے نیکی ہی کرنی چاہیے	۲۵۱	اولیاء اللہ کو دو لپستان عطا ہوئے ہیں	۲۶۴
دینی بھائی کا نام تعظیم سے لینا چاہیے	۲۵۲	شکرِ نعمت	۲۶۴
اکیلے معام نہیں کھانا چاہیے	۲۵۲	یقیناً بھگوان کی خدمت کا حکم ملا ہے	۲۶۵
آم کے آم گٹھلیوں کے دام	۲۵۳	بیمار بڑھیا کی خدمت کا صلہ	۲۶۵
ترک الجمع والمنع والجمع	۲۵۳	میں نے اس قدر خدمت کی ہے کہ	۲۶۶
بغیر مانگے کوئی چیز مل جائے تو اس کو		جھنگل فقیر کمہار علیہ الرحمۃ	۲۶۷
رد نہ کرو	۲۵۴	اندھے کی راہنمائی کا اجر	۲۶۸
تجھکو اس معاملہ میں کس نے ڈالا ہے؟	۲۵۴	جنت میں کوئی بڑھیا نہیں جائے گی	۲۶۹
تہذیب کے غیبہ تو بیدمیں برقرار رہنا مشکل ہے	۲۵۵	اب تو لوٹ مچ گئی ہے	۲۶۹

یار۔ یہ فقیر تو زور آور ہیں ۳۷۰
مگر پیٹ پھاڑ ڈالنا حرام ہے ۳۷۰
میں تو سمجھا تھا کہ... ۳۷۱
اے سارنگ تو برسے گا بھی یا...؟ ۳۷۱
پاکیزہ مزاح ۳۷۱
ہم کدو کیلئے بھی ایک گوشہ چھوڑ دیں گے ۳۷۲
بھینسیں دودھ سے بھر کر آئی ہیں ۳۷۳
کماتے حرام ہیں پاخانہ حلال کرتے ہیں ۳۷۴
تیری جوتی چیں چیں بہت کرتی ہے ۳۷۴
تو بے نفس جو ٹھہرا ۳۷۵
اگر حوریں عطا ہو گئیں تو پھر تو کیا کرے گا ۳۷۵
زور دینے میں تیری نیت یہی تھی نا؟ ۳۷۶
محمد شفیع کو ہم خنثیٰ کے ساتھ بیاہیں گے ۳۷۷
مزاح و عنایتِ خسروانہ ۳۷۸
مختصر تعارف خاندان عالیہ راشدیہ ۳۷۹
سوانح حضرت پیر سائیں محمد بقا شاہ علیہ الرحمۃ ۳۸۹
سوانح حضرت سید محمد راشد شاہ علیہ الرحمۃ ۳۹۶
سید صبغت اللہ شاہ صاحب اول علیہ الرحمۃ ۴۰۸
حضرت پیر علی گوہر شاہ اول ۴۱۱
پیر سید حزب اللہ شاہ ۴۱۳
حضرت سید علی گوہر شاہ ثانی ۴۱۹
شاہِ مرداں شاہ اوّل ۴۲۵
حضرت سید محمد صبغت اللہ شاہ ثانی ۴۲۹
حضرت سید پیر شاہ مرداں شاہ ثانی ۴۳۹
موجودہ پیر پگارا ہفتم

مخزنِ فیضان

یعنی

ملفوظات شریف اردو

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صفات میں ذات کا مشاہدہ

خلیفہ میاں نعمان علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ حضرت پیر سائیں قدس اللہ باسرارہ العزیز نے فرمایا کہ "ایک دفعہ ہم سوار ہو کر کسی راستے سے گذر رہے تھے کہ ہم نے ایک خوبصورت آدمی راستے میں دیکھا جو عمدہ لباس پہنے عمدہ گھوڑے پر سوار سینہ نکالے ہوئے بڑے فخر اور مغروری کے ساتھ آ رہا تھا۔ اس کا یہ حال دیکھ کر ہم نے دل میں کہا "سبحان اللہ! اس وقت کس قدر کبریائی اور بے پروائی دکھائی جا رہی ہے" یوں فرماتے ہوئے دو تین آنسو آپ کی چشمان مبارک سے ٹپک پڑے۔

یہ جہان عالم کثرت سراسر وہم و خیال محض ہے

حضرت پیر سائیں قدس اللہ باسرارہ نے فرمایا کہ یہ جہان عالم کثرت جو ظاہر نظر میں دکھائی دیتا ہے۔ وہ سر بسر وہم اور خیال محض ہے۔ اس سے دل نہ لگانا چاہیئے کیونکہ یہ سب عدم محض ہے جو حس بشری کی آنکھ میں ہست دکھائی دیتا ہے اور ہے۔ حقیقت میں نیست۔ جیسا کہ کسی بزرگ نے فرمایا ہے ؎

ترا ہر دم کشد پندار ہستی
ازیں ہستی دریں عالم نہ رستی!

ہستی کا زعم تجھ کو ہر دم ہلاکت میں ڈالے رکھتا ہے۔ جس کی وجہ سے تو اس جہان میں اس ہستی سے آزاد نہ ہو سکا اور اس جہان فانی کی خاطر اس جہان باقی کو بھلا نہ دینا چاہیئے۔ جیسے کہ کسی بزرگ نے فرمایا ہے۔ ؎

نہ مے گویم کہ از عالم جدا باش
بہر جائے کہ باشی باخدا باش

میں تجھ کو یہ نہیں کہتا کہ تو اِس جہان سے علیحدگی اختیار کرلے۔ بلکہ میں یہ کہتا ہوں کہ تو جہاں بھی ہو اللہ تعالےٰ سے مشغول رہ ۔ پھر آپ نے فرمایا کہ ”مبتدی یعنی نئے طالب کو چاہیے کہ ہمیشہ اپنے مرشد کی صحبت میں رہے ایک گھڑی کے لیے بھی اس کی صحبت سے علیحدہ نہ ہو“ کیونکہ ؎

یک زمانہ صحبتے با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

اولیاء اللہ کے حضور ایک گھڑی کی صحبت اختیار کرنا۔ سو سال بے ریاء عبادت کرنے سے بہتر ہے۔

عامی آدمیوں اور عورتوں کی صحبت سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ پس اگر اتفاقاً اپنے مرشد کی صحبت سے جُدا رہنا پڑ جائے تو اس وقت اس کو چاہیے کہ اپنے مرشد کامل کے مناقب اور وعظ ونصیحت کی باتوں میں مشغول رہے۔

عبادات سے جی چرانے والے مُلحِد ہیں

بچو فقیر منگریو علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ نے فرمایا کہ موجودہ دَور کے مُوحّدوں کے حال پر ہمیں تعجب آتا ہے جو ظاہری عبادت سے جی چراتے ہیں اور اس سے گرانی محسوس کرتے ہیں اور معمولاً عبادت میں دل نہیں لگاتے۔ اگر یہ لوگ واقعی مُوحّد ہوتے تو ان کا حال ہرگز یہ نہ ہوتا۔ کیونکہ مُوحّد کو کسی بھی کام میں گرانی اور دل گرفتگی نہیں ہوا کرتی۔

پھر یہ جو ظاہری عبادت سے تنگ آجاتے ہیں انہیں کیا کہا جائے۔ ؟ شاید کہ یہ لوگ مُوحِد نہیں بلکہ مُلحِد ہیں ۔"

یہ بھی محبوب سے محبت کی کمی ہے

میڈو فقیر پلیجو علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ ایک دن حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ کی خدمت میں ایک فقیر نے عرض کی " یا حضرت ! مجھ سے نماز ادا نہیں ہوتی ۔" آپ نے ارشاد فرمایا کہ " یہ بھی محبوب سے محبت کی کمی ہے۔ اگر محبوب کی محبت دل میں پیدا ہو جائے تو پھر اسکے اقوال وافعال کی مکمل تابعداری نصیب ہوگی۔ اور نماز میں وہ کوتاہی جو غلبۂ حال کیوجہ سے ہوا کرتی ہے اس نماز میں کیونکر ہوسکے گی جس میں خود نمازی کا وجود ہی باقی نہیں رہتا۔ اس وقت جو تو نے مجھ سے پوچھا ہے یہ محبوب سے محبت کی کمی کی وجہ سے ہے۔ نہ کہ حالت کی وجہ سے۔ کیونکہ ایسے وقت سوال پوچھنے کی حاجت ہی باقی نہیں رہا کرتی ۔"

نفی و اثبات

حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ نے فرمایا " بیہودہ اور فضول باتوں سے حسد، تکبر اور پریشانی پیدا ہوتے ہیں اور حسد اور تکبر پھر گناہوں کی 'ماں' ہیں کہ جبکہ نافرمانیاں ان سے پیدا ہوتی ہیں ۔" اے عزیز ! ان تمام عادات بد کو 'لا' کی تلوار کے نیچے لا رکھنا چاہیئے اور ان کے بجائے 'الا اللہ' کا اثبات کرنا چاہیئے۔

سارا جہان مظہرِ حق ہے

ایک روز حضرت والا نے نکتۂ توحید کو تمثیلاً بیان فرمایا کہ "اگر لکڑی کے ایک سرے پر آگ لگا کر اُسے گھمایا جائے تو متواتر گھمانے سے آگ کی گولائی کی شکل دکھائی دیگی۔ حالانکہ وہ صرف ایک جلتی ہوئی لکڑی ہی ہے۔" پھر فرمایا "یہ سارا جہان، عالم کثرت کی وجہ سے گول ہے۔ حالانکہ حقیقۃً وہ صرف ایک (نوری) شعلہ ہے۔ مطلق حق ہے جو وجودِ ظلی سے ہر جگہ ظاہر ہے" ۔

حق جانِ جہاں است جہاں جملہ بدن
توحید ہمیں است دگر حیلہ و فن

مومن اور کافر کے دیدارِ الٰہی میں فرق

ایک روز حضرت والا نے دیدار الٰہی کے متعلق فرمایا کہ مومن مسلمان اور کافر و منافق کو (قیامت میں) دیدار خدا اس طرح سے ہوگا کہ مومن اس دنیا میں اللہ تعالےٰ کو محبوب اور مطلوب سمجھ کر اسکے احکام بجا لاتے ہیں اور فقط اللہ کے دیدار کی خاطر اسکی اطاعت کرتے ہیں اور کفار و منافق اپنے نفس کا حکم مان کر احکام الٰہی سے منہ پھیرتے ہیں اور خود کو گمراہی میں ڈالتے ہیں۔ جب قیامت کا دن ہوگا۔ مومن اور کافر میدان محشر میں حاضر ہوں گے۔ مومن دیدار الٰہی کے اس قدر مشتاق ہوں گے گویا کہ پیاسا پانی کے پاس آپہنچا ہے۔ اور کافر حیرانی و پریشانی میں غرق ہوں گے وہ اللہ کے دیدار سے اس طرح ڈر رہے ہوں گے جیسے کہ مجرم، بادشاہ کا سامنا

کرنے سے ڈرتا ہے۔ اس طرح سے کافروں اور منافقوں کو دیدار ہوگا اور مومن کو اس طرح سے جو پہلے بیان ہوا۔

ان کو زنجیروں میں باندھکر جنت میں لیجاؤ

حضرت والا نے ارشاد فرمایا "اللہ تعالیٰ قیامت کے دن پہلی بار مومنوں پر تجلی فرمائے گا تو اس وقت جنہوں نے دنیا میں حقیقت کا مشاہدہ کیا ہوگا وہ سجدے میں گر پڑیں گے۔ اور وہ اس تجلی کو پہچان لیں گے۔ یہ عارفین کا حال ہے ؎

بہر رنگے کہ خواہی جامہ مے پوش
کہ انداز قدت را مے شناسم

تو خواہ کوئی بھی لباس پہن لے۔ میں پہچان لوں گا کیونکہ میں تیرے قد کا انداز پہچانتا ہوں۔

عالم، صالح، عابد، زاہد، اور دوسرے مسلمان اس تجلی پر سجدہ نہیں کریں گے اگرچہ اللہ تعالیٰ یہ تجلی بار بار فرمائے" اس کے بعد حضرت والا نے فرمایا "میں نے کتابوں میں پڑھا اور سنا ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ ان کی استعداد کے موافق تجلی فرمائے گا۔ اس پر یہ بھی سجدہ میں گر پڑیں گے۔ حدیث میں ہے کہ اس دنیا میں ایک جماعت ایسی ہے جنہوں نے اپنی پوری عمر میں کبھی دنیا میں مشغولیت اختیار نہیں کی۔ اور نہ ہی انہوں نے اللہ تعالیٰ سے آخرت کی مرادیں مانگیں اللہ تعالیٰ جب اس جماعت کو جنت میں جانے کا حکم فرمائیگا۔ وہ اللہ کے دیدار کی بجائے جنت میں جانے سے انکار کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ ملائکہ کو حکم فرمائے

نہ ہو جب تو ہی اے ساقی بھلا پھر کیا کرے کوئی
ہوا کو ابر کو گل کو چمن کو صحن بستاں کو

کہ ان کو زنجیروں سے باندھ کر زبردستی کھینچ کر جنت میں داخل کر دے

جنت نہ روم تا رخِ زیبا تو نہ بینم

فردوس چہ کار آید گر یار نہ باشد

جب تک تیرا رُخِ زیبا نہ دیکھ لوں جنت میں نہ جاؤں گا۔ یار کے بغیر فردوس کس کام کا۔

کثرت میں وحدت کا مشاہدہ[۱]

خلیفہ محمود نظامانی کا بیان ہے کہ میں نے ایک روز حضرت والا کی خدمت میں عرض کی کہ یا حضرت! مجھے آج یہ دو فقرے غیب سے القاء ہوئے ہیں ایک یہ کہ "خدا را بخود دیدہ ام" "خدا کو میں نے خود سے دیکھا ہے" اور دوسرا یہ کہ "خود را بخدائے خود دیدہ ام" "خود کو میں نے اپنے خدا سے دیکھا ہے"

حضرت والا نے فرمایا "یہ دونوں فقرے حدیث شریف کے موافق ہیں عرفت ربی بربی۔ میں نے اپنے رب کو اپنے رب سے پہچانا" پھر فرمایا "طالب کو چاہیے کہ عالم کثرت سے اپنی نظر بالکل اٹھا لے۔ اپنی نظر وحدت پر ڈالے رہے"

اپنی نفی کر اثبات کر

حضرت والا نے یہ آیت مبارکہ اَحْسِنْ کَمَا اَحْسَنَ اللّٰہُ اِلَیْکَ پڑھ کر فرمایا "اہل ظاہر اس آیت کے معنی یوں کرتے ہیں کہ۔ تو اپنے خدا

۱؎ یعنی کثرت میں وحدت کا مشاہدہ کرے۔ ہر شے میں اسی کو جلوہ گر دیکھے۔ (ابوالحسان قادری)

سے ایسا احسان کر جیسا احسان اللہ نے تجھ پر کیا ہے" یعنی تجھے علم، عقل، تندرستی اور اعضاء کی سلامتی اور دوسری بے حد و حساب نعمتیں عطا فرمائی ہیں تو تُو بھی تمام عبادات اور اطاعتیں بجا لا۔ اور اہل باطن اس کے معنی یوں کرتے ہیں کہ تجھ پر اللہ تعالیٰ کا یہ احسان ہے کہ تجھ کو عدم سے ظاہر فرمایا اور خود کو چھپا لیا اور تیرا احسان یہ ہے کہ تو اپنی نفی کر کے اس کو ثابت کرے۔ حق کا کامل اثبات، عرفان کے بغیر نہ ہوگا۔ یعنی عرفان حاصل کرے"

عارف کی ایک سانس

خلیفہ محمود کا بیان ہے کہ حضرت والا شکار پور کے سفر میں تھے کہ ایک دن میں نے عرض کی "یا حضرت! عارف کی ایک کروٹ سارے جہانوں کی ساری عبادات کے برابر ہے"

حضرت والا نے فرمایا "ایسا نہیں۔ بلکہ عارف کی ایک سانس تمام جہانوں کی ساری عبادات سے بہتر ہے" پھر فرمایا "عارف ہر ایک سانس میں ہر وقت اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ کرتا رہتا ہے"

عارف اور معترض

ایک دن حضرت والا چارپائی پر تشریف فرما تھے۔ مجلس بھری ہوئی تھی۔ سید مولے ڈنہ شاہ کا بیان ہے کہ عرضی فقیر کھٹیان جو حضرت والا کا مرید تھا آیا۔ مجلس میں جگہ نہ مل سکی تو میرے گھٹنے پر بیٹھ گیا۔ یہ فقیر موٹا بہت تھا۔ اس کے بھاری وزن سے مجھے گرانی محسوس ہوئی۔ حضرت والا نے میری اس تکلیف گرانی کو محسوس کرتے ہوئے فرمایا "طالب خدا پر اگر آسمان بھی آگرے تو بھی

اسے آہ یا اُف نہیں کرنی چاہیئے۔

اگر زکوہ فرافتد آسیا سنگے
نہ عارف ست کہ از راہِ سنگ برخیزد

اگر پہاڑ پر سے چکی کا پتھر بھی آگرے تو وہ شخص عارف نہیں جو پتھر کی راہ سے اُٹھ کھڑا ہو۔

حضرت والا نے ارشاد فرمایا۔ عارف وہ ہے جو اس پر مصیبت آئے وہ اس مصیبت کو حق کی طرف سے جان کر اس سے لطف اندوز ہو۔ اور محترف وہ ہے کہ اگر اس دنیا میں اُسے کسی سے ایذا پہنچے تو پہلے تو وہ دُکھی ہو اس لیئے کہ اس کی نظر خلق پر ہے اس کے بعد جب اس کی نظر خالق پر پہنچے تو اس کی یہ تکلیف رفع ہو جائے اسی لیئے اس کو آب تنگ کہا گیا ہے۔ لیکن عارف دریا کی مانند ہے۔ دنیاوی حادثے خس و خاشاک کی مانند ہیں۔ آتے اور جاتے رہتے ہیں۔ ٹھہر نہیں سکتے۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں

دریائے فراواں نہ شود تیرہ بہ سنگ
عارف کہ برنجد تنگ آب ست ہنوز

بھرپور دریا ایک پتھر گر پڑنے سے گدلا نہیں ہوتا۔ وہ عارف جو تکلیف سے رنجیدہ خاطر ہو جائے وہ ابھی تھوڑے پانی کی مانند ہے۔

اپنے وجود میں بھی ہمہ اوست دیکھو

خلیفہ میاں لقمان کا بیان ہے کہ ایک دفعہ برسات کے موسم میں درگاہ شریف میں بیٹھے تھے بارش ہو رہی تھی۔ حضرت والا آکر مصلے پر بیٹھ گئے۔

ان دنوں مجھ پر حالتِ سُکر وارد تھی میں نے ایک تتیا یعنی زنبور پکڑا اور حضرت والا کے ہاتھ مبارک میں رکھ دیا۔ پھر میں نے پوچھا کہ " یا حضرت یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا " تو کیا سمجھتا ہے"؟ میں نے عرض کی یا حضرت ہمہ اوست۔ مگر دوسروں کے لیے صفتِ قہاری میں ہے اور ہمارے لئے مہربان اور نرم" حضرت والا یہ بات سُنکر مسکرائے اور فرمایا " یہ بات اچھی ہے ہم بھی جب چھوٹے تھے حضرت میاں صاحب کے حضور نکتے بیان کیا کرتے تھے۔ اور حضرت میاں صاحب بہت خوش ہوا کرتے تھے" پھر مجھ سے فرمایا " طالب کو چاہیئے کہ نکتوں کی نگہبانی کرے اور اپنے وجود میں بھی ہمہ اوست دیکھے" پھر اپنا ہاتھ مبارک سامنے رکھ کر فرمایا " دیکھ پانچ انگلیاں - یہ اللہ کا نام ہے یعنی انگوٹھا الف ہے اور بیچ والی تین انگلیاں دو لام ہیں اور چھوٹی انگلی ہ ہے۔ اور فنا فی اللہ یہی ہے"

پھر فرمایا " انسان کا سارا وجود اللہ کا نام ہے۔ دایاں بازو الف ہے بایاں بازو اور دونوں ٹانگیں دو لام ہیں اور سر ہ ہے۔ یہ اسم ذاتی ہے۔

اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام بھی یہی ہے یعنی سر ایک میم ہے دونوں بازو ح ہیں۔ سُرین کمر دوسرا میم اور دونوں گھٹنے دال ہیں۔ طالب کو چاہیئے کہ ان سب جہانوں سے واقف ہو۔

ایں جہاں صورت است معنےٰ دوست
ور بمعنےٰ نظر کنی ہمہ اوست

ایں جہاں صورت ہے۔ معنےٰ دوست ہے۔ اور اگر معنے پر نظر کرے تو سب کچھ وہی ہے۔

دو نہ کر ایک کر

حضرت والا نے ارشاد فرمایا۔ جب ہم نے خلیفہ سارنگ کو خلافت کا حکم فرمایا۔ تو خلیفہ نے پہلی مرتبہ کچھ افراد کو مُرید کیا۔ اور چند مُریدوں کے ہمراہ درگاہ مبارک پر حاضر ہوا۔ ہم نے اس سے پوچھا اے خلیفہ! کتنے مریدوں نے تم سے راستہ پوچھا ہے؟ خلیفہ نے کہا "یا حضرت! بہت سے لوگوں نے پوچھا ہے۔ چند یہ ہیں جو حاضر ہیں اور کچھ اپنے گھروں پر ہیں۔ میں نے ان سب کو اللہ تعالیٰ اور آپ کے حوالے کیا" ہم نے کہا "اے خلیفہ! دو نہ کر ایک کر یعنی دُوئی کو ترک کر کے ایک ثابت کر"

یہ اہلِ ظاہر کو کیا ہوا؟

حضرت والا ایک دن مسجد میں تشریف فرما تھے۔ چند فقرا اور بھی آکر بیٹھ گئے۔ حضرت والا نے پوچھا "یارو! اس وقت ہماری مجلس میں کوئی مُلّا ہے یا نہیں"؟ عرض کیا گیا "یا حضرت! دوسرا تو کوئی نہیں ہے" اس کے بعد حضرت والا نے فرمایا "اہلِ ظاہر کو کیا ہوا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی معرفت اور وحدانیت سے محروم ہو رہے ہیں۔ یہ لوگ کلمہ طیبہ کا معنی بھی نہیں سمجھتے حالانکہ اس میں توحید صریح[1] ہے"

---

[1] یعنی۔ لا الٰہ الا اللہ میں 'لا' نفی جنس ہے جس کا مطلب ہے کہ اللہ کے سوا دوسرا کوئی ہے ہی نہیں۔ (ابو الحستان قادری غفرلہٗ)

مولانا روم علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں۔

تیغِ 'لا' در قتلِ غیرِ حق براند   در نگر زاں پس کہ بعد از 'لا' چہ ماند

(باقی اگلے صفحہ پر)

درخت کا سائے کو جواب

ایک دن حضرت والا نے ارشاد فرمایا۔ "سائے نے درخت سے کہا کہ تو سورج کی چمک دمک دیکھتا اور اس کی روشنی کے مزے لوٹتا ہے اور میں جو کہ تیرا ہمسایہ ہوں۔ تو مجھے بھی اس مزہ لینے میں شریک کر"۔ درخت نے جواب دیا اے سائے! یہ مزہ مجھکو اس لیئے نصیب ہوا کہ ہر وقت اپنے قدم پر کھڑا ہوں تیری طرح نہیں ہوں کہ کبھی مغرب کی جانب اور کبھی مشرق کی جانب گھومتا تو یہ مسخرہ پن اس لیئے کرتا ہے کہ تو میری ہی وجہ سے موجود ہے۔ اگر میرا وجود نہ رہے تو تو بھی موجود نہ ہو ؎

باوجودم وجودِ تو قائم

گر نہ باشم نہ باشی تو دائم

میرے وجود کے طفیل تیرا وجود قائم ہے اگر میں نہ رہوں تو تو بھی دائم نہ رہے۔

سمجھنا چاہیئے کہ یہ صورتیں، وجودِ حقیقی کے سبب ہی موجود ہیں۔ اگر وجودِ حقیقی نہ ہو تو پھر یہ کثرت دہی کیونکر دکھائی دے"؟

(بقیہ صفحہ گذشتہ)

؎ ماند الّا اللہ باقی جملہ رفت شاد باش اے عشق شرکت سوز خرت

'لا' کی تلوار سے ماسوائے حق کو قتل کر دے اور پھر دیکھ کہ 'لا' کے بعد کیا رہا۔! باقی سب کچھ ختم ہو کر صرف 'الّا اللہ' ہی رہا۔ خوش رہ اے عشق کہ تو ہی سامانِ شرک کو جلا دینے والا ہے۔

(ابوالحسان قادری غفرلہٗ)

ہر جگہ اللہ تعالیٰ ہی ہے

حضرت والا۔ لاڑکانہ کے سفر میں کسی دعوت پر نماز عشاء کے بعد چارپائی پر آرام فرما رہے تھے۔ اور مومن فقیر نے حضرت والا کو زور دیتے ہوئے عرض کی "یا حضرت! ہمارے شہر کے لوگ بے نمازی ہوتے جا رہے ہیں" آپ نے فرمایا "زبان سے ان کو نماز کی تاکید کرنی چاہیے اور دل میں یوں سمجھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ حاضر ہے" اے عزیز! حضرت والا کے ارشاد میں نکتہ یہ ہے کہ سمع وبصر۔ علم وارادہ، تکلم۔ قدرت۔ حیات۔ ان صفات کا ظہور وجود میں ہے۔ اور دراصل یہ صفات خداوندی ہیں اور قدیم ہیں اور قائم بالذات ہیں۔ حضرت والا نے ان صفات کی اضافت حق کی طرف فرمائی ہے۔ نہ کہ بشری وجود کی طرف۔ اس لیے کہ بشری وجود فقط دیکھنے اور سمجھنے میں آتا ہے۔ لیکن حقیقۃً کوئی وجود نہیں رکھتا۔

اے عزیز۔ اس کلام پر اعتراض نہ کر بلکہ انصاف سے کام لے۔ تو ان عارضی صفات کو جو تجھ میں موجود ہیں خود سے نفی کر کے حوالۂ حق کر پھر دیکھ کہ تجھ میں کیا بچا۔ مولانا رومیؒ فرماتے ہیں۔

ے اے برادر تو ہمہ اندیشۂ مابقی تو استخوان وریشۂ

اے بھائی! تو مجموعۂ خیال ہے اس کے بعد جو بچا۔ تو صرف ہڈیاں اور رگیں ہے

اگر تو غور کرے تو یہ اربعہ عناصر۔ آب و خاک و باد و آتش بھی اصل نور سے ہیں۔ اگر تو تمام صفات کو اصل سے پیوستہ کر دے تو۔ تو بھی باقی نہ رہے گا۔[1]

---

[1] اگر گردی تو در توحید فانی | ز حق یابی بقائے جاودانی
فنا ترک ہوا را نام کردند | بقا جملہ صفاتش را شمردند

(باقی اگلے صفحہ پر)

دورنگی چھوڑ کر یک رنگ ہو جا

حضرت والا نے ارشاد فرمایا۔ طالب کو چاہیے کہ تمام تعلقات دنیاوی ظاہرو باطنی سے منقطع رہے۔ ایسا نہ ہو کہ کسی وقت میں اللہ کے ساتھ ہو تو کسی وقت میں اسباب دنیاوی میں مشغول رہے۔ طالب کی دورنگی کے متعلق آپ یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

ڏينهان ڳاري ڏم سين
راتيان ميهار جي لانـه
پہ پارين تيلانهه ٻڏي سهڻي

دن کو خاوند کے ساتھ رات کو میہوال کے خیال میں، دو نسبتوں کی وجہ سے سوہنی ڈوب گئی۔

حدیثِ قدسی۔ فنا و بقا

حضرت والا نے حدیث قدسی کا بیان فرمایا کہ اللہ تعالےٰ مومن بندے کو ایسا محبوب رکھتا ہے کہ بندے کے بولنے، سننے، دیکھنے اور چلنے کو بھی اپنی جانب نسبت فرماتا ہے۔ یہ حدیث سالک کے حال سے تعلق رکھتی ہے۔ جو کہ اقوال، افعال، ابصار اور اپنی جملہ صفات سے فانی ہو کر باقی رہ گیا۔

(بقیہ صفحہ گذشتہ) اگر توحید میں فنا ہو جائے۔ تو حق سے بقائے جاودانی حاصل کرے گا۔

'فنا'۔ ترک ہوا (خیالات و خواہشات کو ترک کر دینے) کا نام ہے۔

'بقا'۔ جملہ صفاتِ الٰہی کو کہتے ہیں۔ حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے۔ تَخَلَّقُوا بِاَخْلَاقِ اللّٰہ۔ خود کو صفاتِ الٰہی سے مزین کرو۔ اپنے آپ میں اللہ تعالیٰ کی صفات پیدا کر دو تاکہ فانی فی اللہ ہو کر باقی باللہ ہو جاؤ۔ (فقیر ابو الحسان قادری غفرلہٗ)

توہی تو ہے

حضرت والا نے توحید کے بیان میں فرمایا کہ : نیچے، اوپر، دائیں اور بائیں، آگے اور پیچھے ہر جگہ وہی ہے۔ آپ نے یہ سندھی بیت پڑھا۔

توُن کت، توں واٹ، توں وایٹیندڑ توں ویھ

توہی کھاٹ، توہی بان، توہی بُننے والا اور توہی اس پر بیٹھنے والا ہے۔
آپ نے یہ ارشاد طالب کے حال کے مطابق فرمایا۔ جو کہ حقیقی پیس تھا۔

ہمہ اوست

حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ ایک درویش نے حضرت مخدوم صاحب سے پوچھا کہ "آیا سب کچھ وہی ہے"؟ آپ نے فرمایا۔ ہاں۔ ہمہ اوست" اس نے دوبارہ عرض کی کہ "کتا، بھیڑیا، گیدڑ، سب کچھ"؟ مخدوم صاحب نے جواب دیا۔ جو ان کو دیکھتا ہے وہ بھی وہی ہے۔ ہر جا وہی ہے۔ اس کے سوا کچھ بھی نہیں ہے ؎

بہ ہر جا ہمہ اوست غیر او نیست　　غیرتش غیر درجہاں نگذاشت

ہر جگہ میں سب کچھ وہی ہے اسکا غیر نہیں۔ اس کی غیرت نے جہان میں غیر کو چھوڑا ہی نہیں [1]

---

[1] حق جلوہ گر ہے صاف حجاب صفات میں
کر اَیْنَمَا تُوَلُّوا ارشاد حق میں غور
تنکے کی اوٹ آنکھ سے اوجھل ہو پہاڑ

ناداں تعینات کا پردہ اُٹھا کے دیکھ
ہر سو وہی ہے غیر کی ہستی مٹا کے دیکھ
اے بوالحسان آنکھ سے تنکا ہٹا کے دیکھ

(فقیر ابوالحسان قادری غفرلہٗ)

لاجرم جملہ عین اشیاء گشت   نام من برمن است باقی ہمہ اوست

یقیناً تمام اشیاء کی اصل حقیقت وہی ہے۔ مجھ پر صرف میرا نام ہے باقی سب کچھ وہی ہے۔

ہمارے ہاں اللہ کا راستہ ایک قدم ہے

خلیفہ محمود نظامانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دن حضرت والا علیہ الرحمۃ کی خدمت میں عرض کی "یا حضرت! دوسرے مشائخ مریدوں کو ایک ایک لطیفے کی تلقین کیا کیا کرتے ہیں۔ اور ان کے رنگ سفید، سبز، سرخ سیاہ، بیان فرماتے ہیں مگر آپ اپنے مریدوں کو تمام لطائف کی تلقین ایک ہی مرتبہ میں فرما دیتے ہیں، اس کی کیا وجہ ہے"؟ حضرت والا نے اس وقت کچھ جواب نہ دیا۔ دو تین روز بعد آپ نے مجھے اپنی آغوش میں لیکر خوشی کے عالم میں فرمایا "اے بھائی! ہمارے ہاں اللہ تعالیٰ کی راہ ایک قدم ہے۔ دوسرے مشائخ والا راستہ بھی ہمارے پاس ہے مگر ہم چاہتے ہیں کہ ایک ہی قدم میں حقیقی منزل تک پہنچا دیں۔ ؎

یک قدم بر نفس نہ دیگر قدم در کوئے دوست

ہر چہ بینی دوست بیں با این و آنت کار نیست

ایک قدم اپنے نفس پر رکھ اور دوسرا قدم کوئے دوست میں۔ جو کچھ دیکھے دوست دیکھ تجھکو ایں و آں سے کیا کام۔؟

وہی وہ دکھائی دیتا ہے

ایک دن ایک افغانی پٹھان۔ علاقہ قندھار کا، حضرت والا کی خدمت

میں آیا۔ آپ نے پوچھا "کہاں سے آئے ہو"؟ اس نے عرض کی "قندھار سے" فرمایا "کس کام سے آئے ہو"؟ اس نے عرض کی "خواب میں آپ کی صورت دیکھ کر اللہ کی طلب میں آیا ہوں" فرمایا "بہت دور سے آئے ہو۔ اس لیے پہلے دل میں خوب سوچ لو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی دوسرے کی صورت دیکھی ہو"؟

افغانی نے کہا "واللہِ، باللہِ، تاللہِ، میں نے آپ ہی کی صورت دیکھی ہے۔ براہ کرم مجھکو اپنے سلسلہ میں داخل فرمالیں۔ حضرت والا نے اس دن اسکو بیعت نہ فرمایا۔ دوسرے دن بعد نماز ظہر اسکو تلقین فرمائی۔ جب آٹھ پہر گذرے تو حضرت والا نے اس سے پوچھا "اب کیا حال ہے" اس نے عرض کی "آپ آگ ہیں، میں ایندھن ہوں۔ ایندھن جب آگ میں پڑا تمام آگ بن گیا"!

آپ نے فرمایا "یہ فنا فی الشیخ کا مقام ہے" پھر آٹھ پہر گذر جانے پر آپ نے افغانی سے پوچھا "اب تیرا کیا حال ہے"؟ وہ بولا "ہمہ محمد است۔ صلے اللہ علیہ وسلم یعنی سب کچھ محمد ہی ہے صلے اللہ علیہ وسلم۔ آپ نے فرمایا "یہ فنا فی الرسول کا مقام ہے۔ تیسرے روز پھر آپ نے اس سے پوچھا "اب تیری حالت کیا ہے"؟ اس نے کہا "ہر جا کہ مے بینم اوست" جہاں بھی دیکھتا ہوں وہی وہ ہے"! آپ نے فرمایا "یہ فنا فی اللہ کا مقام ہے" پھر فرمایا اب تجھ کو اختیار ہے۔ اگر تو چاہے تو یہیں رہ اور اگر چاہے تو اپنے وطن چلا جا۔ نیز اب تجھے طالبان کو تلقین کی اجازت ہے"

ہمت بلند باید عشاق مست مئے را مرد خسیس ہمت در طالبان نہ گنجد

مئے توحید کے عشاق کو بلند ہمت ہونا چاہیے۔ کم ہمت آدمی کی طالبان حق کے زمرے میں گنجائش نہیں ہے۔

اس درخت ہی کو جڑھ سے اکھاڑ دیا جائے

حضرت والا نے فرمایا کہ کتاب " زبدۃ الرشحات " میں میں نے لکھا دیکھا کہ " اے سالک ! تیرے وجود کے درخت پر بہت سے پرندں نے گھونسلے بنا رکھے ہیں جن کی بیٹ سے تیرے درخت کے پتے آلودہ ہو رہے ہیں۔ اس لئے تجھ کو چاہیے کہ لا الٰہ الا اللہ کے ذکر کا شہباز اس درخت پر بٹھا دے۔ تاکہ وہ کسی کو مار دے اور کسی کو بھگا دے "۔ میرے دل میں خیال آیا کہ اگر درخت ہو گا تو شہباز کے ہوتے ہوئے بھی پرندوں سے خالی نہ رہ سکے گا۔ اس لئے اس درخت ہی کو جڑھ سے اکھاڑ دیا جائے۔ تاکہ یہ جھگڑا ہی ختم ہو۔ ؎

چوں زخود رستی ہمہ حق گشتۂ

رفت ظلمت نور مطلق گشتۂ

(مولائے روم علیہ الرحمۃ)

جب تو اپنے آپ سے چھوٹ گیا۔ تمام حق ہو گیا۔ اندھیرا گیا اور تو نورِ مطلق بن گیا۔

ہر صورت میں یار کا جلوہ

ایک روز حضرت والا سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک کی زیارت کرنے روہڑی میں تشریف فرما ہوئے۔ جب آپ بازار سے گذر رہے تھے اپنی دکانوں پر بیٹھے ہوئے سب ہندو تعظیم کے لیئے کھڑے ہو گئے۔ آپ کچھ آگے بڑھے آپ نے دیکھا کہ پیچھے سے چند سید حضرات

آ رہے ہیں۔ وہ حضرت کی جانب متوجہ تک نہ ہوئے۔ پاس سے لاپرواہی سے گذر گئے حضرت والا کھڑے ہو کر دیکھتے رہے جب وہ گذر کر چلے جا رہے تھے آپ کی آنکھیں ان کا تعاقب کرتی رہیں یہاں تک کہ آپ کی مبارک آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ یعقوب نقیر نے پوچھا "یا حضرت! رونے کا سبب کیا ہے"؟ آپ نے فرمایا "اونٹ محبوب کی بے نیازی تو دیکھو کس طرح بے پرواہ چلا جا رہا ہے"۔

موجود اشیاء حادث ہیں اور قدیم بھی

ایک مرتبہ حضرت والا نے ارشاد فرمایا "بعض بزرگ کہتے ہیں کہ تمام موجود محسوس اشیاء حادث ہیں۔ انہیں ذاتِ پاک سے کچھ بھی اضافت اور نسبت نہیں" یہ حادث ہیں مگر ظاہر میں نہ کہ حقیقۃً۔ کیونکہ ذاتِ پاک کے علم قدیم میں تمام اشیاء موجود تھیں۔ اگر موجود نہ ہوتیں تو اس دنیا میں ہرگز ان کا ظہور نہ ہوتا۔

فکر اور حیرانی

عبداللہ نقیر شاعر کا بیان ہے کہ ایک روز میں نے حضرت والا کی خدمت میں عرض کی "یا حضرت! فکر کیا ہے"؟ فرمایا "وَاذْکُرْ رَبَّکَ اِذَا نَسِیْتَ۔ اپنے رب کو یاد کر جب تو اسے بھلا دے" یہ فکر ہے اس میں ٹھہرنا فکر ہے اور اس میں مستغرق ہونا حیرانی ہے"۔

فرش والے عرش پر اور عرش والے فرش پر ڈھونڈتے ہیں

حضرت ... نے ارشاد فرمایا۔ سلطان العارفین بایزید بسطامی نے ...

سے آیہ مبارکہ۔ اَلرَّحمٰنُ عَلَی العَرشِ اسْتَوٰی" سنی تو عشق و محبت کی جولانی سے افلاک سے گذر کر عرش پر جا پہنچے۔ انہوں نے عرش سے پوچھا۔ ہم کو اللہ تعالےٰ کا پتہ بتایا گیا ہے کہ وہ عرش پر ہے۔ مجھ کو دکھا "

عرش نے جواب دیا۔ میں نے سنا ہے کہ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ حَرَمُ اللّٰہِ مومن کا قلب اللہ کا حرم ہے"

حضرت بایزید نے کمال شوق سے کہا۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ۔ کہ فرش والے عرش پر اور عرش والے فرش پر اللہ تعالےٰ کو تلاش کرتے ہیں۔ یہ فرماتے ہوئے حضرت والا آنکھوں سے آنسو بہانے لگے۔

اور آپ نے یہ شعر پڑھا ے

پورب پورب تب کروں جب جیسئں آدن پور
نہاری ڈالغی سجتین پنتوں بیدم نور
ماریس اِنھی سو جین ساجن نہ ملی

جب دل کو یاد ستاتی ہے تب مغرب مغرب پکارتا ہوں۔ ساجن کی طرف دیکھ دیکھ کر آنکھیں پھول گئی ہیں۔ ساجن نہیں ملا۔ اس درد نے مار ڈالا ہے۔

کُنْتُ کَنْزاً مَخْفِیًّا کی تشریح

ایک روز حضرت والا نے حدیث مبارکہ۔ کُنْتُ کَنْزاً مَخْفِیًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ۔ کی تشریح فرمائی کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے میں ایک خزانہ مخفی تھا۔ پس مجھے یہ بات بھلی لگی کہ میں پہچانا جاؤں تو میں نے مخلوق کو پیدا فرمایا۔ اس کے مطابق۔ اللہ تعالےٰ

نے پہلے آسمان و زمین کو پیدا فرمایا مگر حدیث قدسی لَا یَسَعُنِیْ اَرْضِیْ وَلَا سَمَائِیْ۔ مجھے زمین و آسمان سما نہ سکے۔ کے مطابق اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کیلئے زمین و آسمان کا آئینہ لائق شان نہ ہوا۔ تب ملائکہ اور دوسرے کم و بیش اٹھارہ ہزار عالم پیدا کر کے نظر فرمائی تو ان میں بھی خود نظر نہ آیا۔

پھر حضرت آدم علیہ السلام کی صورت جو خَلَقَ اللّٰہُ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ تھی پیدا فرمائی۔ اور اپنی ذات کو معہ اپنی صفات کے دیکھ کر خوش ہوا۔ تب ملائکہ کو حکم فرمایا کہ اس کو سجدہ کرو فَقُلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْا سب ملائکہ سجدے میں گر گئے اور ملائکہ نے آدم علیہ السلام کے وجود میں ذات و صفات کا معائنہ کیا۔ ؎

گر نہ بودے ذاتِ حق اندر وجود
آب و گِل را کے کند ملکے سجود

اگر آدم علیہ السلام کے وجود میں ذاتِ حق نہ ہوتی تو پانی اور مٹی کو ملائکہ سجدہ کیوں کرتے۔

؎ نہ مسجودِ ملائک بود آدمؔ
کہ نورے پاک دروے بود مدغم

فرشتوں کا مسجود آدم نہ تھا۔ بلکہ وہ نور پاک تھا جو اس میں رکھا گیا تھا۔

؎ اگر ایں نکتہ دانستے عزازیل
ہزاراں سجدہ • آوردے دراں دم

اگر یہ نکتہ عزازیل سمجھ لیتا تو اسی وقت وہ ہزاروں سجدے کر دیتا۔

اِلَّا اِبلِیسَ اَبیٰ۔ مگر شیطان نے سجدے سے انکار کر دیا۔ اس کے بعد۔ آدم علیہ السلام کے حسن نے جس میں ذات پاک حق۔ جملہ صفات کے ساتھ موجود تھی۔ ملائکہ۔ حور و غلمان اور اہل جنت کو اپنا عاشق بنا دیا۔ اور جب تمام مخلوق اس کے حسن پر شیدا ہو گئی۔ اَنَا اَحَدُ غَیُوْرٌ و اللہُ اَغیَرُ مِنِّی کے مصداق ذات پاک کو غیرت آگئی پھر عَصٰی آدَمُ رَبَّہٗ فَغَوٰی کے زنگار سے اُسے داغدار بنا دیا اور اس رنگ سے داغدار ہو جانے کے باعث آپ سے سب بیزار ہو گئے۔ اور آدم ننگا ہو گیا۔ جبکہ ان کا عشق صفاتی تھا اس لئے ان کی محبت زائل ہو گئی۔ اس کے بعد اللہ تعالےٰ نے پھر چاہا کہ خود کو اس میں دکھائے اور خاص اپنے لئے پسند کر لے تو لا الٰہ الا اللہ کا صیقل تیار کر کے اس سے اس زنگ کو صاف کر کے اصلی طریقے سے اس میں جلوہ فرما ہوا اور پھر خاص طور پر خود پسند فرمایا۔

حضور صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے فرمایا ہے۔ ہر انسان 'بالقُوَّۃ' اللہ تعالےٰ کی ذات و صفات سے موصوف ہے مگر اس دنیا کی خرابیوں کی وجہ سے دور جا پڑا ہے۔ انسان کو چاہیئے کہ اپنے قلب کو لا الٰہ الا اللہ کے صیقل سے صاف کرتا رہے تاکہ جو کچھ بالقُوَّۃِ ہے وہ بالفِعل اس میں ظاہر ظہور ہو جائے۔

عزرائیل دوست کو دوست سے ملاتا ہے

ایک روز حضرت والا نے اپنے ایک مرید کو پوچھا۔ فلاں سے

تیرا کوئی تعلق (رابطہ) ہے یا نہیں"؟ اس نے عرض کی "یا حضرت! وہ تو میرے لئے عزرائیل ہے"!

یہ سنتے ہی حضرت والا کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اور فرمایا: "نعوذ باللہ منہا۔ دوبارہ اس طرح نہ کہنا کیونکہ وہ فراق سے چھڑا کر دوست سے ملاتا ہے۔ اس کو دشمن سمجھنا جہالت اور بڑی بے ادبی ہے ؎

مرگ باشد کہ رساند دوست بہ دوست
مغز صافی شد چو بخراشید پوست

یہ موت ہی ہے جو دوست کو دوست سے ملاتی ہے۔ جب پوست اتار دیا گیا تو مغز صاف ہو گیا۔

دائرۂ امکان

ایک دن حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ العزیز نے فرمایا: "حدیث شریف میں وارد ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی راہ کے متعلق بطور مثال یہ دائرہ اور لکیریں کھینچ کر دکھائیں اور فرمایا کہ ہدایت کا راستہ اس طرح ہے کہ اس کے چاروں طرف نفس اور شیطان بیٹھے ہیں۔

نفس اور شیطان

دائرۂ امکان

راستہ

نفس اور شیطان

اس کے بعد حضرت پیر سائیں نے فرمایا۔ جس وقت طالب اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی راہ پر قدم رکھتا ہے تو نفس اور شیطان جو راہ پر بیٹھے ہیں وہ اس کو ادھر یا اُدھر پھینک دیتے ہیں اور منزل کے اختتام تک ان کی یہ کوشش اور جھگڑا جاری رہتا ہے۔ یہاں تک کہ طالب دائرہ امن میں داخل ہو جائے تو پھر نفس اور شیطان کی مکاریوں سے چھوٹ جاتا اور آزاد رہتا ہے۔ ورنہ جب تک راہ میں ہے اسوقت تک شیطان والے گرداب ضلالت میں پڑ جانے کا اندیشہ ہمیشہ لاحق رہتا ہے۔"

اس مقام پر خلیفہ محمود رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ راہ سے مراد "لَا اِلٰہ" والی منزل ہے۔ اور دائرہ امن سے مقصود "اِلَّا اللہ" کا مقام ہے۔ پس جس وقت طالب لا الٰہ کی وادی سے منزل طے کرے الّا اللہ کی منزل تک آپہنچا ہے تو اس وقت وہ دائرہ امن میں داخل ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف قدسی میں وارد ہے کہ۔ لا الٰہ الا اللہ حِصْنِی فَمَنْ دَخَلَ حِصْنِی اَمِنَ مِنْ عَذَابِی۔ یعنی اللہ جل شانہ فرماتا ہے کہ لا الٰہ الا اللہ میرا قلعہ ہے۔ پس جو شخص میرے قلعے میں داخل ہو گیا وہ میرے عذاب سے مامون ہو گیا۔ یہ امر بھی اہل معنٰے کے نزدیک ظاہر ہے کہ اللہ تعالےٰ جل شانہٗ تمام موجودات و مخلوقات یعنی اشیاء مخلوق پر قادر ہے۔ لیکن اپنی ذات پر قادر نہیں پس جو شخص اپنی ذات کو اس کی ذات میں گم کر دے گا تو وہ اس کے عذاب سے امن پالے گا۔ غور کر کے دیکھو کہ کان نمک میں جب کوئی بھی چیز جا پڑتی ہے تو وہ اپنی حقیقت سے بدل کر نمک کی صورت بن جاتی ہے پھر اللہ تعالےٰ جل شانہٗ کی ذات پاک تو نمک سے بیحد زیادہ قادر و قوی اور محیط الکل ہے۔ اس لئے اس کی ذات پاک میں محو ہو جانے والے کیونکر

اپنی حقیقت سے مبدل ہو کر اس کی صفات سے متصف نہ ہو سکیں گے؟

جب یہ کان نمک والی مثال سمجھ لی گئی۔ تو کُنتُ کَنزاً مخفیاً والی کان کا راز بھی معلوم کر لینا چاہیے۔ کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میں ایک پوشیدہ مخفی کان تھا پھر میں نے حُبِّ ظہور میں عالم شہود میں جلوہ فرمایا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ تمام موجودات و اظلال و اسماء اور صفات وغیرہ سب اس خزانہ میں موجود و مخفی تھے۔ جو کہ بعد میں فَخَلَقتُ الخَلقَ کے اشارے سے عالم شہود میں آئے ہوئے ہیں۔ کیونکہ اس مقام پر خلق بمعنیٰ اظہار ہے۔

لیکن اگر یہ اشیاء اس خزانہ میں موجود نہ ہوتیں۔ تو پھر اس میدان عالم میں ان کا ظہور کیونکر ہو سکتا تھا۔؟ اس لیے کہ عدم محض عدم ہی ہے۔ پس جو کچھ موجود تھا اس کا وجود بھی موجود ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب اس وجود و نُمود نے دوبارہ اپنی اصل کی طرف رجوع کر کے کانِ مخفی میں فنا اختیار کر لی تو وہ کُنتُ کَنزاً مخفیاً سے پیوستہ ہو جائیگا اور اضافت کا پردہ ساقط ہو جائے گا۔ پھر اس کو امن حاصل ہو جائیگا۔ مثنوی شریف میں کیا ہی خوب فرمایا گیا ہے۔

چونکہ بے رنگی اسیر رنگ شد
موسیٰ با موسیٰ در جنگ شد

یعنی جب بے رنگی قیدِ رنگ میں گرفتار ہوگئی تو موسیٰ، موسیٰ کے ساتھ جنگ میں مصروف ہو گیا۔

یعنی وحدت کا مظاہر میں جلوہ گر ہونا متفق الحقیقت اشیاء

کو مختلف نما ظاہر کرتا ہے۔ ؎

چوں بہ بے رنگی رسی کاں داشتی
موسیٰ و فرعون دارند آشتی!

لیکن جب تو اسی بے رنگی کو پہنچ جائیگا۔ جو اصل حقیقت تھی تو پھر تجھکو موسےٰ اور فرعون بھی آپس میں دست دکھائی دیں گے یعنی مختلف دکھائی دینے والی اشیاء بھی ایک حقیقت کے تحت نظر آئیں گی اور اختلاف نہ رہے گا۔

اپنی کمالیت و فیض کو اللہ تعالےٰ کے سپرد کرے

ایک مرتبہ حضرت پیر سائیں قدس اللہ باسرارہ نے فرمایا کہ "
طالب کو جسقدر بھی کمالیت اور فیض حاصل ہو اور حال نصیب ہو تو اسے اللہ تعالےٰ جل شانہٗ کی طرف سپرد کر دے یعنی یوں سمجھے کہ اُسی کی ہی مہربانی شامل حال ہوئی ہے۔ لیکن اگر وہ اس مرتبہ تک نہیں، پہنچ سکتا تو پھر اپنے مرشد کے سپرد کرے تو یہ بھی اس کے لیے افضل ہے۔ لیکن اگر اس نے اپنے نفس کے حوالے کیا یعنی اپنی جد وجہد اور لیاقت اور مستحق ہونے کا نتیجہ جان لیا تو پھر نفس تو اصل ہی سے خیانتی ہے۔ وہ تمام فائدہ کو برباد کر کے چھوڑے گا۔"

بہر رنگے کہ خواہی جامہ مے پوش

ایک دفعہ جب کہ حضرت پیر سائیں قدس اللہ باسرارہ العزیز سفر میں تھے ایک ہندو عامل آپ کے حضور حاضر ہوا۔ اس کے

سر پر بڑی پگڑی بندھی تھی۔ جسم فربہ اور مضبوط تھا۔ بڑے تکبر اور غرور کے ساتھ مونچھیں موڑ کر اوپر کو اٹھا رکھیں تھیں۔ بڑی جلالیت کیساتھ اکڑ کر بیٹھ گیا اور مجلس میں بیٹھے بیٹھے ہر طرف دیکھ رہا تھا۔ صفت جلالیت دیکھنے سے حضرت پیر سائیں قدس سرہٗ پر حال وارد ہوگیا اور طبیعت مبارک پر گریہ و عاجزی کا غلبہ ہوگیا۔ حضرت والا کی اس کیفیت پر حاضرین اس قدر متاثر ہوئے کہ ان پر بھی گریہ طاری ہوگیا۔ اور فقراء جوش میں آگئے۔ مجلس برخواست ہونے کے بعد آپ نے خلیفہ محمود نظامانی علیہ الرحمۃ سے فرمایا "ہمارے گریہ کا سبب کیا تھا" ؟

خلیفہ محمود نے عرض کی۔ یا حضرت! آپ ہی سمجھا دیں "فرمایا کہ اس ہندو کو دیکھنے سے ہم کو اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کی صفت نظر آگئی تھی اسلئے طبیعت پر گریہ و عجز غالب آگیا" سچ ہے ؎

مرد آں باشد کہ باشد شہ شناس

تا شناسد شاہ را در ہر لباس

مرد وہ ہے جو شہ شناس ہو تا کہ وہ شاہ کو ہر لباس میں پہچان لے۔

حقیقتِ توحید

آپ نے ایک روز ارشاد فرمایا کہ "حضرت سلطان العارفین بایزید بسطامیؒ سے کسی شخص نے عرض کی "حضور! مجھے توحید کی حقیقت سمجھا دیں۔

حضرت شیخ نے فرمایا "جا۔ اور کچھ گڑ لیکر آ" وہ شخص گڑ لے آیا۔ حضرت شیخ نے اسے فرمایا "اس گڑ میں سے کچھ حرام جانوروں (مثلاً۔ کوا۔ بیل، کتا، بندر، وغیرہ) کی شکلیں بنا دے اور کچھ حلال جانوروں (مثلاً

مرغ، کبوتر، بکری، بھیڑ وغیرہ) کی شکلیں بنا دے"! اس شخص نے حسب الحکم شکلیں بنا دیں۔ تو حضرت نے فرمایا "حلال جانوروں کی شکلیں ایک طرف رکھ اور حرام جانوروں کی شکلیں دوسری طرف رکھ دے، اور اپنا منہ ان کی طرف سے ہٹا لے" اس شخص نے حلال جانوروں کی شکلیں ایک طرف اور حرام جانوروں کی شکلیں دوسری طرف رکھ دیں۔ اور منہ پھیر کر کھڑا ہو گیا۔

حضرت شیخ نے حلال و حرام جانوروں کی شکلیں یکجا کر کے توڑ پھوڑ دیں اور ملا کر ایک غلولہ بنا دیا۔ پھر۔ اس شخص سے فرمایا "اب اس غلولہ میں سے حلال و حرام جانوروں کی شکلیں جُدا جُدا کر دے"! وہ شخص حیران ہو کر خاموش رہا۔

سلطان العارفین نے فرمایا "هٰذَا التَّوْحِيْدُ" یہ ہے "توحید"

حق جانِ جہاں است، جہاں جملہ بدن

توحید ہمیں است و دگر حیلہ و فن [1]

اربع عناصر سے نظر کو اٹھا

خلیفہ محمود نظامانی علیہ الرحمتہ نے فرمایا "ایک دن فقیر حضرت پیر سائیں روضے دھنی قدّسنا اللہ باسرارہٖ کی خدمت میں حاضر تھا۔ مجھے پیاس لگی۔ میں نے ایک درویش سے کہا۔ مجھ کو پانی پلا دے" درویش پانی لایا تو میں نے پوچھا، "یہ پانی کنوئیں کا ہے یا نہر کا"

یہ سُن کر حضرت نے فرمایا "اربع عناصر سے نظر کو اٹھا اور پانی پی لے"

حضرت والا۔ اس طرح کی چھان بین کرنے والوں کو اکثر یہی ہدایت فرمایا کرتے تھے کہ "اربع عناصر سے نظر کو اٹھا اور تشویش سے باز رہ"

---

[1] حق جلوہ گر ہے صاف حجاب صفات میں   ناداں! تعینات کا پردہ اٹھا کے دیکھ
(ابوالحسنات قادری)

تماشا دیکھ رہا ہے

حضرت پیر سائیں روضے دھنی علیہ الرحمۃ نے ارشاد فرمایا "حضرت میاں صاحب (آپ کے والد و مرشد) علیہ الرحمۃ جب کہیں دو آدمیوں کو آپس میں لڑتے جھگڑتے دیکھتے تو فرمایا کرتے "اللہ تعالیٰ اپنے 'نور' کو آپس میں لڑا کر تماشا دیکھ رہا ہے"!

واضح رہے کہ حضرت میاں صاحب سید محمد بقا شاہ شہید علیہ الرحمۃ حقائق کونی (حقیقت اشیاء دنیوی) کی نسبت نور حق سے فرماتے تھے نہ کہ حق سے۔ اسلیئے کہ حق تعالیٰ حقائق عیانی سے پاک و منزہ ہے جو کم فہم فقیر 'مظاہر' کو 'حق' کہہ دیتے ہیں یہ صحیح نہیں ہے۔

مشاہدۂ وحدت

خلیفہ محمود نظامانی علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ ایک دن میں اور خلیفہ محمد حسین ساکن 'ڈڈر' حضرت پیر سائیں روضے دھنی قدسنا اللہ باسرارہٖ کے ہمراہ ریگستان کے سفر میں تھے اور بہت سی جماعت بھی ساتھ تھی۔ حضرت والا نے توحید کے بیان میں فرمایا "اگر طالب صادق "حاضر دل" ہو جائے تو جو کچھ 'بالقوہ' ہے وہ بالفعل اس پر ظاہر ہو جائے میں نے 'وحدت' کے فکر میں بہت بڑی محنت کی یہاں تک کہ کثرت کا تعین اور محبوب کی وحدت جیسی تھی ویسی ہی مشاہدے میں نظر آئی اور کثرت درمیان سے نکل گئی۔ آفتاب حقیقت اس طرح طلوع ہو گیا کہ کثرت کا نام و نشان تک نہ رہا"

وحدت شہودی اور وحدت وجودی

خلیفہ محمود نظامانی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں کہ "میں نے حضرت والا کی خدمت میں عرض کی کہ "موحّد" وحدت شہودی" کے قائل ہیں اور صوفیاً وحدت وجودی" ہمہ اوست مطلق کے قائل ہیں۔

وحدت شہودی کے قائلین یہ کہتے ہیں کہ آفتاب حقیقت کی روشنی کے غلبہ سے نفس کے تمام ستارے معدوم ہو جاتے ہیں "حضرت والا نے فرمایا" ان کا یہ کہنا بھی وحدت وجودی' کی تائید ہے" میں نے پھر عرض کی وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ کیفیت عدم بصارت کے باعث ہے۔ اگر نظر ناقد رکھتے تو روز روشن میں بھی ستاروں کو دیکھ لیتے" آپ نے فرمایا۔ اسی طرح ہی ہے"

اللہ تعالےٰ ہر جگہ موجود ہے

قاضی محمد شفیع کا بیان ہے کہ ایک روز حضرت والا نے ایک شخص کی سفارش میں میر سہراب کے نام مجھے خط لکھنے کا حکم فرمایا مجھے حضرت والا کے بلند رتبے اور دنیاوی حاکم کی معمولی حیثیت کے پیش نظر عبارت لکھنے میں مشکل پیش آرہی تھی قلم چلتا ہی نہ تھا۔ آپ نے اشارے سے فرمایا "لکھو" دیر کیوں کرتے ہو" میں نے اپنی قلبی کیفیت کا اظہار کیا۔ تو خوشی سے مسکراتے ہوئے فرمایا "جو عبارت بھی تمہارے دل میں آئے لکھ دے۔ مثلاً خداوند خدا ئگان وغیرہ کیونکہ اللہ تعالی ہر جگہ موجود ہے۔

؎ این جہاں صورت است معنےٰ دوست
در بہ معنےٰ نظر کنی ہمہ اوست

اِلّا اللہ ہی سب کچھ ہے۔

خلیفہ محمود نظامانی علیہ الرحمتہ کا بیان کہ ایک روز حضرت والا فقیروں کی دعوتوں پر شہر ٹھٹھہ روانہ ہوئے۔ اس دن مجھے سخت بخار تھا۔ سفر کے دوران آپ کو میری حالت کا علم ہوا تو آپ گھوڑے سے اتر گئے۔ اور آپ کی اتباع میں دوسرے شریک سفر بھی گھوڑوں سے اتر پڑے۔ آپ نے مجھ کو اپنے گھوڑے پر سوار کر دیا، اور خود آگے آگے پیدل چلنے لگے۔ دریں اثناء میں نے یہ شعر پڑھا۔

ڪن ڪري ڪلمون سپ ڪمن سٹ لاءِ
سٹ لاءِ نڪوسي قيرا ۽ تهمة کي حق جوي

ترجمہ:

آپ نے جواب میں فرمایا "تم کیا سمجھے ہو"؟ میں نے عرض کی "لا الٰہ اِلّا اللہ" آپ نے فرمایا "لا کچھ بھی نہیں ہے۔ اِلّا اللہ ہی سب کچھ ہے"

تجھے درخت بوٹے اور گھاس پھونس اسکی خبر دینگے

خلیفہ محمود نظامانی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں۔ میں درگاہ مبارک میں حاضر تھا۔ ایک دن میں نے حضرت والا سے عرض کی۔ یا حضرت! مجھے نہ علم ہے اور نہ ادب پھر مجھے اپنی طلب میں کامیابی کیونکر حاصل ہوگی"؟ حضرت والا نے فرمایا "تجھے درخت بوٹے اور گھاس پھونس اس کی خبر

دیں گے۔ پھر جب مجھ پر سُکر کی حالت طاری ہوئی۔ اس وقت ہر موجود شئے
اَنَاالحق کا نعرہ لگاتی تھی۔ ان نعروں کو میں سنتا اور سمجھتا تھا۔ تمام
اشیاء میں "وجود مطلق" کی کثرت نظر آتی تھی۔ مولٰنا عبدالرحمان جامیؒ
فرماتے ہیں۔ ؎

ہمسایہ و ہم نشیں و ہمرہ ہمہ اوست
در دلق گدا و اطلس شہ ہمہ اوست

ہمسایہ و ہم نشیں و ہمراہی سب وہی ہے۔ گداگر کی گدڑی اور بادشاہ
کے ریشمی لباس میں وہی ہے۔

در انجمن فرق نہانخانہ جمع
باللہ ہمہ اوست ثم باللہ ہمہ اوست

فرق نہانخانہ کی انجمن اور جمع میں اللہ کی قسم سب وہی ہے پھر
اللہ کی قسم سب وہی ہے۔

شاہ عبداللطیف بھٹائی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں۔ ؎

جدڻہ تند تنوار وڻ ٽڻ واڃي هيڪڙي
سيتي شئي ٿيا، سوديَ سزاوار
ھمہ منصور هزار، ڇا ڙهي چاڙهيان ڪيترا

بروبحر اور درختوں میں ایک ہی آواز ہے۔ ہر چیز کو دیکھو سولی کی سزاوار ہے
ہزار ہا منصور ہیں۔ کتنوں کو سولی پر لٹکاؤں۔

ہم معطی حقیقی کا ہاتھ دیکھا کرتے ہیں

کسی سفر کے دوران ایک برتن میں دودھ اور دوسرے برتن میں جلانے کے

لیئے کڑوا تیل بھر کر لایا گیا۔ اور یہ دونوں برتن حضرت والا کی چارپائی کے نیچے رکھ دیئے گئے۔ سوتے وقت مولے ڈنہ فقیر نے غلطی سے دودھ کے بجائے تیل سے پیالہ بھر کر حضرت والا کو پیش کر دیا۔ حضرت والا چپ چاپ تیل کو پی گئے اور فقیر مولے ڈنہ سے کچھ بھی نہ کہا اس کے بعد جب فقیر مولے ڈنہ نے اسی برتن سے پیالہ بھر کر میاں قابل شاہ کو دیا تو قابل شاہ نے کہا یہ تو کڑوا تیل ہے۔ مولے ڈنہ نے کہا یہ دودھ ہے۔ میں ابھی اسی برتن میں سے حضرت والا کو پلا کر آیا ہوں میاں قابل شاہ نے کہا۔ تو نے بہت برا کیا جو حضرت والا کو کڑوا تیل پلا دیا۔ وہ سخت پریشان ہو گیا اور روتے ہوئے حضرت والا کے قدموں پر گر پڑا۔ آپ نے فرمایا۔ تیرا کچھ قصور نہیں۔ تو غمگین نہ ہو۔ ہم معطی حقیقی کا ہاتھ دیکھا کرتے ہیں۔ وہ جو کچھ بھی دیتا ہے۔ وہ اچھا ہی ہوتا ہے۔

فضیلت ذاکرین

ایک مرتبہ حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ نے حدیث شریف سے بیان فرمایا کہ جب کچھ ذکر کرنے والے کسی جگہ اکٹھے ہو کر ذکر میں مشغول ہوتے ہیں تو اللہ تبارک وتعالیٰ ملائکہ کو زمین پر بھیجتا ہے اور ان کو فرماتا ہے کہ جاؤ میرے ذاکر بندوں کو دیکھ کر ان کے حال سے واقفیت حاصل کرو۔ پھر جب ملائکہ کرام آ کر ان ذاکرین کو نہایت شوق، ذوق سے ذکر کرتے دیکھتے ہیں تو ان کے حلقہ کے چوگرد بیٹھ جاتے ہیں اور شیطان کے لشکروں سے جو ان کے دلوں میں وسوسے ڈالتے ہیں ان کی حفاظت کرتے ہیں۔ پس جب وہ ذکر سے فارغ ہوتے ہیں تو ملائکہ اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر ان کے شغلِ ذکر اور ذوق شوق کی کیفیت عرض کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے فرماتا ہے۔ ان بندوں نے جو اس ذوق وشوق سے میرا ذکر کرتے رہے ہیں انہوں نے مجھے دیکھا بھی ہے یا دیدار حاصل ہوئے بغیر ہی ان کو اتنا ذوق وشوق اور لذت حاصل ہے۔؟

ملائکہ عرض کرتے ہیں۔ یارب العالمین! ان بندوں نے تیری ذاتِ پاک کو دیکھا نہیں ہے۔ لیکن اگر ان کو دیدار نصیب ہو جائے تو عجب ذوق وشوق سے تیری ذاتِ پاک میں محو ہی ہو جائیں گے، تب اللہ تبارک وتعالےٰ بکمالِ رحم وکرم فرماتا ہے "اے ملائکہ! گواہ رہو کہ میں نے ان تمام بندوں کو جو حلقۂ ذکر میں داخل تھے۔ بخش دیا"، تو ملائکہ عرض کرتے ہیں کہ یارب العٰلمین! ان میں ایک شخص ایسا بھی ہے

جو ذکر میں شامل نہ تھا بلکہ کسی کام کاج سے ذکر کرنے والوں میں سے ایک شخص کے پاس آکر حلقہ میں بیٹھ گیا تھا۔ تو حکم ہوتا ہے کہ اس ذکر نہ کرنے والے کو بھی ذکر کرنے والوں کے طفیل میں نے بخش دیا۔

اے عزیز! اسی لیئے ایک دوسرے مقام پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد وارد ہے کہ هُمُ الْجُلَسَاءُ لَا یَشْقٰی جَلِیْسُهُمْ یعنی اللہ تعالیٰ کے ان بندوں کے پاس بیٹھنے والوں کو بھی بے نصیب نہ چھوڑا جائے گا۔

تو مر کر دیکھ۔ میں پہنچتا ہوں یا نہیں؟

طیب فقیر راہو کھر ڑد، علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت پیر سائیں قدس اللہ سرہٗ الاقدس نے نماز جمعہ کے بعد کرسی پر بیٹھ کر وعظ بیان فرمایا۔ جس میں ذکر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ اور درود شریف کی فضیلت کا بیان تھا۔ پھر جب وعظ سے فارغ ہو کر کرسی سے اُترے تو فرمایا۔ اے یارو! سنو کہ اللہ تبارک وتعالےٰ کا ہم سے وعدہ ہے اور ہم تم سے وعدہ کرتے ہیں کہ جو شخص ہمیشہ ذکر کرتا رہے گا۔ تو بوقت سکرات (موت) اور قبر اور قیامت میں بھی اسکے ایمان اور اسکی بخشش کے ہم ضامن ہیں۔ اس پر حاجی فقیر نامی ایک بوڑھے شخص کے دل میں وہم پیدا ہوا کہ حضرت والا کے مُرید تو لکھوکھہا ہیں تو پھر ہر ایک کے پاس نزدیک یا دُور حضرت والا کا پہنچنا کیونکر ہو سکے گا؟ اس کے دل میں یہ وہم آتے ہی حضرت والا نے فرمایا۔ او بھائی

بوڑھے ! جو دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھا ہے۔ تو مر کر دیکھ۔ کہ میں تجھے پہنچتا ہوں۔ یا نہیں ؟ "

اے عزیز ! یہ ظاہری آفتاب عین دوپہر کے وقت جب سر پر آ پہنچتا ہے تو تو دیکھتا ہے کہ اس کی شعاعیں کس طرح زمین کے چاروں کناروں پر چمکنے لگتی ہیں۔ پس پیر کامل کو بھی آفتاب حقیقت سمجھ۔ جس کے نور سے تمام جہاں کے سارے ذرات روشن ہو جاتے ہیں تو پھر اس آفتاب کی نظر فیض اثر سے کوئی بھی ذرہ پوشیدہ کیونکر رہ سکتا ہے ؟

ذاکر کا چہرہ روشن ہوتا ہے

غلام محمد فقیر نظامانی علیہ الرحمتہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت پیر سائیں قدس اللہ باسرارہٖ "لاڑ" کا سفر کرتے ہوئے ہمارے گاؤں تشریف فرما ہوئے اور میری درخواست پر میرے گھر میں زیارت کرانے قدم رنجہ فرمایا وہاں میں نے آپ کی خدمت بابرکت میں عرض کی "یا حضرت! ولی محمد نظامانی ہمیشہ ذکر میں مشغول رہتا ہے " ولی محمد بھی وہیں حاضر خدمت تھا۔ آپ نے اس کی طرف نظر فیض اثر سے دیکھ کر فرمایا " ذکر کرنے والوں کا چہرہ دور ہی سے ظاہر ہوتا ہے۔ وہ شخص جسقدر ذکر کرتا ہے اتنا ہی اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کو اس کی زندگی میں یا اس کی وفات کے بعد روشن فرماتا ہے۔ اور اس کی قبر کو کشادہ کر دیتا ہے "

حضرت والا کا ایک مکتوب

بسم اللہ الرحمان الرحیم ۔ الحمد لولیہ ۔ والصلوٰۃ والسلام

علی نبیّہ سیدنا محمد و آلہ و صحبہ و سلم۔ امّا بعد فیقول الفقیر المحتاج الی الغنی الکریم۔

السلام منی الی اولاد الاکابر و الفضلاء اعنی غلام محمد۔ ما ھو المراد۔ اغتنموا عرصتہ العمر۔ واطلبوا فردوس اللہ ای ریاض الجنتہ التی ھی حلق الذکر لان الوقت سیف قاطع۔

گفتم بہ طبیب حال دردِ نہاں   گفتا بجز از دوست ببند دہاں
گفتم زغذا گفت ہمیں خون جگر   گفتم ز پرہیز گفت ز ہر دو جہاں

زیادہ والسلام لاخوانکم و اولادکم و لجمیع جماعۃ الحاضرین تحفہ اسلام متحف باد

ترجمہ: حمد و صلوٰۃ کے بعد۔ یہ فقیر رب غنی کریم کا محتاج یعنی غلام محمد جو فضیلت مآب بزرگوں کی اولاد ہے۔ السلام علیکم کے بعد کہتا ہے زعرصۂ عمر کو غنیمت جانو اور اللہ تعالٰی کے فردوس (بہشت) کی طلب میں رہو۔ جو بحکم حدیث شریف وہ حلقہ ہائے ذکر۔ ہیں کیونکہ وقت ایک کاٹنے والی تلوار ہے۔

طبیب (مرشد) سے میں نے اپنے دردِ نہانی کا ماجرا بیان کیا تو اس نے اس کا علاج بتایا کہ یاد دوست کے سوا اپنے منہ کو بند رکھ۔ پھر میں نے پوچھا غذا کون سی کھاؤں؟

طبیب نے کہا "یہی خون جگر" پیا کر "میں نے پوچھا "پرہیز" بولا "دونوں جہانوں سے"!

زیادہ آپ کے بھائیوں اور اولاد اور جماعت حاضرین کو سلام پہنچیں"

مراتبِ ذکر

حضرت والا۔ فرمایا کرتے تھے کہ طالب کو اوّلاً ذکرِ لسانی میں ذوق حاصل ہوتا ہے۔ اس کے بعد ذکرِ قلبی سے پھر فکر سے۔ پھر قرآن مجید کی تلاوت سے۔ پھر درود شریف سے اس کے بعد تہلیل سے۔ اسی طرح اس کا ذوق درجہ بدرجہ ترقی پذیر رہتا ہے۔ حتیٰ کہ اس کے اشغال میں آخری شغل "تہلیل" ہے۔ یعنی لا الٰہ الا اللہ" کہنا"

طعام بھی کھاؤ اور دل بھی حاضر رکھو

ایک دفعہ حضرت والا کے ساتھ صاحبزادے بھی شریکِ سفر تھے۔ کھانا کھاتے وقت آپ نے صاحبزادگان سے فرمایا" بابا! طعام بھی کھاؤ اور دل بھی حاضر رکھو۔ جب لقمہ منہ میں رکھو اس وقت اسم اللہ۔ اللہ کا تصوّر کرو اور جب حلق سے نیچے اتارو اسوقت اسم ہُو کو تصوّر میں لاؤ"

ایک سانس بھی بغیر یادِ الٰہی نہ لو

ایک دن حضرت والا نے ارشاد فرمایا" جب لوگ جنّت میں داخل ہوں گے اس وقت انکو کچھ بھی دُکھ نہ ہوگا لیکن جو سانس کہ انہوں نے دنیا میں بغیر یادِ الٰہی لیا ہوگا۔ اس کی وجہ سے نہایت شرمسار، غمگین اور پریشان ہوں گے"

دفع مصائب کیلئے ذکرِ الٰہی اکسیر ہے

خلیفہ میاں لقمان کا بیان ہے کہ حضرت والا ، لاڑ ، کے سفر میں تھے کہ آپ کے برادر بزرگ میاں عبدالرسول شاہ کا خط آپ کو ملا۔ جس میں تحریر تھا کہ سرکاری حکمنامہ ملا ہے کہ حضرت والا کی جس اراضی کا مالیہ لگان پہلے معاف تھا وہ اب بھی معاف ہے لیکن جو لوگ بعد میں آکر آباد ہوئے ہیں ان سے تمام مالیہ لگان کی رقوم وصول کی جائینگی۔ اس پر حضرت والا نے فرمایا کہ لوگ اللہ کے ذکر سے غافل ہو گئے تو ان پر حاکم بھی ظالم مقرر ہو گئے" آپ نے خط کے جواب میں لکھا کہ تمام لوگ نماز اور اللہ کے ذکر میں مشغول رہیں" لوگوں نے پابندی کے ساتھ حضرت والا کی ہدایت پر عمل شروع کر دیا۔ جس کی برکت سے تمام مالیہ اور لگان معاف ہو گئے۔

تم سے ہمارا تعلق صرف ذکرِ الٰہی کی وجہ سے ہے

خلیفہ میاں امید علی علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ جب کہ حضرت والا دریا کے اس طرف سفر میں تھے۔ ایک شخص نے حاضر بحضور ہو کر دعوت قبول کرنے کی درخواست کی۔ آپ نے اس کی دعوت کو قبول نہ کرتے ہوئے فرمایا" تم نے ہماری ہدایت کے برخلاف ذکرِ الٰہی کو چھوڑ دیا ہوا ہے اس لیئے دعوت کی اجابت بھی نہیں۔ کیونکہ تم لوگوں سے ہماری نسبت اللہ تعالیٰ کے ذکر ہی کی وجہ سے ہے۔ جب تم لوگوں نے ذکرِ الٰہی چھوڑ دیا تو ہم سے تعلق بھی توڑ دیا"

اپنی ہستی کو مٹا کر اللہ کا نام لو

خلیفہ محمود نتطامانی علیہ الرحمتہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت والا کی خدمت میں عرض کی:۔ یا حضرت! اس شعر کا مطلب کیا ہے۔؟ ؎

ہزار بار بشویم دہن بمشک و گلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

میں اگر ہزار بار بھی مشک وگلاب سے اپنا منہ دھولوں تو بھی تیرا نام لینا کمال بے ادبی ہے۔

آپ نے فرمایا اگر کوئی آدمی خواہ ہزار مرتبہ مشک وگلاب سے منہ کو صاف کر کے اللہ تعالیٰ کا نام زبان پر لائے لیکن اگر وہ اپنی ہستیٔ موہوم کے ساتھ یہ نام مبارک لیتا ہے تو یہ کمال بے ادبی ہے۔ اور اگر اپنی ہستیٔ موہوم کو مٹا کر بیخود ہو کر اللہ تبارک وتعالیٰ کا نام لیتا ہے تو یہ ہزار مرتبہ مشک وگلاب سے منہ دھونے سے تمام بہتر اور کمالِ ادب ہو جائیگا۔ جیسے کہ کسی بزرگ نے فرمایا ہے۔

باخودی کفر بے خودی دین ست
ہر چہ گفتیم مغز او این ست

یعنی اپنی ہستی سے ہونا کفر ہے اور اپنی ہستی کو مٹا دینا دین ہے ہماری تمام گفتگو کا لُبِ لباب یہی ہے۔

شغل فنائے صفاتی

حضرت والا نے فرمایا کہ ایک پیر نے اپنے مُرید کو صفاتِ الٰہی میں

فنا ہونے کا شغل بتایا اور فرمایا کہ و سمیع، یعنی سننے والا۔ و بصیر، یعنی دیکھنے والا۔ و کلیم، یعنی کلام فرمانے والا۔ و قدیر، یعنی صاحب قدرت اور وحی، یعنی زندہ۔ یہ تمام صفات اللہ تعالےٰ جل شانہٗ کی ہیں اور تمام مخلوق میں یہ صفات عاریۃً موجود ہیں۔ طالب کو چاہیے کہ جب اس شغل میں مشغول ہو تو ان تمام صفات کو اپنے آپ سے اور تمام موجودات سے قطع کر کے ان کی نسبت اللہ کی طرف کرے۔ پس جب اس نسبت میں کمال حاصل ہو گیا تو پھر فقط اللہ کے سوا کچھ باقی نہ رہے گا۔

اس شغل میں مشغول ہونے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے دل میں اس کا خیال جمائے اور پھر دماغ میں اس کو حفظ کرا دے پھر اس کا یہ خیال مٹ کر حال بن جائیگا۔ پھر جب حال کمال کو پہنچے گا تو پھر فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ کی حقیقت آشکار ہو جائے گی جس کا مطلب ہے کہ جدھر بھی نگاہ کریگا ادھر ہی اسکو تجلیٔ ربانی دکھائی دے گی۔

بہ ہر طرف کہ بینم جمال تو بینم
ہر آنچہ در نظرم جلوگی تو مے آئی!

جدھر بھی دیکھتا ہوں تیرے جمال ہی کو دیکھتا ہوں۔ جو کچھ میری نظر میں آتا ہے سر بسر تو ہی نظر آتا ہے۔

توئی مقصود گر مشغول غیرم
توئی معبود گر نزدیک و دُورم

اگرچہ بظاہر غیر میں مشغول ہوں لیکن مقصود تو ہی ہے۔ خواہ میں دور ہوں یا نزدیک معبود تو ہی ہے۔

وہ مرید بازار گیا اور اس شغل کا فکر کر کے ایک مقام پر کھڑا ہو گیا۔ اتفاقاً۔ ایک ہاتھی بان ہاتھی پر سوار آرہا تھا۔ اس نے فقیر کو آواز دی کہ یہاں سے ہٹ جا کیونکہ یہ ہاتھی مست ہے کہیں تجھ کو نقصان نہ پہنچا دے۔ لیکن فقیر نے کچھ پرواہ نہ کی۔ جب ہاتھی نزدیک پہنچا۔ اس نے فقیر کو سونڈ میں لپیٹ کر اٹھایا اور زمین پر دے پٹخا۔ جس سے فقیر کا پاؤں ٹوٹ گیا۔

یہ فقیر اسی حال میں اپنے پیر کے پاس پہنچا۔ عرض کی "یا حضرت! آپ نے مجھ کو شغل فنا صفاتی مرحمت فرمایا تھا۔ میں اسی شغل میں مشغول ہو کر بازار میں کھڑا نظارہ کر رہا تھا کہ اتنے میں ایک مست ہاتھی آپہنچا۔ اس نے میرا یہ حال کر دیا ہے۔" پیر نے پوچھا "تجھے کسی نے ہٹ جانے کو بھی کہا تھا یا نہیں"؟

مرید بولا "ہاں جناب! مجھے ہاتھی بان نے پکار کر کہا تھا کہ ہاتھی مست ہے یہاں سے ہٹ جا مگر میں آپ کے ارشاد کے مطابق صفت 'حی' کا خیال جمائے رہا اور وہاں سے نہ ہٹا اور ہاتھی نے آکر مجھے اپنی سونڈ میں لپیٹ کر اٹھایا اور پھر زمین پر پٹخ دیا"!

پیر نے فرمایا "تو نے صفت 'حی' کو پہچانا، مگر صفت 'کلیم' کو نہ پہچانا"؟ یہی وجہ ہے کہ تجھے یہ تکلیف پہنچی[1]"

---

[1] گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی
اگر تو حفظ مراتب نہ کرے تو تو گمراہ ہے۔ (ابوالحسان قادری)

شغل نفی اثبات

حضرت والا کی خدمت میں ایک مرید نے عرض کی یا حضرت! مجھے شغل نفی اثبات کی تعلیم ارشاد فرمائیں یہ حضرت والا یہ سُنکر اس پر بڑے خوش ہوئے اور فرمایا پہلے۔ سانس روک کر حرف "لا" نفسی لطیفے سے شروع کر اور سری اور خفی اور اخفیٰ سے گھما کر معنے کا لحاظ رکھتے ہوئے "الہ" کا لفظ داہنے کندھے پر پہنچا۔ جس کا معنے یہ ہے کہ دوسرا کوئی خدا نہیں۔ اور لفظ "الا اللہ" جس کا معنے ہے۔ مگر اللہ۔ روحی اور سری لطیفے سے لا کر حرف "ھ" کو قلبی لطیفے پر ضرب لگا کر پورا کر اور اکیسویں مرتبہ قلبی تصور سے۔ محمد رسول اللہ۔ کہے صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ اور پھر معنے کا لحاظ رکھتے ہوئے کلمہ کا شغل پورا کرے سانس کو چھوڑ دے لیکن اگر اکیس مرتبہ تک دم بند نہ رکھ سکے تو پانچ یا سات یا نو یا گیارہ تک جس قدر ہو سکے اتنے پر دم کو چھوڑ دے لیکن چھوڑے طاق پر ہی۔ جفت پر نہ چھوڑے۔ مگر اس کی زکواۃ اکیس مرتبہ ہے۔

اے عزیز اس شغل کی قبولیت یہ ہے کہ وجود بشریت کی نفی ہو جائے گی اس کے بعد سالک کو جذبات الہٰی سے جذبہ عطا فرمایا جاتا ہے اور حقیقت کے احوال اس پر وارد ہونے لگتے ہیں۔ اس کی پیاس بڑھتی ہی چلی جائے گی۔ ہر گز سیر نہ ہو گا اور ھل من مزید کا نعرہ لگاتا ہوا آگے بڑھتا جائے گا۔ بس ایسے سالک کی دستگیری اللہ تعالیٰ فرمائے گا اور وہ جلد ہی ولایت کبریٰ کے مقام پر فائز ہو جائے گا۔

ذکرِ ہمہ اوست

حضرت والا کی خدمت میں ایک مُرید نے عرض کیا یا حضرت! جس ذکر کا آپ نے ارشاد فرمایا تھا وہ میں نے کیا ہے۔ جیسے کہ حضور نے فرمایا تھا کہ جب سانس اندر سینے میں جائے تو اسم "اللہ" کے خیال سے قلب پر ماریں اور جب باہر نکلے تو اسم "ھو" ناک سے باہر نکالا جائے میں نے اس ذکر کی تکرار کی ہے۔ اب سارے جسم میں ذکر جاری ہے"
آپ نے فرمایا "یہ "ھمہ اوست" کا ذکر ہے اور سانس اندر لانے اور باہر نکالنے والا بھی اللہ تبارک وتعالیٰ ہی ہے۔ جیسا کہ کسی بزرگ نے فرمایا ہے۔ ؎ نامی ست برمن باقی ھمہ اوست
یعنی مجھ پر صرف میرا نام ہے باقی سب کچھ وہی ہے"

حضرت مولانا عبدالرحمان جامی قدس اللہ بالسرارہ فرماتے ہیں ؎

بخدا غیرِ خدا در دو جہاں چیزے نیست | بے نشاں ہست کز و نام و نشاں چیزے نیست
ہستی تُست حجابِ تو دگرنہ پیداست | کہ بجز دوست دریں پردہ نہاں چیزے نیست

اللہ کی قسم! دونوں جہان میں غیرِ خدا کوئی چیز نہیں ہے۔ وہ بے نشان ہے کہ اسکا نام و نشان کوئی چیز نہیں۔

تیری ہستی ہی تیرے لئے حجاب ہے ورنہ ظاہر ہے کہ اس پردہ میں سوائے دوست کے کوئی چیز چھپی نہیں۔

مولانا معین الدین فراہی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں۔ ؎

کسے کہ عاشق و معشوق خویشتن ہمہ اوست | حریفِ خلوت و ساقی خویشتن ہمہ اوست

(باقی اگلے صفحہ پر)

حاشیہ (بقیہ صفحہ گذشتہ)

اگر تو خرقۂ ہستیٔ خویش پارہ کُنی نظر کُنی کہ دریں زیر پیرہن ہمہ اوست
مگو کہ کثرتِ اشیاء نقیضِ وحدت گشت تو در حقیقتِ اشیا نظر فگن ہمہ اوست
چہ جائے بادہ و جام و کدام ساقی ہست خموش باش مُعینی و دم مزن ہمہ اوست!

جو کوئی کہ عاشق ہے یا معشوق سب کچھ وہی ہے۔ خلوت کا ساتھی۔ اور ساقی سب کچھ وہی ہے۔

اگر تو اپنا خرقۂ ہستی چاک کر کے دیکھے تو تُو دیکھ لے گا کہ اس لباس کے اندر سب کچھ وہی ہے۔

تو یہ نہ کہہ کہ کثرتِ اشیاء "وحدت" کی نقیض ہیں۔ تو حقیقتِ اشیاء کو غور سے دیکھ سب کچھ وہی ہے۔

بادہ و جام کی گنجائش کہاں ہے اور ساقی کون ہے۔؟ اے معین الدین چُپ رہ اور دم نہ مار سب کچھ وہی ہے۔

اور فقیر ابوالحسان قادری غفرلہٗ نے عرض کیا ہے۔ ؎

کعبہ میں دیکھ دَیر و کلیسا میں آکے دیکھ آتشکدہ میں دیکھ صنم خانہ جا کے دیکھ
عقل و خرد کے وہم کو دل سے ہٹا کے دیکھ ہر شئے میں خد و خال اسی دلربا کے دیکھ
بے سُود بحثِ فلسفہ میں زندگی تباہ کر دی تمام، عشق سے اب لَو لگا کے دیکھ
کعبے سے بُت نبی نے نکالے اشارہ تھا دل ماسوا سے توڑ دے جلوے خدا کے دیکھ
کر اَیْنَمَا تُوَلُّوْا ارشادِ حق میں غور ہر سُو وہی ہے۔ غیر کی ہستی مِٹا کے دیکھ
حق جلوہ گر ہے صاف حجابِ صفات میں ناداں! تعینات کا پردہ اُٹھا کے دیکھ
تنکے کی اوٹ آنکھ سے اوجھل ہوا پہاڑ اے بوالحسان آنکھ سے تنکا ہٹا کے دیکھ

حاشیہ ختم

ذکرِ لطائفِ ستّہ

خلیفہ محمود تنطامانی کا بیان ہے کہ جب میں حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہوکر تلقین سے مشرف ہوا تو میں ذکر کرتے ہوئے ذکر سلطانی میں مشغول ہوگیا۔ اور یہ ذکر سارے جسم میں جاری ہوگیا۔ پھر حضرت والا نے فرمایا کہ میں دل کے تصور سے زیادہ مشغول ہوں۔ آپ کے ارشاد کیمطابق میں نے دل سے توجہ رکھی تو اس سے بڑی جمعیت حاصل ہوئی۔ اور ذکر بھی تمام جسم پر غالب آگیا۔ پھر آپ نے ذکرِ لطائف ستّہ، بتایا۔ اور فرمایا کہ نفسی لطیفہ ناف سے دو انگل نیچے ہے اور لطیفہ قلبی کا مقام بائیں پستان سے نیچے ہے اور لطیفہ روحی دائیں پستان کے نیچے۔ سِر کا لطیفہ سینے کے درمیان میں ہے۔ لطیفہ خفی پیشانی میں۔ اور لطیفہ اخفیٰ دماغ میں ہے۔ پھر یہ ترتیب بیان فرمائی کہ پہلے نفسی لطیفے پر اسم 'اللہ' کو خیال سے تکرار کرے یہاں تک کہ جب سانس روکنے سے عاجز آجائے تو دائیں طرف سے ناک بند کرکے بائیں طرف سے آہستہ آہستہ سانس خارج کردے۔ اسی طرح تمام لطیفوں پر ترتیب سے دَور کرے۔ یعنی پہلے 'نفسی' پر پھر 'قلبی'، پھر 'روحی'، پھر 'سِری' پھر 'خفی'، اور پھر 'اخفیٰ'، پر تکرار کرے۔ مگر لطیفہ 'اخفیٰ' پر دیگر لطائف سے دو مرتبہ زیادہ تکرار کرے۔ اور 'طاق' کا لحاظ رکھنا چاہیئے۔ مثلاً اگر دیگر لطائف پر تین تین مرتبہ تکرار کی ہو تو اخفیٰ پر پانچ مرتبہ کرے اور اگر دوسرے لطیفوں پر پانچ مرتبہ کی ہو تو اخفیٰ پر سات مرتبہ کرے۔

اور اسم شریف کی صورت خیال میں رکھنے کے لیے نیچے سے اوپر کا لحاظ رکھنا چاہیئے یعنی نیچے کے لطیفوں سے اوپر کی طرف دور کرنا چاہیئے"۔ خلیفہ محمود کا بیان ہے کہ اس فکر میں ابتداءً مشکل محسوس ہوئی۔ میں نے حضرت والا کی خدمت میں عرض کی "یا حضرت! اس فکر کے تصور میں بڑے ذوق کا حصہ ہوگا"؟ آپ نے فرمایا "جو کچھ سامنے ہے وہ سب نُورٌ عَلیٰ نُور ہے۔ پھر تمام لطیفوں سے بڑے عجائب نظر آئے۔ اور وہ سب اتنے کشادہ دکھائی دینے لگے کہ آسمان و زمین کی وسعت سے بھی زیادہ۔ اور رنگ بھی (جن سے سالکانِ طریقت واقف ہیں) دیکھنے میں آگئے"۔

ایک حسرت دوسری پشیمانی

ایک دفعہ کمال فقیر ٹالپر اور کرم فقیر ٹالپر آپس میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ کہ دوسرے فقراء کی جماعت کو جذب کی حالت ہو جاتی ہے ہم لا الٰہ الا اللہ کا ذکر بھی رات دن کرتے رہتے ہیں۔ اس کے باوجود نہ وجد طاری ہوا اور نہ حال ہی حاصل ہوا"!

ان کی یہ بات چیت حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ العزیز نے سُن لی۔ فرمایا کہ "ابھی رات ہے۔ جب دن ہوگا تب خود ہی ہر کسی کو خبر پڑے گی۔ کہ کس قدر سرمایہ جمع کر کے لایا ہوں"۔ آپ نے پھر ان سے پوچھا کہ "تم کو سکندر بادشاہ کے غار والے احوال کی کچھ خبر ہے کہ کیسا تھا"؟ انہوں نے عرض کی "یا حضرت! ہمیں تو کچھ خبر نہیں ہے"! آپ نے فرمایا "جس وقت سکندر غارِ ظلمات سے واپس ہوا تھا تو

اندھیرے میں گھوڑوں کے پاؤں کو کنکریاں پتھریاں لگ رہی تھیں۔
سکندر نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ ہر شخص یہاں سے یہ کنکر
پتھر اکٹھے کر کے اٹھاتا چلے۔ یہ حکم سن کر سب نے وہاں سے کنکر پتھر اٹھائے۔
پھر کسی نے خورجینیں اور توبڑے بھر کر اپنے گھوڑوں پر لاد لئے۔
بعض نے صرف خورجینیں بھر لیں۔ بعض نے توبڑے بھر لینے پر کفایت
کر لی۔ بعض نے کم بعض نے زیادہ۔ اپنے اپنے خیال کے مطابق پتھریاں
کنکریاں اٹھا لائے۔ لیکن بعض بدنصیبوں نے کچھ بھی نہ اٹھائیں۔
خالی ہاتھ نکل آئے۔ جب اندھیرے غار سے نکل کر باہر آئے۔ تب
دیکھتے کیا ہیں کہ یہ سب کنکر پتھر ہیرے اور جواہرات کے ٹکڑے
تھے جو چمک دمک رہے تھے۔ یہ دیکھ کر۔ جنہوں نے زیادہ اٹھا
لئے تھے انہیں بھی افسوس ہوا کہ اگر اس کی خبر ہوتی تو پلو بھر کر بھی باندھ
لاتے اور جنہوں نے تھوڑے اٹھائے تھے انکو یہ افسوس ہوا کہ اگر
دوسروں جتنے ہی اٹھا لاتے تو بھی اچھا ہوتا۔ لیکن جن بدبختوں نے
کچھ بھی نہ اٹھایا تھا اور شقاوتِ ازلی کے باعث ایسی مفت کی نعمت
سے محروم رہ گئے تھے ان کو دوہرا دکھ پہنچا۔
ایک یہ کہ بادشاہ کے حکم کی عدم تعمیل کا دکھ۔ دوسرا یہ کہ ایسی
بے نظیر مفت کی دولت سے محرومی کا درد۔ مطلب یہ کہ ہر شخص اپنی
جگہ حسرت و افسوس میں ڈوب گیا۔ اسی طرح یہ دنیا بھی۔ اندھیرے
غار کے مانند ہے۔ پھر جو کوئی یہاں پر جس قدر عمل صالح کرے گا
اسی قدر آخرت میں اسکو اسکا اجر مل جائیگا۔ اور جو کچھ بھی نہ کرے گا
اسکو کوئی فائدہ یا اجر پلے نہ پڑے گا تاہم حسرت و افسوس ہر کسی کو اپنے مقدر کے
مطابق ہونا ہے۔"

قہقہہ لگانے سے دل مُردہ ہو جاتا ہے

خلیفہ میاں لقمان رحمتہ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ موٹیل فقیر ترکھان حویلی مبارک کی تیاری کے لیے مسجد شریف کے پیچھے طرف لکڑیاں تیار کر رہا تھا۔ حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ العزیز بھی وہاں تشریف لاکر ایک لکڑی پر بیٹھ گئے۔ دیگر فقراء بھی حاضر تھے اتنے میں ہوت فقیر ساکن درگاہ مبارک۔ جو نابینا تھا وہاں آیا اور قہقہہ لگا کر ہنستے ہوئے بولا ” اے مُلّا موٹیل بیٹھے ہو “ ؟ موٹیل فقیر تو ادب کی وجہ سے کچھ نہ بولا۔ جس سے ہوت فقیر سمجھ گیا کہ حضرت والا تشریف فرما ہیں۔ اور یکدم دو زانو ہو کر خاموش ہو کر بیٹھ گیا۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ ” اے حافظ! تجھکو اللہ تعالےٰ یاد ہے “ ؟ وہ بولا! ہاں جناب! آپ نے فرمایا یوں نہ کہنا چاہیئے۔ تجھ کو اللہ تعالیٰ یاد ہوتا تو تو اس طرح قہقہہ لگا کر نہ ہنستا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ فَلْيَضْحَكُوا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوا كَثِيْرًا۔ یعنی (اے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ انہیں فرمادیں کہ) بس تمہیں چاہیئے کہ تھوڑا ہنسو اور روؤ زیادہ “ اور قہقہہ لگا کر ہنسنے سے دل مُردہ ہو جایا کرتا ہے۔ آپ کا یہ ارشاد مبارک سننے سے حاضرین پر گریہ طاری ہو گیا ؎

گریہ وزاری عجب سرمایہ است
تا بہ شہر دل قوی ترپایہ است

گریہ وزاری عجب سرمایہ ہے۔ حتیٰ کہ یہ شہر دل کیلئے قوی

جو ذکر نہیں کرتے ہم انکی دعوت قبول نہیں کرینگے

ایک دفعہ حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ دورانِ سفر موضع، ٹنڈہ مراد علی نظامانی میں تشریف فرما ہوئے۔ ٹھری سید پور بامان کی طرف سے علاقہ "لاڑ" کے مُرید اکٹھے ہو کر حضرت والا کی دعوتیں کرنے کے متعلق آپس میں مشورے کرنے لگے کہ ظہر نماز کے بعد آپ کی خدمت میں عرض کریں گے اور جیسے بھی ہو سکا آپ کو "لاڑ" لے چلیں گے۔ خلیفہ محمود نظامانی علیہ الرحمتہ کا بیان ہے کہ اس فقیر کو اٹھتے بیٹھتے دل میں خیال آ رہا تھا کہ گویا آپ مجھے حکم فرماتے ہیں کہ تو علاقہ "ملاڑ" میں جا کر وہاں کے فقراء کو ذکر کرانے کی کوشش کر۔ اور گویا میں عرض کرتا ہوں کہ "یا حضرت! لوگ میرے کہنے پر نہیں لگیں گے" پھر حضرت والا فرماتے ہیں کہ ہم تمکو اپنے ہاتھ سے مُہر لگا کر خط لکھ دیں گے"۔ میں نے یہ کیفیت قبل اس کے کہ یہ فقراء حضرتِ والا کو دعوت قبول کرنے کے لیے عرض کریں، حضرت والا کے حضور بیان کی۔ آپ نے فرمایا کہ "یہ لوگ ذکرِ الٰہی نہیں کرتے۔ اسلیئے اب ہم دعوت انہی لوگوں کی قبول کریں گے۔ جو ذکر پر ہمیشگی کرتے ہیں۔ باقی دوسروں کی دعوت پر ہم نہ جائینگے"!

میں نے عرض کی "یا حضرت! لاڑ کے فقراء دعوت کی قبولیت کی امید پر بیٹھے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ ہم حضور کو لاڑ ضرور لے جائیں گے"۔ آپ نے فرمایا "ہم ان کے ساتھ ہرگز نہ جائیں گے"۔ اس پر میں نے آپ کا بازو مبارک پکڑ کر عرض کی "میں آپ کو ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔ حضرت والا کو کیا اختیار ہے کہ آپ نہ چلیں"؟ اے عزیز! اگرچہ ایسی گستاخی تنگ ظرف دنیا داروں کی نظر میں بے ادبی دکھائی دے گی لیکن مذہبِ عشق میں یہ عین ادب ہے۔

جیسا کہ مثنوی میں فرمایا گیا ہے ؎

گفتگوئے عاشقاں در کارِ رب
جوششِ عشق ست نے ترکِ ادب

یعنی۔ اللہ کے کام میں عاشقوں کی گفتگو جوشِ عشق میں ہوتی ہے بے ادبی کے لیے نہیں ہوتی۔

ہر کہ کرد از جامِ حق یک جرعہ نوش
نے ادب ماند در دو نے عقل و ہوش

جس کسی نے جامِ حق سے ایک گھونٹ پی لیا تو پھر اس میں نہ ادب باقی رہتا ہے اور نہ عقل و ہوش ہی قائم رہتا ہے۔ آپ نے میری اس گستاخی پر مسکرا کر فرمایا "تم دعوتوں کے قبول کرنے کے بارے میں کچھ بھی نہ کہو۔ باقی ان لوگوں کے ساتھ جو کچھ ہم کرینگے وہ تم خود دیکھ لوگے"!
پھر نمازِ جمعہ کے بعد آپ نے ایسی وعظ و نصیحت فرمائی کہ تمام جماعت پر گریہ و وجد طاری ہو گیا۔ اور چھوٹے بڑے مرد خواہ عورتوں میں سے کوئی اپنے ہوش میں نہ رہا۔ عصر نماز کے بعد بمشکل ہوش میں آ سکے۔ اگلی صبح آپ درگاہ شریف کو واپس روانہ ہوئے۔ اور کسی کو بھی یہ ہمت نہ ہو سکی۔ کہ وہ آپ کے حضور دعوت کیلئے کچھ عرض و معروض کر سکے۔

تمام مصائب کا علاج

خلیفہ محمود زنگ مانی علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہٖ لقمان ٹالپر کی دیہہ میں تشریف فرما ہوئے۔ وہاں سے آپ نے جانے کی اجازت طلب کی اور چونکہ ان دنوں "لاڑ" کے علاقہ میں

وبا کا بڑا زور تھا اس کے متعلق بھی میں نے دعا فرمانے کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا " وہاں جا کر تمام یاران طریقت سے ملکر ذکر کرنے کی کوشش کرو۔ تو تم تمام تکالیف سے مامون رہو گے۔

دل کی صفائی ذکر سے ہوتی ہے

خلیفہ میاں لقمان علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت پیر سائیں قدس اللہ سرہ الاقدس نے فرمایا کہ " نقشبندی بزرگوں قدس اللہ اسرارھم نے ذکر خفی کو ذکر جہری سے افضل سمجھا ہے مگر ہم ذکر جہری یعنی اونچی آواز سے ذکر کو افضل سمجھتے ہیں اسلیئے کہ ذکر خفی سے صرف قلب کو راحت پہنچتی ہے اور ذکر جہری سے قلب کے علاوہ دوسرے اعضاء کو بھی ذوق و شوق کا حصہ پہنچتا ہے۔ کسی شاعر نے کہا ہے ؎

ذکر کن ذکر تا ترا جان است

پاکیٔ دل ز ذکر رحمان است

جب تک تیرے جسم میں جان ہے ذکر ہی ذکر کرتا رہ۔ کیونکہ دل کی صفائی اللہ تعالےٰ کے ذکر ہی سے ہوتی ہے "

ذکر افضل ہے یا فکر؟

ایک دفعہ حضرت پیر سائیں قدس اللہ باسرارہ کی درگاہ مبارک پر فقراء کے درمیان اس بات پر بحث چلی کہ نوافل تہجد کے بعد ذکر کرنا افضل ہے یا فکر میں مشغول ہونا۔

بعض کہتے تھے کہ اس وقت ذکر زیادہ بہتر ہے اور بعض دوسرے

کہنے لگے کہ نہیں۔ نہیں۔ اس وقت فکر میں مشغول ہونا زیادہ بہتر ہے بالآخر اس امر کا فیصلہ حضرت والا کے حضور پیش ہوا۔ آپ نے فرمایا "ذکر خواہ فکر سے مقصد اعلیٰ اور مطلب اصلی یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ ذوق روحانی حاصل کیا جائے۔ پھر جسکو ذکر سے ذوق زیادہ حاصل ہوتا ہوا سے ذکر کرنا چاہیے اور جس کسی کو فکر میں آرام اور ذوق زیادہ آتا ہے اسکو فکر میں مشغول ہونا زیادہ بہتر ہے"

معمولات پیر سائیں قدس اللہ سرہ

ایک دفعہ خلیفہ محمد زاہد علیہ الرحمۃ نے حضرت پیر سائیں قدس اللہ سرہ الاقدس کی خدمت میں عرض کی "یا حضرت! آپ اس سے قبل زانوؤں پر مراقبہ فرمایا کرتے تھے اور اب دو زانو یعنی نماز کی طرح بیٹھ کر منہ مبارک پر کپڑا ڈال کر مراقبہ فرماتے ہیں۔ اسکا کیا سبب ہے"؟

آپ نے فرمایا "ان دنوں ہم نفی اثبات کا شغل کرتے ہیں"

اے عزیز! آپ اپنی عمر کے آخری دور میں فجر کے بعد سورج کے کافی بلند ہو جانے تک یہ شغل فرماتے تھے اس کے بعد کھڑے ہو کر نوافل اشراق پڑھتے تھے۔ آخر حیات تک آپ نے اس پر مداومت فرمائی ہے۔

مرشد کے شغل سے مرید کو ترقی ملتی ہے

حضرت صاحبزادہ والا تبار میاں محمد شاہ قدس سرہٗ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ آپ ماہ رمضان المبارک میں اعتکاف میں تھے۔ روزہ

افطار کرنے کے وقت ہم سب آپ کی خدمت میں حاضر تھے۔ روزہ افطار کرنے کے بعد آپ نے مجھے فرمایا "اے بابا! آج ہم تمہارے لئے شغل نفی اثبات میں مشغول ہوئے تھے" میں بالحاظ ادب کوئی جواب نہ دے سکا لیکن میں نے دل میں خیال دوڑایا کہ حضرت والا کا یہ فرمانا ہم تمہارے لئے شغل نفی اثبات میں مشغول ہوئے تھے۔ خدا جانے اس کا مطلب کیا ہے؟ دریں اثناء آپ نے میرے دل کے واہمہ پر مطلع ہو کر فرمایا "اے بابا! مرشد کو چاہیئے کہ جس شغل میں مرید کو مشغول کرے۔ تو خود بھی اس شغل کا تکرار کرے کہ اس کے باعث مرید کو اس شغل میں ترقی اور زیادتی حاصل ہوگی۔ اس لیئے ہر آٹھواں دن گذرنے کے پر مرشد کو لازم ہے کہ جملہ اشغال کا دور کیا کرے۔ کہ اس طرح کرنے سے جو مرید جس شغل میں بھی ہوگا اسکو ترقی نصیب ہوگی"

تو پھر مراقبے سے فائدہ کیا؟

حقائق آگاہ میاں سید اول شاہ علیہ الرحمتہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہم کی خدمت بابرکت میں عرض کی "یا حضرت! حالت قبض میں مراقبے سے کچھ فائدہ نہیں پہنچتا۔ اور حالت بسط میں تو مراقبے کی حاجت ہی نہیں رہتی۔ تو پھر مراقبے سے فائدہ کیا ہوا"! آپ نے فرمایا "مبتدی طالبوں کی تعلیم کیلئے"!

بسط کی طرح قبض سے بھی ذوق اٹھائیے

حضرت صاحبزادہ والا اعتبار میاں ہدایت اللہ شاہ علیہ الرحمتہ کا بیان

ہے کہ حضرت پیر سائیں قدس سرہ بزرگان لوئی کے معاملہ کے فیصلے کرنے کی خاطر حاکموں کے کہنے پر مخدوم صاحب محمد عاقل علیہ الرحمۃ کھوٹہرے والوں کے ہمراہ وہاں تشریف لے گئے تھے۔ وہاں پہنچنے کے بعد صحبت ناجنس اور لوئی والے بزرگوں کی غیر ارادت مندی کے باعث فقیروں پر سخت قبض اور توقف وارد ہوا۔ اسی قبض کی وجہ سے صاحبزادہ میاں محمد حسن شاہ نے عرض کی "یا حضرت! جسم میں خارش ہو گئی ہے۔ اسلئے کھجور کے ہیلو کھانے کی مجھے ضرورت ہے۔ مجھے اجازت عطا ہو" آپ نے ان کو اجازت دیدی اور پھر مجھے پوچھا کہ "اے بابا! شاید تم کو بھی قبض ہو"؟ میں نے عرض کی "یا حضرت! قبض تو ہے مگر قبض سے ذوق حاصل ہو رہا ہے" آپ نے فرمایا "طالب کو چاہیئے کہ جسطرح بسط سے لذت کا حصہ لیتا ہے اسی طرح قبض سے بھی ذوق حاصل کرے"۔

پیر سائیں غیر ذاکر کی دعوت قبول نہ فرماتے تھے

حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ العزیز کا معمول تھا کہ دعوت اسی مرید کی قبول فرماتے تھے جس کے متعلق لوگ یہ گواہی دیتے کہ یہ ذکر کیا کرتا ہے۔ اگر کوئی مرید ذاکر نہ ہوتا تو آپ اس کی دعوت قبول نہیں فرماتے تھے جب ایسا مرید توبہ کر کے وسیلے ڈالتا اور بہت زیادہ عاجزی وزاری کرتا تھا تو اس سے ذکر کرتے رہنے کا پختہ وعدہ لیکر خوشی اور ناخوشی سے اس کی دعوت قبول کیا کرتے تھے۔

توبہ کی فضیلت

حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ نے فرمایا: "جس شخص نے کوئی گناہ کیا۔ اور پھر اس گناہ پر وہ نہ پشیمان ہوا اور نہ توبہ کی اور نہ ہی اس کے دل میں اس گناہ کے ارتکاب سے کوئی رنج وغم پیدا ہوا تو وہ گناہ اس کے ذمے رہ جاتا ہے۔ اور جس شخص نے گناہ سے توبہ کی اور بہت زیادہ دکھ اور پشیمانی کا احساس کیا تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ کو معاف فرما دیتا ہے۔ جیسے کہ حدیث شریف میں وارد ہے۔ اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَہٗ۔ یعنی گناہ سے توبہ کرنے والا شخص ایسا ہے کہ گویا اس نے گناہ کیا ہی نہ تھا۔"

تو میں بھی اسکو بخشنے سے نہیں تھکتا

حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ نے فرمایا: "کوئی بھی شخص گناہ سے خالی نہ ہوگا۔ پھر جب کسی شخص سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو اس کو چاہیے کہ اسی وقت وضو کرے اور دو رکعت نفل پڑھ کر بارگاہِ الٰہی میں نہایت عاجزی اور نیازمندی سے التجا کرے کہ اے میرے رب میں دوبارہ اس گناہ کے قریب نہ جاؤں گا۔ جیسے تھن سے نکلا ہوا دودھ دوبارہ تھن میں نہیں جاتا اسی طرح میں بھی تاعمر اس گناہ کی طرف نہ لوٹوں گا۔ پھر اگر بندہ تمام عمر گناہ کرتا رہے اور اسی طرح سچے دل سے توبہ کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر بندہ ایسی عاجزی اور نیاز مندی سے نہیں تھکتا تو میں بھی اسکو بخشنے سے نہیں تھکتا۔"

رحمتش را تشنہ دیدم برگناہ
آب دیدہ خویش را کردم پناہ

اسکی رحمت کو میں نے گناہ پر پیاسا دیکھا۔ تو میں نے اپنے آنسوؤں کو پناہ بنالیا۔

بود عین عفو تو عاصی طلب
عرصۂ عصیاں گرفتم زیں سبب

یارب۔ تیری بخشش کا چشمہ عاصی طلب تھا اس لیے میں نے گناہوں کا میدان اختیار کیا۔

چونکہ ستاری تو دیدم کارساز
ہم بدست خود دریدم پردہ باز

جب میں نے تیری ستاری کو کارساز دیکھا۔ تو میں نے اپنے ہی ہاتھ سے اپنا پردہ پھاڑ ڈالا۔

قطرۂ چند از گنہ گر شد پدید!
درچنیں دریا کجا آید پدید!

اگر مجھ سے گناہوں کے چند قطرے ظاہر ہوگئے تو بھی تیرے وسیع دریائے رحمت میں وہ کہاں باقی رہ سکیں گے ؟

توبہ کرنیوالے پر اللہ تعالیٰ نہایت راضی ہوتا ہے

حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ العزیز نے فرمایا " اللہ تعالےٰ توبہ کرنے والے اور پشیمان ہونے والے بندے پر نہایت خوش ہوتا ہے اور اس کے رجوع و اطاعت پر ایسا خوش ہوتا ہے

جیسے کہ کوئی شخص اُونٹ پر سامانِ خور دونوش لاد کر کسی بیابان میں سفر کر رہا ہو۔ اور وہاں اسکا اونٹ گم ہو جائے اور یہ شخص اونٹ اور سامان خورد ونوش سے مایوس ہو کر اپنی جان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے۔ پھر ایسی مایوسی کی حالت میں اسکا وہ گمشدہ اُونٹ مع سامان اسکو دوبارہ مل جائے تو جس طرح اس وقت اسکو فرحت وخوشی حاصل ہوتی ہے اس طرح اللہ تعالیٰ اپنے تائب بندے سے راضی اور اس پر خوش ہوتا ہے "۔

تم اللہ کی جانب متوجہ نہ ہوئے

حافظ فقیر گنگرو علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں درگاہ مبارک پر حاضر تھا۔ ایک دن حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ نماز ظہر سے فارغ ہو کر بیٹھے تھے کہ اتنے میں آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت صبغۃ اللہ شاہ اوّل قدس اللہ سرہٗ جو کہ ابھی صاحبزادگی کے زمانے میں تھے۔ نماز کے لیے مسجد میں آئے اور اکیلے نماز پڑھی۔ حضرت والا، آپ کو اکیلے نماز پڑھتے دیکھ کر بڑے جوش میں آئے اور ان سے فرمایا کہ "تم سمجھتے ہو کہ ہم پیر کے بیٹے ہیں اور اسی فخر پر عمدہ لباس پہنے امیروں کی طرح گھوڑوں پر سوار ہو کر شہر میں گھومتے ہو۔ ہماری مرضی اور خواہش یہ تھی کہ تم اللہ کی جانب متوجہ ہو جاؤ مگر تم خلق میں مشغول ہو گئے ہو اس لئے ہم تم سے راضی نہیں ہیں۔ اور دوم یہ کہ ہم نے خلیفوں کو تلقین کی اجازت دی تھی اور یہ اس لیے کہ وہ خلق کو اللہ تعالیٰ کی طرف آنے کی دعوت دیں۔ اور بلائیں مگر وہ بھی اپنے لئے لوگوں کے جھگڑے بکھیڑے کر کے بیٹھ رہے ہیں۔ ہم ان سے بھی راضی نہیں ہیں۔

اور دوسرے پھر فقیر ہیں جو خود کو تارک الدنیا کہلاتے ہیں حالنکہ تارک بننے سے قبل ان کا حال یہ تھا کہ لکڑیوں کی بھری اکٹھی کر کے بیچتے اور اس میں سے پاؤ آدھ سیر اناج حاصل کر کے اپنا گذارہ کرتے تھے اور وقت پر دال بھی ہزار حیلوں سے میسر ہوتی تھی۔ اب یہ وہی تارک چار پائیوں پر سوتے ہیں ٹھنڈے پانی کے گھڑے بھر کر چار پائیوں کے نیچے رکھتے ہیں اور اگر ایک وقت روٹی نہیں ملتی تو دل میں کہتے ہیں کہ تمام اوقات میں طعام ملتا رہے تو خوب کھا پی کر سیر ہو کر بیٹھے رہیں ان لوگوں سے بھی ہم راضی نہیں ہیں۔ کیونکہ یہ نفس کی مخالفت نہیں کرتے اور ایک دوسرا گروہ ہے جو تن تنہا ہیں ان کے پاس اسباب دنیوی تھوڑا ہے۔ اس لیئے وہ جلد جلد ہمارے پاس حاضر ہوتے رہتے ہیں اور دوسرے مرید جو اسباب دنیا دی میں مقید ہیں ان کو کہتے ہیں کہ اے دوستو آؤ کہ اکٹھے ہو کر حضرت مرشد کریم کی زیارت کیلیئے درگاہ مبارک پر چلیں۔ پھر وہاں اہل اسباب کے ہاں اچھی طرح گوشت روٹی کھا کر ہمارے پاس آتے ہیں۔ پھر جب دنیا دار آدمی پانچ چھ دن بعد جانے کیلیئے رخصت طلب کرتے ہیں تو یہ فقیر انہیں وعظ سناتے اور کہتے ہیں کہ اتنی جلدی جانے کے لیے اجازت نہ مانگو۔ دو تین دن مزید ٹھہر جاؤ لیکن ان بیچاروں کو دنیا وی مشغولیات کہاں چھوڑتی ہیں۔

بالآخر وہ رخصت لیکر چلے جاتے ہیں اور یہ مجرد چھڑے چھڑل فقیر دو تین دن مزید یہاں رہ کر پھر ان کے پاس جاتے ہیں اور ان پر ملامت کی بارش کر دیتے ہیں کہ تم وہاں ٹھہرے ہی نہیں۔ یکدم پیچھے دوڑ کر لوٹ آئے اور خود دو تین دن مزید ٹھہر جانے کی وجہ سے فخر

کرنے لگتے ہیں۔ ان لوگوں سے بھی ہم راضی نہیں ہوتے۔
پھر حاضرین کی پوری جماعت کو مخاطب کر کے فرمایا کہ "تم سب نے اللہ تعالیٰ کی جانب توجہ نہ کی" اس طرح فرما کر غصہ کے ساتھ حویلی مبارک میں تشریف لے گئے اور عصر نماز میں بھی رنجش کے باعث تشریف فرما نہ ہوئے۔ جس کی وجہ سے جماعت میں فریاد و آہ وزاری مچ گئی۔ پھر از راہ لطف و کرم، نماز مغرب میں تشریف لے آئے۔

قبر میں مرشد کی مدد پہنچتی ہے

خلیفہ محمود نظامانی علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ لاڑ کے سفر میں حضرت پیر سائیں قدس سرہٗ مجھ فقیر کی دعوت پر تشریف لائے اور از راہ لطف و کرم زیارت کرانے میرے گھر میں آئے۔ میں نے کچھ طعام تیار کرایا تھا وہ میں نے خدمت بابرکت میں پیش کیا۔ آپ نے بمعہ صاحبزادگان کرام طعام نوش فرمایا۔ جب طعام سے فارغ ہوئے تو زیارت کے لیے جمع ہو جانے والی خواتین نے دعا کے لیے خدمت عالیہ میں استدعا کی۔ آپ نے سب کے حق میں دعا فرمائی اور اٹھ کھڑے ہوئے۔

دریں اثناء میری پھوپھی نے آپ کے حضور عرض پیش کی کہ "یا حضرت! ہم نے آپ کے دامن میں پناہ لی ہے" حضرت مرشد مکرم کو جوش آ گیا میں نے آپ کے چہرۂ مبارک کی جانب دیکھا تو چہرۂ مبارک سرخ تھا اور پسینے کے قطرے چھلک رہے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ "اے اماں! دامن پکڑنا دور ہے۔

پھوپھی نے پھر یہ مصرعہ عرض کیا ع

اگلا ئیں اوڈ تہ بہ لاکا بہج سندا ئر ؛؛ ہم میلے اوڈہی پھر بھی کھلائیں گے تمہارے

آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا۔

مائی اھیں چنبجن اوڈ جیکی ھلی لابی جیی لوڈ ؛؛ مان نکوہی اوڈ کہا جائیگا جو محبوب کی چال چلیں گے

پھر بطور مثال بیان فرمایا کہ، سرایوں کی قوم۔ جو میاں کے مُرید تھے وہ اپنے نفس کی خواہش پر کام کر کے پھر کہا کرتے تھے کہ "

گھٹ میاں تے۔ گھٹ میاں تے"

اسی غفلت اور نادانی کا نتیجہ یہ نکلا کہ نہ صرف ان کی حکومت برباد ہو گئی بلکہ ان کی جڑھ ہی صاف کٹ گئی۔ اے اماں! جو وقت آدمی مرتا ہے۔ اور اسکو لاکر قبر میں رکھ دیتے ہیں اور ملائکہ جواب سوال پوچھنے اس کے پاس آتے ہیں تب وہ مُردہ بیچارہ چیخ پکار کرنے لگتا ہے۔ اور جن لوگوں کے ساتھ دنیا میں اس کی دوستی تھی ان کو آوازیں دیتا ہے اور مدد کے لیے آہ وزاری کرنے لگتا ہے لیکن دنیا والوں میں سے کوئی بھی اس کے حال سے واقف نہیں ہوتا اور نہ ہی کوئی اس کی فریاد سُنتا ہے اور نہ ہی کوئی اس کی مدد کیلئے جا سکتا ہے۔ مگر اس وقت اس نے جو اللہ کی خاطر اپنے مُرشد سے دوستی رکھی ہو گی وہ کام آجائے گی۔ اور مرشد کامل اس کو ملائکہ کے ہاتھوں سے چھڑا کر آزاد کر دیتا ہے۔ ورنہ اس مشکل وقت میں کوئی بھی اس کی مدد نہیں کرتا۔"

ہوش دل سے سنو

حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ کا یہ معمول تھا کہ آپ بعد از نماز جمعہ منبر پر کھڑے ہو کر وعظ فرمایا کرتے تھے لوگ دور دراز کے علاقوں سے آپ کی اقتداء میں جمعہ ادا کرنے اور آپ کا وعظ سننے بڑی تعداد میں جمع ہو جایا کرتے تھے۔ آپ دوران وعظ قرآن و حدیث اور شریعت و طریقت کے نکات اور حقیقت و معرفت کے اسرار سلف صالحین کے اقوال۔ متاخرین مشائخ کے ارشادات۔ ہر زبان کے اشعار حسب حال بڑی عمدگی کے ساتھ بیان فرمایا کرتے تھے۔ آپ کا وعظ اسقدر پُر تاثیر ہوتا کہ حاضرین پر درد اور وجد طاری ہو جاتا اور لوگ بے اختیار رونے لگتے تھے۔ آپ خود بھی دوران وعظ گریہ فرماتے اور تلقین فرمایا کرتے تھے کہ۔ مبادا کل روز قیامت بوقت حساب کوئی حجت لائے کہ ہمیں کسی نے کچھ سنایا نہ تھا۔ ہوش دل سے سنو۔ ہم تم کو سناتے ہیں کہ یہ جہاں فانی بالآخر چھوڑنا ہے اس لیے اپنے خدا سے تعلق قائم کرلو۔ ہمارا یہ قول۔ کل کے دن تمہاری حجت کو باطل کردے گا جیسے کہ کسی بزرگ نے فرمایا ہے۔ ؎

تدبیر خود امروز کن اے خواجہ کہ فردا
ہر چند کہ فریاد کنی سود ندارد

اے سردار! اپنی تدبیر آج ہی کرلے کہ کل (روز قیامت) خواہ تو کتنی ہی فریاد کرے بے سُود رہے گی۔

گیدڑ پروانہ اور بادشاہ گردی

ایک دن صاحبزادہ والا تبار میاں یاسین شاہ علیہ الرحمتہ حضرت پیر سائیں قدس اللہ سرہٗ سے سبق پڑھ رہے تھے۔ کہ میر سہراب کا ملازم جو اسی روز حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ واپسی کے لیے اجازت لینے وہیں آگیا۔ اجازت لیکر جب وہ مسجد کے دروازے سے باہر جانے لگا تو اس نے اشارے سے حضرت صاحبزادہ صاحب سے بھی اجازت چاہی۔ صاحبزادہ صاحب نے بھی اشارے سے فرمایا کہ کچھ دیر ٹھہرو۔ سبق سے فارغ ہو جائیں تو پھر مل کر اجازت لینا۔ حضرت والا نے یہ حال دیکھ لیا اور فرمایا یہ جو کوئی دولت مند آدمیوں کے ساتھ دوستی اور محبت رکھتا ہے اس کو ان کی دوستی سے ہرگز کوئی بہتری حاصل نہ ہو گی۔ بلکہ اسکو ضرور نقصان ہی پہنچے گا۔ لیکن اگر تم یہ سمجھو کہ ہمارا والد فقیر ہے تو بھی خدا تعالیٰ کی دوستی کے بغیر تمہیں کوئی بھی نہیں پوچھے گا۔ ایک ریگستانی فقیر حاضر تھا اس نے عرض کی۔

"یا حضرت ہم نے آپ کا دامن پکڑا ہے آپ ہمارے لیے محکم سہارا ہیں" اسپر آپ جوش میں آئے اور اس فقیر سے فرمایا "تو ایسی حجتیں اس لیے کرتا ہے کہ تجھے کوئی خبر نہیں ہے"! پھر تمثیلاً فرمایا کہ ایک دفعہ گیدڑوں نے باہم مشورہ کیا کہ آؤ۔ کہ سب اکٹھے ہو کر ہمیں اور شہر کے کتوں کو شہر سے نکال دیں اور آبادی کو اپنے تصرف اور قبضے میں لے آئیں۔ یہ صلاح پکی کر کے سب مل کر اٹھے اور شہر کی جانب روانہ ہوئے۔ جس وقت ایک گاؤں کے قریب پہنچے تو وہاں

کے کتوں کو جو خبر پڑی تو وہ انہیں دیکھتے ہی حملہ آور ہو گئے۔ تمام گیدڑ بھاگ اٹھے اور جنگل میں کوئی کدھر کو جا نکلا اور کوئی کدھر کو۔ لیکن ان میں سے ایک گیدڑ بھاگ نہ سکا اور وہ ایک بنئے کی دکان میں جا چھپا۔ جب رات ہو گئی تو وہاں سے بنئے کی حساب کتاب کی ایک کاپی اٹھا کر گیدڑوں سے آن ملا اور لگا شیخیاں بگھارنے۔ بولا۔ تم نے بھاگنے میں خواہ مخواہ جلدی کی۔ نہیں تو یہ دیکھو کہ میں یہ سند بادشاہ سے لکھوا لایا ہوں۔ آؤ کہ اب واپس چلیں۔ اس کی یہ بات سن کر گیدڑوں کا حوصلہ بڑھا اور اس سند پر اعتماد کر کے دلیر ہو گئے۔ پھر سب مل کر شہر کو چلے جب شہر کے قریب آئے تو پہلے کی طرح کتے پھر ان پر آن کڑکے۔ گیدڑوں نے بڑی مشکل سے بھاگ کر ان سے پیچھا چھڑایا۔ راستے میں بھاگتے ہوئے ایک گیدڑ نے کہا۔ بیٹو! جو بادشاہ سے سند لکھوا کر لایا تھا وہ کہاں گیا۔؟ اسے آواز دے کر بلاؤ کہ وہ سند کتوں کو دکھا دے تا کہ وہ ہمارا پیچھا چھوڑیں۔ اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ وہی گیدڑ دوڑتا ہانپتا ہوا چلا آ رہا ہے۔ گیدڑوں نے اس سے پوچھا "وہ سند تو نے کہاں کی"؟ وہ بولا "ابھی بادشاہ گردی" کا وقت ہے۔ یعنی امن امان قائم نہیں ہوا ہے۔ پھر سند کیونکر دکھائیں"!

بندر اور چالاک چور

بڈھو فقیر نظامانی علیہ الرحمتہ کا بیان ہے کہ حضرت پیر سائیں قدس اللہ باسرارہ صاحبزادہ والا تبار میاں ہدایت اللہ شاہ قدس اللہ سرہ

کی شادی کیلئے اپنے برادرِ خورد سید میاں مرتضیٰ شاہ قدس اللہ سرہ الاقدس کے ہاں تشریف فرما ہوئے۔ عشاء کے وقت چارپائی پر بیٹھے تھے اور وہاں فقراء کو نصیحت فرماتے ہوئے تمثیلاً بیان فرمایا کہ:" ایک دوکاندار کے پاس ایک بندر تھا۔ جب دوکاندار گھر کھانا کھانے یا کسی کام سے کہیں جاتا تو بندر کو دوکان پر چھوڑ جاتا تاکہ وہ دوکان کی رکھوالی کرے۔ ایک دن جب دوکاندار کسی کام سے کہیں گیا تو ایک چور اس بندر کے سامنے آن بیٹھا۔ بندر ہوشیاری کے ساتھ اس چور کو دیکھنے لگا۔ چور بڑا چالاک تھا۔ اس نے سامان چرانے کے لئے بندر کی عادت نقالی سے فائدہ اٹھانے کی ترکیب نکالی۔

چور نے پیشانی پر ہاتھ رکھ کر سلام کیا۔ بندر نے بھی اپنی پیشانی پر ہاتھ رکھ لیا۔ چور نے دونوں ہاتھ جوڑ دیئے۔ بندر نے بھی دونوں ہاتھ جوڑ دیئے۔ چور نے ہنستے ہوئے دانت نکالے۔ بندر نے بھی دانت نکالے۔ آخر میں چور نے اپنی دونوں آنکھوں پر ہاتھ رکھے اور جب بندر نے بھی اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ دیئے تو چور نے جلدی سے چند چیزیں اٹھائیں اور رفوچکر ہو گیا۔

دوکاندار جب دوکان پر آیا تو اس نے کچھ چیزیں غائب پائیں۔ اس نے بندر کو پکڑ کر اس کی خوب پٹائی کی۔ اگلے دن دوکاندار پھر کسی کام سے کہیں گیا۔ دوکان پر بندر بیٹھا تھا۔ وہی چور بندر کے سامنے آن بیٹھا اور پہلے کی طرح اس نے پیشانی پر ہاتھ رکھا۔ بندر نے بھی پیشانی پر ہاتھ رکھ دیا۔ چور نے ہاتھ جوڑے۔ بندر نے بھی ہاتھ جوڑ دیئے۔ چور نے ہنستے ہوئے دانت نکالے۔ بندر

نے بھی دانت نکال دیئے لیکن جب چور نے اپنی آنکھوں پر دونوں ہاتھ رکھے تو بندر آنکھوں پر ہاتھ رکھنے کی بجائے ہاتھوں کی انگلیوں سے آنکھوں کو کھول کر دیکھنے لگا۔ چور نے جب دیکھا کہ بندر ہوشیار ہو گیا ہے اور آنکھیں ڈھانپ نہیں رہا تو مایوس ہو کر خالی ہاتھ واپس چلا گیا۔"

اے عزیز! اس تمثیل کا مطلب یہ ہے کہ بندر جیسا کم عقل حیوان بھی صرف ایک مرتبہ مار کھا لینے سے اپنے کام پر بالکل ہوشیار، خبردار، اور محکم ہو گیا۔ لیکن عجیب حال ہم غافلوں، نادانوں کا ہے کہ اگرچہ ہم اتنی نصیحتیں اور وعظ، نبیوں، ولیوں اور مشائخ عظام کے ارشادات سنتے رہتے ہیں تو بھی ہم اندر کے چور یعنی نفس امارہ کی چوری اور شرارت سے خبردار نہیں ہو سکتے۔ بلکہ اس کی مراد کے مطابق کام کر کے اس کے دھوکہ میں پھنس جاتے ہیں۔

حالانکہ ہم کو صاف طرح بتایا گیا ہے کہ۔ اَعْدٰی عَدُوِّکَ الَّذِیْ بَیْنَ جَنْبَیْکَ۔ یعنی اس دشمن سے عداوت رکھ جو تیرے دونوں پہلوؤں کے درمیان میں ہے۔

آؤ کہ اب اللہ تعالیٰ کی باتیں کریں

صاحبزادہ والا تبار میاں حامد شاہ علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ ایک دن حضرت پیر سائیں قدس اللہ سرہٗ نے صاحبزادگان

کرام سے فرمایا کہ جب وقت آپس میں مل کر بیٹھو اور بیٹھ کر باہم
بات چیت کر رہے ہو تو پھر تم میں سے ایک کو چاہیئے کہ دورانِ
گفتگو دوسروں سے کہے کہ اب ہم بہت باتیں کر چکے۔ آؤ کہ اب
اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی باتیں کریں۔ تاکہ سب شرمسار ہو کر پھر اللہ
تعالیٰ جل شانہٗ کی جانب رجوع کریں۔"

نیّت کا پھل

حضرت والا نے ارشاد فرمایا: کسی شہر میں دو حقیقی بھائی تھے۔ اور یہ دونوں دنیاوی لحاظ سے آسودہ اور خوشحال تھے۔ ان میں سے ایک نے اپنے مال ومتاع سے دستبردار ہو کر درویشی اختیار کرلی اور اپنے مکان کی بالائی منزل میں گوشہ نشین ہو کر یادالہٰی میں مشغول ہو گیا۔ وہ ہر وقت عبادت وریاضت میں مصروف رہتا اور کسی سے کوئی سروکار نہ رکھتا تھا۔

اس کا دوسرا بھائی حسب سابق اپنے کاروبار میں لگا رہا اور دنیاوی دھندوں بکھیڑوں میں الجھا اور بدکاریوں میں مصروف رہا۔ اسی حالت میں دس برس گزر گئے۔ ایک دن اس عابد وزاہد کے دنیادار بھائی کے دل میں خیال آیا کہ میرا بھائی دس برس ہو گئے کہ عبادت وریاضت میں مشغول ہے۔ مگر حیف صد حیف کہ میں نے یہ ساری عمر گناہوں اور بدکاریوں میں رہ کر ضائع کر دی۔ اس خیال کے آنے سے وہ دل سے بڑا پشیمان ہوا۔ اور سچے دل سے توبہ کر کے تہیہ کر لیا کہ اب میں بھی اپنے بھائی کے پاس رہ کر باقیماندہ عمر یادِ الہٰی میں بسر کر دوں گا۔ یہ ارادہ کر کے وہ اپنے بھائی کے پاس جانے کے لیئے سیڑھیاں طے کرنے لگا۔ خدا کی قدرت کہ اسی وقت اسکے عابد وزاہد بھائی کے دل میں یہ خیال اٹھا کہ میرا بھائی تو عیش وعشرت کے ساتھ بڑی شاندار زندگی بسر کر رہا ہے اور ادھر میرا یہ حال ہے کہ میں نے اتنی مدت فاقوں، تکلیفوں

اور زہد و ریاضت میں مصروف رہ کر اپنی زندگی تلخ کر رکھی ہے۔ لہٰذا اب بہتر یوں ہے کہ میں بھی بالاخانہ سے اُتر کر اپنے بھائی کے پاس رہ کر کچھ دن آرام کروں۔ وہ یہ نیت کر کے سیڑھی سے اُترنے لگا۔ ابھی وہ دو تین پائے ہی اُترا تھا کہ اچانک اس کا پاؤں پھسل گیا اور لڑھک کر نیچے گرا اور اسی وقت اس کا بھائی جو اوپر چڑھ رہا تھا۔ اس کے ساتھ آن ٹکرایا اور دونوں بھائی یک لخت فرش پر گر پڑے اور بہ یک وقت دونوں کی جان نکل گئی۔ لیکن، وہ عابد اپنی بدنیتی کے باعث گنہگار ہو کر مرا اور اس کو دوزخ کے حوالے کر دیا گیا اور اسکا گنہگار بھائی نیک نیتی کی بدولت نیک بخت ہو کر مرا۔ وہ عذاب سے نجات پا گیا اور اسے جنت حاصل کر لی۔

حضرت مولانا رومی ارشاد فرماتے ہیں۔ ؎

چوں خیالِ نیک دروے شد پدید
در زمان فسق او شد ناپدید
چوں خیالِ بد ورا در دل گذشت
بندگی دہ سالِ او نابود گشت

جب اس بدکار کے دل میں نیک ارادہ آگیا تو اسکی سار[ی] عمر کے گناہ ایک گھڑی میں معاف ہو گئے۔

اور جب اس عابد کے دل میں ارادہٴ بد نے سر اُٹھایا تو اس کی د[س] برس کی عبادت نابود ہو کر رہ گئی۔

چنانچہ۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ۔ اِنَّمَا الاَعمَالُ بِالنِّیَّاتِ۔ تمام اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔ جیسی نیت ویسی مراد"!

موجودہ فقراء کا حال

ایک مرتبہ حضرت والا نے فرمایا "موجودہ زمانے میں ہم اس طرح کے فقیر ہیں کہ اگر کوئی دنیا دار آدمی ہم کو ایک پیسہ دیکر یہ کہے کہ مجھے دو نفل کا ثواب بخش دے۔ تو فوراً دو نفل نماز ایک پیسہ کے عوض اسکو دے دیں گے، لیکن اگر کوئی ہم سے ایک پیسہ، مانگ بیٹھے تو ہم ایک پیسہ ہرگز نہ دیں گے"۔

مُرشد پر مُرید کا کیا حق ہے

حضرت والا، سے کسی نے پوچھا "یا حضرت! مرید کا حق امانت مُرشد پر کس قدر رہے"؟ آپ نے فرمایا "اگر مرید کے اعتقاد و یقین میں طلب بھی شامل ہو تو پھر اس کا یہ حق مُرشد پر ہے۔ کہ وہ اس کو دنیاوی زندگی ہی میں امانت عطا کردے۔ لیکن اگر مرید کو اعتقاد و یقین تو حاصل ہو مگر طلب نہ ہو تو پھر مُرشد پر یہ حق ہے کہ بوقت سکرات، وہ اسکو امانت ادا کرکے رخصت کرے۔
لیکن، اگر مرید میں طلب تو ہے مگر اعتقاد و یقین نہیں ہے تو ایسے مُرید کا مرشد پر کچھ بھی حق نہیں ہے"۔

تصانیفِ کُفّار کا مُطالعہ درست نہیں

خلیفہ محمود نظامانی رحمتہ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ حضرت مُرشدِ مُعظم قدسنا اللہ باسرہٖ ایک مرتبہ "لاڑ" کے سفر میں بہادر فقیر نظامانی کی دعوت پر

تشریف فرما ہوئے۔ غلام علی ولد بہادر نظامانی زیارت کرنے کیلئے آپ کو اپنی احویلی کی طرف لے کر جا رہا تھا۔ میں بھی حضرت والا کے ہمراہ تھا۔ میری بغل میں ایک کتاب "دیوان میر" تھی جس کا مصنّف سیّد جان شاہ عنایتی تھا جو روہڑی کا باشندہ تھا۔ یہ کتاب میں نے اسی روز غلام علی فقیر نظامانی سے مطالعہ کے لیے مانگ کرلی تھی۔

حضرت والا جب حویلی سے باہر تشریف لائے۔ مجھ سے پوچھا۔ یہ کون سی کتاب ہے"؟ میں نے عرض کی" یا حضرت! دیوان میر کا نسخہ ہے۔ میں نے غلام علی سے مطالعہ کے لیے لیا ہے"۔

آپ نے فرمایا اس نسخے کا مطالعہ کرنا درست نہیں ہے کیونکہ یہ کافروں کی تصنیف ہے"۔

اے عزیز! آپ کا یہ ارشاد اس وجہ سے تھا کہ عنایتی فقیروں کے طریقے میں کفار اور مسلمانوں میں کوئی امتیاز نہیں۔ یہ لوگ کھانے، پینے اور دیگر امور میں کچھ بھی فرق نہیں کرتے حالانکہ مشائخ متقدمین خواہ متاخرین میں سے کسی کا یہ طریقہ نہیں جس میں کفار کو فقراء کے ساتھ نسبت ہو سکے اور قرآن مجید میں بھی ارشاد وارد ہے۔ لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ۔ یعنی اے مسلمانو! میرے اور اپنے دشمنوں یعنی کفار کو اپنا دوست نہ بناؤ۔ پس جب کہ ان عنایتیوں کی اس حکم کے برخلاف کفار سے دوستی ہے اس لیے نصِ قرآن سے ان کا کفر ثابت ہوتا ہے۔

چار شخصوں سے دوستی نہ چاہیے

حضرت پیر سائیں قدس اللہ سرہٗ نے فرمایا۔ چار شخصوں سے میل ملاپ نہ کرنا چاہیے۔

(۱) مجذوب دیوانہ (۲) عورت (۳) بچہ (۴) احمق مجہول

ایک ٹکے کی عورت

ایک مرتبہ حضرت والا قدس اللہ سرہٗ نے فرمایا۔ طالبانِ طریقت سے باطنی امانت دوسرا کوئی بھی ڈاکو چھین نہیں سکتا۔ لیکن ایک ٹکے کی عورت چھین کر اسے برباد کر دے گی۔

اے عزیز! آپ کے اس ارشاد مبارک پر یہ حدیث شریف شاہد ہے۔ اَلنِّسَآءُ حَبَائِلُ الشَّیْطَانِ۔ یعنی عورتیں شیطان کی رسیاں ہیں جس طرح دوسری چیزیں رسی سے باندھ کر قابو کی جاتی ہیں۔ اسی طرح ابلیس ملعون بھی مبتدی طالبوں کو عورتوں والی رسی سے باندھ کر قابو کر لیا کرتا ہے۔ یعنی۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی طلب سے روک دیتا ہے۔

محروم اور بے نصیب رہ جانے کی وجہ

ایک دفعہ حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہٗ نے فرمایا کہ پہلے زمانہ کے طالبانِ حق کو ایسا اعتقاد اور اخلاص اور نیت کا خلوص حاصل ہوا کرتا تھا کہ وہ اونٹوں سے بھی اللہ جل شانہٗ کی معرفت حاصل کر لیا کرتے تھے۔ لیکن آج کل کے آدمی اعتقاد نہ ہونے اور اولیاء

کرام و مرشد ان کامل کی بے ادبی کرنے اور ان سے صحیح اعتقاد نہ رکھنے کی وجہ سے فیضیاب نہیں ہوتے۔ بلکہ محروم اور بے نصیب رہ جاتے ہیں۔ ایسے بے ادب لوگوں کے متعلق قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے۔ یَنْظُرُوْنَ اِلَیْکَ وَھُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ۔ یعنی۔ اے محبوب رسول اصلے اللہ علیہ وسلم یہ بے ادب لوگ بظاہر تو تیری طرف دیکھ رہے ہیں لیکن حقیقۃً وہ تجھے نہیں دیکھتے کیوں کہ ان کے اندر والی آنکھ اندھی اور ان کی بصیرت گم ہو چکی ہے۔ ایسے لوگوں کے بے نصیب رہ جانے کا سبب یہ ہوا کرتا ہے کہ ان کے دل اور ان کی نیتیں صاف نہیں ہوا کرتیں۔ حالانکہ اللہ تبارک وتعالے کی نظر بندوں کے دلوں اور نیتوں پر ہے۔ اعمال ظاہری پر نہیں۔ جیسا کہ اس پر حدیث شریف بھی شاہد ہے کہ فرمایا گیا ہے کہ۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَلَا اِلٰی اَعْمَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَّنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَنِیَّاتِکُمْ۔ یعنی۔ بلاشبہ۔ اللہ پاک جل وعلا شانہٗ تمہاری صورتوں اور تمہارے اعمال کو نہیں دیکھتا بلکہ اس کی نظر تمہارے دلوں اور نیتوں پر ہے۔ دوسری حدیث میں سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ نِیَّۃُ الْمُؤْمِنِ خَیْرٌ مِّنْ عَمَلِہٖ۔ یعنی مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔

تیری پشت سے دو قطب پیدا ہونگے

ایک دفعہ حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ العزیز نے ارشاد فرمایا کہ ایک صاحب کمال بزرگ بیت الخلاء کی جانب چلا۔ اور اس

کا ایک مرید اس کے پیچھے پانی کا لوٹا لیکر چلا۔ جب وہ بزرگ بیت الخلا میں داخل ہوا تو دیکھا کہ وہاں روٹی کا ایک ٹکڑا پڑا ہے۔ اس کو اٹھا کر وہ باہر آیا اور مرید کے ہاتھ میں دیکر فرمایا کہ اسے پکڑو۔ کہ میں بیت الخلا سے فارغ ہو کر آؤں۔ جب وہ بزرگ بیت الخلا میں چلا گیا تو اس مرید نے وہ روٹی کا ٹکڑا کھالیا۔ وہ بزرگ بیت الخلا سے فارغ ہو کر نکلا تو وضو کرنے کے بعد اپنے مرید سے وہ روٹی کا ٹکڑا طلب کیا۔ مرید نے عرض کی یہ یا حضرت! اس مسکین نے روٹی کا ٹکڑا اس خیال سے کھالیا کہ بیت الخلا میں پڑا ہوا ٹکڑا حضور کے کھانے کے لائق نہیں ہے اس لیئے میں ہی کھالیتا ہوں۔

بزرگ نے فرمایا۔ اگرچہ تو میری اجازت کے بغیر ٹکڑا کھا کر میری بے ادبی کا مرتکب ہوا ہے اور لیکن چونکہ تیری نیت صحیح و درست ہے اس لیئے تیری پشت سے قطب پیدا ہوں گے"۔!

جب مرینگے آنکھ کھلے گی

ایک دفعہ حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ نے فرمایا۔ ایک بادشاہ معہ لشکر سفر کر رہا تھا۔ شہزادہ بھی بادشاہ کے ہمراہ تھا۔ رات کے اندھیرے میں چلتے ہوئے جب ایک پتھریلی زمین سے گذرے تو اتفاقاً شہزادے کی گراں بہا انگوٹھی گر پڑی اور بہت تلاش کرنے کے باوجود نہ ملی۔

بادشاہ نے کہا۔ بیٹا! جس مقام پر انگوٹھی گری ہے وہاں سے سب کنکریاں اٹھا کر ساتھ لے چلو۔ پھر جب دن چڑھے گا تو

ان میں سے آسانی سے انگوٹھی مل جائے گی۔

پھر فرمایا: یہ جہان بھی اندھیری رات کے مانند ہے اور اس میں نیک و بد خلط ملط ہیں جن کا امتیاز مشکل ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ اَلنَّاسُ نِیَامٌ اِذَا مَاتُوْا انْتَبَهُوْا۔ یعنی یہ ظاہری حیاتی والے لوگ گہری نیند میں ہیں جب مرینگے بیدار ہوں گے۔ اور ان کی آنکھیں کھلیں گی۔ اس لیئے اس شعر کے بموجب کہ

ہر بیشہ گمان مبر کہ خالی ست

شاید کہ پلنگ خفتہ باشد

ہر جنگل کے بارے میں یہ خیال نہ رکھ کہ خالی ہوگا۔ ہو سکتا ہے اس میں کوئی شیر سو رہا ہو۔

ہر کسی کے بارے میں نیک گمان رکھنا چاہیئے اسلئے کہ کل قیامت کے دن، خود کو نیک گمان کا فائدہ ہی ملنا ہے ؎

خورش دہ بہ گنجشک و کبک و حمام

کہ یک روزت افتد ہمائے بہ دام

یعنی عام طور پر چڑیوں، فاختاؤں اور کبوتروں کو دانہ ڈالتے رہو کہ کسی دن ہما، تمہارے دام میں آجائے۔

نہ دانی کہ چوں راہ بردم بہ دوست

کہ ہر کس کہ پیش آمدم گفتم اوست

تو نہیں جانتا کہ راہ چلتے مجھ کو دوست کیونکر ہاتھ آیا۔ میں نے یہ طریقہ اختیار کر رکھا تھا کہ جو بھی میرے سامنے آتا تھا میں کہا کرتا تھا کہ یہ وہی ہے۔

چالاکی اور بوالفضولی نشانِ بے نصیبی ہے

خلیفہ میاں امید علی علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت پیر سائیں قدس اللہ سرہٗ الاقدس کی خدمت میں میں حاضر تھا کہ ایک ہندوستانی سیلانی شخص آپ کے حضور حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی یا حضرت! مطلوب حقیقی کی طلب میں کتنے ہی مقامات میں گیا ہوں مگر۔ کہیں تو مجھ سے کہا گیا کہ آٹا پیسا جا رہا ہے انتظار کرے تو ہم تجھے بھی کھلا دیں گے۔ میں وہاں نہ ٹھہرا۔ دوسرے مقام پر کہا گیا کہ آٹا گوندھا جا رہا ہے۔ بعض نے کہا کہ روٹی ایک طرف سے پک چکی ہے دوسری طرف سے پک رہی ہے۔ اس لیے انتظار کر مگر میں کہیں بھی نہ رُکا اور سیدھا آپ کے خدمت میں حاضر ہو گیا ہوں تاکہ آپ اپنے ابر کرامت اور دریائے نعمت سے اس پیاسے پر یکدم توجہ عمیم کی عنایت فرما دیں۔

آپ یہ سن کر جوش میں آ گئے اور اس سے فرمایا کہ اے یار! اس قدر جرأت و تجبت خداوند ذوالجلال کی بارگاہ میں کسی کو بھی حاصل نہیں ہے۔ اور نہ کرنی ہی چاہیئے۔ بلکہ یہ روش نشان بے نصیبی ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کے دروازے پر تضرع اور زاری درکار ہے۔ کیونکہ یہاں پر عاجزی ہی قبول کی جاتی ہے۔ چالاکی اور بوالفضولی کو یہاں کچھ دخل نہیں۔ اسکے بعد آپ نے اپنی زبان حق ترجمان سے فرمایا ع جز عجز جز بیچارگی نقد سے ندارد۔ یعنی۔ سرداری کیلئے عاجزی اور بیچارگی کے علاوہ اور کوئی سرمایہ نہیں ہے۔

جس نے کسی بھی ولی کی شکایت کی اس نے اپنے مرشد کی شکایت کی

ایک دفعہ حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ ٹنڈہ لقمان ٹاپر میں فروکش تھے۔ بوقت عصر بلوچوں کی ایک جماعت جو گھوڑوں پر سوار اتفاقاً وہاں سے گذرے۔ انہوں نے حضرت والا کو دیکھا تو گھوڑوں سے اترے اور آپ کی زیارت کے لیے حاضر بحضور ہو گئے۔ ان بلوچوں میں سے ایک شخص نے عرض کی! یا حضرت! آپ کے مرید بزرگان لواری شریف کی شکایت کرتے ہیں"! آپ نے فرمایا کہ "جو شخص کسی بھی بزرگ کے خاندان کی شکایت کرے گا تو اس نے گویا اپنے مرشد کی شکایت کی"

آپ کا یہ ارشاد مبارک سنتے ہی ان بلوچوں کا سرگردہ جو سونے کی تلوار باندھے بیٹھا تھا وجد میں آگیا۔ کپڑے اور ہتھیار اُتار کر پھینک دیئے۔ گھوڑا بمعہ سازوسامان حضرت والا کے حضور نذر کر دیا اور تارک الدنیا ہو کر فقیر بن کر آپ کی خدمت میں بیٹھ رہا۔

اے عزیز! حضرت والا کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کا وجود مسعود حقیقت میں ایک ہے۔ محض صورتوں کا اختلاف ہے۔ جیسے کہ قرآن مجید میں بھی اس کی جانب اشارۃً فرمایا گیا ہے۔ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ۔ یعنی ہم اللہ تعالیٰ کے رسولوں میں کوئی تفریق نہیں کرتے۔ اسی طرح اولیاء کرام کا وجود بھی متحد سمجھنا چاہیے جو حقیقت میں ایک اور ظاہری صورتوں میں مختلف ہے۔ اس لیے

کہ یہ حضرات بھی انبیاء کرام کے قدم بہ قدم پیرو ہیں۔

ادب، باطنی فیض کا دروازہ کھولتا ہے

ایک دفعہ حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ کلہوڑوں کی دیہہ میں تشریف فرما ہوئے۔ رات کے وقت آپ کو بخار کی حرارت ہوگئی اس لیے صبح کو دوسری طرف روانگی کی تیاری میں دیر واقع ہوگئی۔ اسی حال میں آپ آرام فرما رہے تھے۔ دریں اثنا آپ کے بھتیجے میاں محمد علی شاہ ولد میاں مرتضےٰ علی شاہ قدس اللہ سرہٗ الاقدس وہاں آئے اور چارپائی کی پائنتی پر دوسرے فقیروں کے پیچھے بیٹھ رہے۔ حضرت والا نے فقراء سے فرمایا "اے یارو! میاں محمد علیشاہ تمہارے پیچھے بیٹھا ہے۔ اسکو جگہ دیدو کہ وہ آگے آکر بیٹھے۔ حدِ ادب سیادت اور حضرت میاں صاحب قدس اللہ تعالےٰ سرہٗ الاقدس کی اولاد ہونے کو مدنظر رکھو۔ جبکہ مرشد اور مرشد کی اولاد کی بے ادبی فیض باطنی کے بند ہو جانے کا سبب ہے اس لیے ہم دو رکعت نمازِ نفل پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے اس بے ادبی کی معافی مانگ کر اٹھینگے۔ ہم نے اپنا اور اپنی اولاد کا ادب مریدوں کو بخش چھوڑا ہے۔ اس لئے ہماری اولاد میں سے اگر کوئی فقیروں کے پیچھے آ بیٹھتا ہے ہم کچھ بھی نہیں کہا کرتے۔ مگر دیگر سادات اور حضرت میاں صاحب قدس اللہ تعالےٰ سرہٗ الاقدس کی اولاد کے ادب کو ملحوظ رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ لہٰذا تم حدِ ادب سے تجاوز نہ کرو کیونکہ ادب فیض باطنی کا دروازہ کھولتا ہے اور بے ادبی بے نصیبی کی علامت ہے"۔

اے عزیز! مرشد اور اس کی اولاد کی بے ادبی کو بھی اسی طرح سمجھنا چاہیئے کہ اگرچہ آپ معاف فرمادیں تو بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے ہرگز معاف نہ ہوگی۔ بے ادبی بے نصیبی کی بڑی دلیل ہے۔"

احمقانہ فخر کرنے والے

خلیفہ میاں لقمان رحمتہ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ نے فرمایا "بعض بے ادب اور نالائق اشخاص ہمارے پاس آتے ہیں اور ہم انہیں کچھ نہیں کہتے۔ بلکہ بظاہر ہنسی خوشی کے ساتھ ان سے گفتگو کرتے ہیں پھر جب یہ باہر نکلتے ہیں تو فخر کرنے لگتے ہیں کہ پیر ہم سے راضی خوشی ہے کہ اس نے ہمارے ساتھ ہنسی خوشی بات کی ہے۔ مگر یہ احمق اتنا نہیں سمجھتے کہ پیر ان سے ہنس کر بات نہیں کرتا بلکہ ان کی حماقت و نالائقی پر ہنستا ہے۔"

اپنے مرشد کے علاوہ دیگر بزرگوں کا ادب بھی لازم ہے

خلیفہ میاں لقمان علیہ الرحمتہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ درگاہ مبارک والی مسجد میں بیٹھے وعظ و نصیحت فرما رہے تھے کہ "اے یارو! فقراء کو ادب درکار ہے۔ اپنے طریقہ کے علاوہ جو دوسرے طریقے ہیں ان کا بے ادب نہیں ہونا چاہیئے۔ کیونکہ یہود و نصاریٰ اپنے انبیاء کے دین پر تھے لیکن حضرت پیغمبر کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے دین متین سے منکر ہونے کے باعث اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے ان کو خراب کر کے چھوڑا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص فقراء

کے دیگر طریقوں کی عیب جوئی کرے گا تو وہ بھی یہودیوں اور نصرانیوں جیسا کہلائے گا۔ تاہم سب کو اپنے مرشد جیسا نہ سمجھا جائے گا۔ مرشد کو مرشد کرکے دیکھا جاتا ہے۔ اور دوسروں کا بھی ارادتمند بن کر رہا جائے۔ ان کا انکار نہ کیا جائے۔ لیکن اگر کوئی نالائق انکار کرے گا تو وہ یہودی یا نصرانی ہوگا۔"

نا اہل کا اثرِ بد

خلیفہ محمود نظامانی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت پیر سائیں قدس اللہ سرہٗ تعلقہ لاڑکانہ میں فروکش تھے۔ ہم حضور میں حاضر تھے۔ اس وقت آپ اپنی زبان حق ترجمان سے حقیقت و معرفت کے ایسے غیبی اسرار کا اظہار فرما رہے تھے جو حد سے باہر تھے۔ گفتگو چل رہی تھی کہ یکایک آپ کی زبان پر خاموشی مسلط ہو گئی۔ آپ نے اسی وقت چاروں طرف نظر فرمائی تو ایک شخص فریاد کرتے ہوئے پکارا" جناب! میری بھینسیں فلاں شخص چھین کر لے گیا ہے۔ خدا کے لیئے مجھے واپس دلا دیں"۔ آپ نے فرمایا" ہماری زبان پر خاموشی کا اثر اسی کی وجہ سے ہی تھا"۔ کسی بزرگ نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

گر ہزاراں طالبند و یک ملول

از رسالت باز مے ماند رسول

یعنی اگر ایک ہزار طالب ہوں اور ان میں ایک ملول شخص شامل ہو جائے تو رسول اپنی رسالت سے رک جاتا ہے"۔

مولانا بحر العلوم فرماتے ہیں کہ یہاں "رسول" سے مراد "نائب رسول"

ہے۔ یعنی عارف کامل اور رسالت سے نہ سر ربانی مراد ہیں۔ یعنی اگر ہزاروں صاحب استعداد لوگوں کے درمیان ایک بھی نااہل وغیر محرم شخص ہو گا تو بھی عارف کامل اسرار ظاہر نہ فرمائے گا۔

نقش پا کا احترام!

ایک دفعہ حضرت پیر سائیں قدس سرہ نے فرمایا کہ ایک بزرگ نماز جمعہ ادا کرنے کے لیے مصلے پر کھڑا ہوا تو اتفاقاً اس کا ایک مرید وہاں آ گیا۔ بزرگ نے اس سے فرمایا "ادھر آ میرے ساتھ مل کر مصلے پر کھڑا ہو جا" مرید نے عرض کی یا حضرت! حضور سے مل کر مصلے پر پاؤں رکھنا بے ادبی ہے" بزرگ نے فرمایا "اگر مصلے پر پاؤں رکھنا بے ادبی ہے تو پھر میری زبان پر پاؤں رکھ دینا کونسا ادب ہے؟ کہ تو میرے حکم سے تجاوز کر رہا ہے۔

اے عزیز! مرشد کے حکم کی مخالفت گویا اسکی زبان پر پاؤں رکھنا ہے۔

پرکھنے کا طریقہ

رمضان فقیر سہتہ علیہ الرحمتہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت پیر سائیں قدس سرہ سفر کے دوران موضع سید پور میں قیام پذیر تھے۔ وہاں ایک کوہستانی فقیر آیا اور پرے ہٹ کر بیٹھ گیا۔ اس کے دل میں خیال گذرا کہ دیکھوں تو سہی کہ حال کیا ہے۔ خدا جانے کنوئیں میں پانی ہے بھی یا نہیں۔ ! حضرت والا پر اس کے دل کا یہ خیال منکشف ہو گیا۔

فرمایا کہ میاں اے فقیر! بدگمان نہیں ہونا چاہیئے۔ خدا جانے

اس کنویں میں پانی ہے بھی یا نہیں۔ پہلے اپنا گھڑا یقین کے رسہ سے باندھ کر کنویں میں ڈال کر دیکھا جائے۔ پھر اگر پانی سے بھرا نکلے تو منہ نہ موڑا جائے اور اگر خالی نکلے تو پھر جو کچھ کہو وہ مناسب ہے۔

اے عزیز! اس فقیر کے اس خیال کا مطلب یہ تھا کہ حضرت والا، صاحب ولایت ہیں یا نہیں۔؟ آپ نے اس کے اس خیال کو اپنے ضمیر خورشید نظیر کی لطافت سے معلوم فرما کر اسکو جواب دیا کہ اے فقیر! روشن ضمیروں کے سامنے ایسے فاسد خیالات دل میں نہ لانے چاہئیں کیونکہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ ظُنُّوا بِالْمُؤْمِنِیْنَ خَیْرًا یعنی مومنوں کے بارے میں خیر کا گمان رکھو۔ مولانا شیخ سعدی رحمتہ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

ہر بیشہ گماں مبر کہ خالی ست
شاید کہ پلنگ خفتہ باشد

ہر جنگل کے متعلق یہ خیال نہ کر کہ خالی ہی ہو گا۔ ہو سکتا ہے کہ کہیں شیر سو رہا ہو۔

غلو سے بچو

خلیفہ میاں لقمان علیہ الرحمتہ کا بیان ہے کہ حضرت پیر سائیں قدس سنااللہ باسرارہ نے فرمایا کہ "مرید کو اپنے مرشد کے ساتھ شریعت کے مطابق اعتقاد و یقین رکھنا چاہیئے۔ نصاریٰ کی طرح غلو نہیں کرنا چاہیئے۔ کہ انہوں نے اپنے نبی کو ابن اللہ کہکر اپنی گمراہی کا نتیجہ حاصل کر لیا۔"

تو نے اسکو علم وادب سکھایا تھا؟

ایک دفعہ حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ کے حضور ایک شخص نے اپنے بیٹے کی شکایت کی کہ "حضرت! میرا یہ بیٹا میری داڑھی پکڑ کر مجھے مار پیٹ کیا کرتا ہے"!

آپ نے فرمایا "تو نے اپنے بیٹے کو اسکے بچپن میں علم وادب کی کچھ تعلیم دلائی تھی"؟

اس نے کہا "نہیں جناب! یہ بچپن میں مویشی چرایا کرتا تھا اس نے کچھ بھی علم نہیں پڑھا" حضرت والا نے فرمایا "تو پھر اب اس کا تیرے ساتھ بے ادبی سے پیش آنا اس کا حق ہے۔ کہ تو نے اسکو بچپن میں علم وادب سکھایا ہی نہیں"!

رسولِ خدا کے بے ادب کی بخشش نہ ہوگی

قاضی محمد شفیع علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ نے فرمایا "مثلاً اگر کوئی شخص دل میں یہ ارادہ کر لے کہ دین سے منحرف ہوگیا اور پھر اس پر پشیمان ہو کر اس فعل سے توبہ کرے تو اللہ جل شانہٗ اس کا گناہ معاف کردے گا۔ لیکن اگر اپنے دل میں یہ خیال لائے کہ میں اپنے مرشد سے منحرف ہوگیا تو پھر اس کے بعد خواہ ہزار مرتبہ توبہ کرے تو بھی ہرگز اس کی توبہ قبول نہ ہوگی اور وہ شخص گندے انڈے کے مانند ہے کہ چاہے سو مرغیوں کے نیچے رکھا جائے تو بھی اس میں بچہ پیدا نہ ہوگا اور نہ ہی وہ کسی کے کام آسکے گا۔

؎ محمد بہ بخشد گنہگار حق را
ولے حق نہ بخشد خطائے محمد

حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے گنہگار کو معاف فرما دیتے ہیں لیکن اللہ تعالےٰ اپنے محبوب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطاکار بے ادب کو نہ بخشے گا۔

بے ادبی کا وبال

ایک دفعہ حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہٖ نے فرمایا "ان لوگوں کے حال پر تعجب ہوتا ہے۔ کہ جنہوں نے اللہ تعالےٰ جل شانہٗ کی طلب میں اپنی ہستیٔ موہوم سے قدم آگے رکھ بھی دیا تھا۔ وہ پھر دوبارہ اسی ہستی کے نیچے پستی میں کیونکر آ گئے"؟

پھر تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد فرمایا "اس کا سبب بے ادبی ہے"! [1]

---

[1] سلف صالحین علیہم الرحمۃ کا ارشاد ہے۔ اَلطَّرِیْقَۃُ وَالتَّصَوُّفُ کُلُّہٗ اَدَبٌ۔ یعنی طریقت اور تصوف کلیۃً ادب ہے۔ ادب نہیں تو کچھ بھی نہیں۔ ؎

بے ادباں مقصود نہ حاصل نہ در گاہے ڈھوئی
تے منزل مقصود نہ پہنچے با جھ ادب دے کوئی

حضرت مولانا رومی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے ؎

از خدا خواہیم توفیقِ ادب
بے ادب محروم ماند از فضلِ رب

ہم اللہ تعالےٰ سے ادب کی توفیق مانگتے ہیں۔ جو بے ادب ہوا فضلِ رب سے محروم رہ گیا۔
(ابو الحسان قادری)

بلّے کا حج کو جانا

حضرت والا نے فرمایا۔ ایک بلّے نے چھوٹی چھوٹی مچھلیوں کی ایک تسبیح بنا کر اپنے گلے میں ڈالی اور چوہوں کو دعوت دی کہ میں نے اپنے گناہوں سے توبہ کرلی ہے اور پچھلے گناہ بخشوانے کے لیے حج کو جانے کے لیے تیار ہوا ہوں تم بھی میرے ساتھ چلو تاکہ حرمین طیبین کی زیارت سے مشرف ہو آئیں۔ چوہوں نے بلّے کے گلے میں مچھلیوں کی تسبیح دیکھی تو ان کو یقین آ گیا کہ واقعی اس نے گناہوں سے توبہ کرلی ہے۔ بہت سارے چوہے حرمین شریفین کی زیارت کے شوق میں جمع ہو گئے اور بلے کی رفاقت میں حج کو روانہ ہو گئے۔

راستے میں بلّے کو جب بھوک لگتی تھی تو وہ چوہوں سے کہتا کہ اے رفیقو! آؤ کہ سب ملکر گائیں اور ناچیں تاکہ سفر کی تھکن دور ہو جائے اور پھر تازہ دم ہو کر آگے کو بڑھیں۔ پھر جہاں گرد و غبار زیادہ ہوتا وہاں چوہوں کے ساتھ ناچنے کودنے لگتا۔ ان کی اجتماعی اچھل کود سے بہت زیادہ گرد و غبار اڑتا یہاں تک وہ ایک دوسرے کو دیکھ نہ سکتے جب یہ صورت حال پیدا ہو جاتی تو بلّا موقع پاکر کسی ایک چوہے کو دبوچ لیتا اور فوراً چٹ کر جاتا تھا۔

اسی طرح کئی دن ہوتا رہا۔ تو چوہوں کو محسوس ہونے لگا کہ ان کی تعداد روز بروز کم ہوتی جا رہی ہے لیکن چونکہ انکو اپنے راہنما بلّے پر اعتبار آچکا تھا۔ سفر میں چلتے رہے۔

دو تین دن مزید گزرے تو چوہوں کی تعداد بہت کم باقی رہ گئی۔ یہ

دیکھ کر چوہے مکر بڑے ہیں نے پوچھا کہ جب ہم پر رونہ ہوتے تو ہماری تعداد بہت تھی اور اب تھوڑے سے رہ گئے ہیں آخر اس کی وجہ کیا ہے۔ ؟ ایک بوڑھا چوہا بولا۔ مجھے یوں نظر آتا ہے کہ ہماری تعداد کم ہونے کا راز ناچ گانے کی مجلس میں ہی مضمر ہے۔ اس لئے اس کا سراغ لگانا چاہیے۔ بالآخر یہ تجویز پاس ہوئی کہ آئندہ جب ناچ گانے کی محفل منعقد ہو تو ایک چوہا۔ الگ بیٹھ کر غور سے دیکھتا رہے کہ کیا ہوتا ہے "!

چلتے چلتے جب گرد وغبار والی زمین آئی تو حسب معمول بلے نے سب کو گانے اور ناچنے کا حکم دیا۔ سب اچھل کود میں لگ گئے۔ جب گرد اُڑ کر چھا گئی تو اس چوکیدار چوہے نے دیکھا کہ بلا ایک چوہے کو خاموشی سے منہ میں دبوچے ہوئے ہے۔ وہ دوڑ کر بلے کے پاس پہنچا۔ اور پوچھا۔ حاجی صاحب! حج کو کس راستے چلیں گے؟ بلے نے دبوچے ہوئے چوہے پر دانت جما کر جواب دیا "جدے سے"!

لِلّٰہ فی اللہ

ایک دنو حضرت وال، قیدیوں کو رہائی دلانے کے لیے خیرپور میں میر سہراب کے پاس تشریف لے گئے۔ لیکن میر سہراب نے ٹھہرے لیکر اگلی صبح تک کچھ جواب نہ دیا اور نہ ہی کسی مترت کا اظہار کیا۔ انشراق کے بعد گاجی فقیر نے عرض کی "یا حضرت! میر سہراب کہتا ہے کہ میرے بیٹے میر غلام حیدر کے پیٹ میں درد ہو گیا ہے۔ آپ دعا فرمائیں کہ وہ تندرست ہو جائے اور قیدیوں کے نام بھی لکھ کر دے دیں تاکہ میں ان کو آزاد کر دوں" حضرت والا نے جواب میں دعا دی "میرے

صاحب نے کہا کہ وہ قیدیوں کو بلا کسی شرط کے آزاد کر دے اس کے بعد ہم بھی انشاء اللہ اس کے بیٹے کی صحت کے لیئے دعا کر دیں گے۔ یہ پیغام سن کر میر سہراب نے قیدیوں کو رہا کر دیا اور حضرت والا کی دعا سے اسکا بیٹا بھی تندرست ہو گیا۔

ریاکار جہنم میں ڈال دیئے جائیں گے

ایک مرتبہ حضرت پیر سائیں روضے دھنی قدس اللہ سرہ نے حدیث کی کتاب "کنز العباد" سے بیان فرمایا کہ۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ جل شانہ قرآن شریف کے حافظوں سے پوچھے گا کہ "تم نے دنیا میں کون سے عمل کیئے تھے" وہ عرض کریں گے "یا اللہ! ہم نے تیری خاطر قرآن شریف حفظ کیا تھا" اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا "کَذَبْتَ" یعنی تم نے جھوٹ بولا" تم نے قرآن مجید صرف اس لیئے حفظ کیا تھا کہ لوگ تم کو "حافظ صاحب" کہیں۔ سو تمہارا مقصود تم کو دنیا میں حاصل ہو گیا کہ لوگ تمکو حافظ صاحب، کہتے رہے۔ پھر ملائکہ کو حکم ہو گا کہ "ان کو پکڑ کر دوزخ میں ڈال دو"

پھر علماء کو حاضر کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ ان سے فرمائے گا "تم نے دنیا میں کیا کیا تھا"؟ وہ کہینگے "ہم نے ہم تیری خاطر علم حاصل کیا اور شائقین علم، طالب علموں کو علم سے بہرہ یاب کرتے رہتے ہیں"! اللہ تعالیٰ تو ظاہر و باطن سب کچھ جاننے والا ہے وہ ان سے فرمائیگا "کَذَبْتَ" تم نے جھوٹ بولا" تم نے میری خاطر علم نہیں پڑھا تھا بلکہ اس لئے کہ لوگ تمہیں عالم اور مولوی کہیں۔ سو دنیا میں تم کو یہ کہا گیا اور تمہارا مقصد پورا ہو گیا۔ اب جاؤ دوزخ میں"

پھر زاہدوں کی باری آئے گی۔ اللہ تعالےٰ ان سے پوچھے گا "تم دنیا میں کون سے کام میں مشغول رہے"؟ وہ بیان کریں گے کہ "تیری خاطر دنیا میں زہد کیا۔ دنیا سے منہ موڑ کر نفس سے مقابلہ کرتے رہے ہیں۔ ریاضت میں مشغول رہے ہیں" اللہ تعالےٰ ان سے فرمائے گا "کَذَبْتَ" تم نے جھوٹ بولا" تم نے صرف زاہد کہلانے کے شوق میں یہ تکالیف اٹھائیں۔ میری خاطر نہیں۔ سو تم کو زاھد کہا گیا۔ پھر ملائکہ کو حکم ہوگا اور وہ دوزخ میں پھینک دیئے جائیں گے"

پھر آئیں گے "عابد" ان سے سوال ہوگا "تم نے دنیا میں کیا کچھ کیا"؟ وہ عرض کریں گے کہ "تیری رضا کے لیئے عبادت کرتے رہے ہیں"! اللہ تعالےٰ ان سے فرمائے گا۔ کَذَبْتَ۔ تم نے جھوٹ بولا" تم نے میری خاطر عبادت نہیں کی۔ بلکہ تم لوگوں میں خود کو عابد کہلانے کے لیئے عبادت کرتے رہے ہو۔

سو دنیا میں تم کو عابد کہا گیا۔ اب چلو دوزخ میں اور موکلوں کو حکم ہوگا کہ ان کو دوزخ میں داخل کردو" اسی طرح دیگر ریاکار جماعتوں سے بھی پرسش کی جائے گی اور ان کے اعمال قبول نہ کر کے انہیں دوزخ میں داخل کر دیا جائیگا"

حضرت علی اور کافر پہلوان

حضرت والا نے فرمایا۔ حضرت امیر المومنین، امام الشجعین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ کسی کافر پہلوان سے دوران جنگ مقابلہ کر رہے تھے۔ آپ نے کافر پہلوان کو زمین سے اٹھا کر پٹخ دیا۔ اس کے اوپر چڑھ بیٹھے۔ اپنے میان سے خنجر نکال کر اس کے حلق پر رکھ دیا۔ کافر پہلوان اپنے حلق پر خنجر رکھا دیکھ کر اپنی زندگی سے مایوس ہو گیا۔ تو اس نے اپنے اندر کی پلیدی اور بغض کی وجہ سے حضرت علی کے چاند سے چہرے پر تھوک دیا۔ حضرت علی فوراً اس کے سینے سے اُتر گئے اور کافر پہلوان کو بالکل چھوڑ دیا۔

آپ کا یہ رَدِّیہ دیکھ کر کافر پہلوان حیران رہ گیا۔ وہ بولا۔ اے علی! میں نے اپنی پوری طاقت سے آپ کا مقابلہ کیا۔ لیکن آپ نے مجھ پر غالب آکر مجھے پچھاڑ دیا۔ مجھے قتل کرنے کے لیے خنجر میرے حلق پر رکھ دیا۔ اور میں نے اپنی زندگی سے مایوس ہو کر بغض و نفرت کی وجہ سے آپ کے چہرہ پر تھوک دیا۔ میری یہی ایک بے ادبی و گستاخی میرا سر کاٹ ڈالنے کے لیے کافی تھی۔ لیکن میری اس حرکت پر مزید غصہ میں آجانے کے بجائے مجھ دشمن کو آپ نے بالکل چھوڑ دیا۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میں تم سے محض رضائے الٰہی حاصل کرنے کی خاطر۔ اس کے حکم کی تعمیل میں جنگ کر رہا تھا۔ لیکن جب تو نے میرے چہرے پر تھوکا تو میں نے سوچا کہ جو کام میں خالصتہً اللہ کی خاطر

کر رہا تھا اب اس میں میرے نفس کا غصہ بھی شامل ہو گیا ہے۔ تو میں نے اللہ کے معاملے میں اپنے نفس کو شریک کرنا مناسب نہ سمجھا اور تجھے چھوڑ دیا۔

حضرت مولانا رومی قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں۔ ؎

گفت من تیغ از پئے حق مے زنم
بندۂ حقم نہ مامورِ تنم
شیرِ حقم نیستم شیرِ ہوا
فعلِ من بر دینِ من باشد گواہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں خاص اللہ کی خاطر تلوار چلاتا ہوں۔ میں بندۂ حق ہوں۔

میں بندۂ نفس نہیں ہوں۔ میں 'حق' کا شیر ہوں۔ خواہشات کا شیر نہیں ہوں۔ میں سب کچھ اس لیے کرتا ہوں کہ میرا فعل میرے دین پر گواہ ہو۔

وہ کافر پہلوان آپ کی یہ معقول تقریر سُن کر دینِ اسلام کی حقانیت کا قائل ہو گیا۔ وہ بولا: "ایسے نازک وقت میں آپ کے رحم کے مظاہرہ سے ثابت ہو گیا کہ آپ کا دین برحق ہے۔ یہ کہہ کر اس نے کلمہ شہادت پڑھ لیا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دستِ حق پرست پر مشرف بہ اسلام ہو گیا۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی للہیت

حضرت والا نے فرمایا۔ ایک مرتبہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ، کسی

راستے پر چلے جا رہے تھے۔ آپ کا غلام آپ کے ہمراہ تھا۔ آپ نے غلام کو کسی کام کا حکم فرمایا۔ اس غلام نے آپ کے حکم کی تعمیل کے بجائے دانت نکال دیئے۔ گستاخی سے ہنسنے لگا۔ گویا آپ کا مذاق اڑا رہا ہو۔ یہ دیکھ کر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہٗ ہنس دیئے اور فرمایا "تیرا یہ خیال ہو گا کہ تیری اس حکم عدولی وگستاخی پر تجھے مار پیٹ کروں گا یا تجھ کو برا بھلا کہوں گا۔ جا میں نے تجھ کو لوجہ اللہ تعالےٰ آزاد کر دیا"

اگر تیرے دل میں یہ خیال پیدا نہ ہوتا تو

خلیفہ میاں بخش علی ٹالپور جو حضرت والا کا مُرید تھا۔ صاحب کشف اور مستجاب الدعوات تھا۔ ایک مرتبہ بارش کے موسم میں خلیفہ سے کچھ آدمیوں نے پوچھا۔ اس وقت بارش آئیگی یا نہیں"؟

اس نے کہہ دیا۔ اس وقت بارش ہوگی"! تھوڑی دیر بعد وہ حضرت والا کی خدمت میں آیا اور عرض کی "یا حضرت! مجھ سے پوچھا گیا تھا کہ اس وقت بارش ہوگی یا نہیں۔؟ میں نے کہہ دیا کہ ہوگی۔ لیکن معاً میرے دل میں خیال آیا کہ خدا جانے بارش ہو یا نہ ہو"!

حضرت والا نے فرمایا "اگر تیرے دل میں یہ خیال پیدا نہ ہوتا تو بارش ضرور ہو جاتی۔ لیکن اب نہیں ہوگی"

ہمارا مقصود صرف رضائے خدا اور رسولِ خدا ہے

خلیفہ میاں لقمان کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میری دعوت پر حضرت والا "لاڑ" میں تشریف لائے۔ آپ میرے مکان میں رونق افروز تھے کہ سادات

علمأ کی ایک جماعت حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ اس وقت اپنے صاحبزادے میاں صبغت اللہ کو مثنوی کا سبق پڑھا رہے تھے نہایت دلکش آواز میں مثنوی پڑھتے اور معنےٰ بیان فرما رہے تھے۔ اسی دوران، سید محمد صدیق سید پوری نے عرض کی "یا حضرت! اللہ تعالےٰ خلیفہ لقمان کی عمر دراز کرے اور اسے سلامت رکھے کہ اس کے طفیل ہمیں بھی آپ کی زیارت نصیب ہو جاتی ہے۔ اور آپ نے یہ بھی اچھا ہی کیا کہ آپ اپنے ساتھ اپنے کم سن صاجزادے کو بھی لے آئے ہیں کہ اس طرح علم حاصل کرنے کے علاوہ مریدوں کی جان پہچان بھی اسے ہوتی رہے گی"!

آپ نے یہ نامعقول بات سن کر فرمایا "ہم صاجزادے کو مریدوں کی جان پہچان کرانے ساتھ نہیں لائے بلکہ صرف علم پڑھانے کی خاطر لائے ہیں اور ہم جو سفر کرتے اور کہیں آتے جاتے ہیں تو اس کا مطلب بھی یہ نہیں ہوتا کہ ہم مریدوں سے خدمت کرا کر خوش ہوں۔ بلکہ خاص اللہ تعالےٰ کے حکم کے بموجب اور اس کی اور اس کے محبوب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی حاصل کرنے کی خاطر سفر کیا کرتے ہیں۔ اس لیے کہ ہم اُمتِ محمدیہ کے خدمتگار ہیں"

شکاری کے آنسو

ایک دفعہ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ ایک شخص چڑی مار شکاری نے جال لگایا۔ تو اس کے جال میں بہت سے کبوتر آن پھنسے۔ وہ شکاری دوڑ کر پہنچا۔ اور ایک ایک کبوتر کو نکال کر ان کو ذبح کر کے ان کے

پَر نوچ کر اور ٹانگیں توڑ کر ایک طرف پھینکنے لگا۔ سردی کا موسم تھا اور سرد ہوا چل رہی تھی۔ سردی کی شدت کی وجہ سے شکاری کی آنکھوں سے پانی بہنے لگا۔ جال میں سے ایک کبوتر شکاری کے منہ کی طرف دیکھتے ہوئے بولا "یہ شخص کتنا رحم دل ہے کہ ہماری قید کی سختیوں کو دیکھ کر آنسو بہا رہا ہے" یہ سُن کر ایک بوڑھے کبوتر نے جواب دیا "ارے بیوقوف! اس شخص کی آنکھوں کی طرف نہ دیکھ۔ بلکہ اس کے ہاتھوں کی طرف توجہ کر کے دیکھ کہ یہ کس کاروائی میں لگے ہوئے ہیں"

سرمایۂ عزیز کا ضیاع

ایک مرتبہ حضرت والا نے فرمایا "جو شخص اپنی عمر، ریاء اور دنیا کے حصول کی خاطر عبادت و ریاضت میں گذار دیتا ہے اور خالصۃً للہ کوئی عمل نہیں کرتا اس نے دنیائے دُوں کے لیئے اپنا سرمایۂ عزیز ضائع کر دیا۔ اس شخص کی مثال اس بافندہ کی مانند ہے جسے کھڈی چلاتے تانی چڑھاتے سب نے دیکھا مگر کپڑے کا کوئی تھان اتارتے کسی نے نہ دیکھا"

دنیا داروں کی خیرات

ایک روز حضرت والا نے فرمایا "دنیا داروں کا خیرات کرنا۔ پیشاب کرنے کی مثال ہے۔ جیسے کہ کسی کو پیشاب جب تنگ کر دیتا ہے تو وہ پیشاب کرتا ہے۔ اسی طرح دنیا دار بھی کوئی چیز اسوقت فقیروں کو دیتے ہیں جب کسی وجہ سے مجبور ہو جاتے ہیں۔ محض اللہ کی خاطر یا خوشی سے نہیں دیتے۔ یہ لوگ تکمیل تو اپنی خواہش کی کرتے ہیں مگر بہانہ للّٰہیت کا کر دیتے ہیں" ؎

نفس خود را کش تو دِل را زندہ کن — خواجہ را کشتہ است او را بندہ کن

نفس مکار است مکرے زایدت — گر نماز و روزہ اَت فرمایدت

اپنے نفس کو مار اور دل کو زندہ کر۔ اس نفس نے تیرے سردار یعنی دِل کو مار دیا ہے اس پر قابو پا۔

نفس مکار ہے اور مکر ہی کریگا اگرچہ تجھے نماز روزہ کے لیے حکم کرے۔

احسان جتانا

ایک دن حضرت والا نے فرمایا "جن دنوں مسجد تعمیر ہو رہی تھی۔ مسجد کے ستونوں کے لیے پتھر کے بلاک خرید کرلانے کے لیے ہم نے خلیفہ عبدالرحمان کو روپے دیکر "سونڈے" میں سید قبول محمد اور محمد صدیق کے پاس بھیجا۔ راستے میں اسے قیصر فقیر نظامانی مل گیا اس نے خلیفہ کو مسجد کی تعمیر میں خرچ کرنے کے لیے مبلغ بیس روپے دیئے اور پھر ہماری طرف خط بھیج دیا کہ میں نے بیس روپے دیئے ہیں۔

اس کے خط لکھنے سے معلوم ہوا کہ وہ ہمیں یہ جتانا چاہتا ہے کہ میں نے یہ رقم دی ہے۔ جو ایک طرح سے احسان جتانے کے مترادف ہے ورنہ اللہ جل شانہٗ تو ویسے بھی علیمٌ بِذاتِ الصُّدُورِ ہے۔ اس کے حضور اپنے کاموں کی اطلاع دینے کی کیا ضرورت؟

ریاء کا وبال

حضرت والا نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا "حدیث شریف میں وارد ہے کہ اگر کوئی شخص ریاء کیلئے ایک نفل پڑھتا ہے تو اس کی ستر برس کی مقبول عبادت ضایع ہو جاتی ہے۔"

حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمتہ نے فرمایا ہے ۔

بسا نام نیکوئی پنجاہ سال
کہ یک نام زشتش کند پایمال

اکثر اوقات۔ پچاس سالہ نیک نامی کو محض ایک ہی بدنامی پامال کر ڈالتی ہے۔

میری آنکھ صرف ایک کو ہی دیکھتی ہے

فیروز نظامانی کا بیان ہے کہ ایک دن حضرت والا نے ارشاد فرمایا "ایک مرید اپنے پیر کے ساتھ رابطے میں 'متحد الوجود' تھا۔ اُسے مرشد نے فرمایا کہ میرا فلاں خلیفہ میرا خاص مرید ہے اور فیض والا ہے تو اُس کے پاس جا کر فیض حاصل کر۔" مرید نے عرض کی "یا حضرت! جو مرید اپنے مرشد کے ساتھ نسبت میں متحد اور مقید ہو گا وہ خلیفہ کے پاس کیونکر جائے گا"؟

کچھ مدت کے بعد۔ مرشد نے اس سے پوچھا "کیا تو خلیفے کے پاس گیا تھا یا نہیں"؟

مرید نے سوچا۔ اگر کہہ دوں کہ نہیں، تو مرشد کا نافرمان شمار ہوں گا۔ اور اگر کہوں "ہاں" تو یہ جھوٹ ہو گا۔

مرید نے جھٹ یہ شعر پڑھ سنایا۔ ؎

ہمہ شہر پُر زخوباں منم و خیال ماہے
چہ کنم کہ چشم بدخو نہ کند بکس نگاہے

سارا شہر حسینوں سے بھرا ہوا ہے لیکن میں اپنے محبوب کے خیال میں محو ہوں۔ میں کروں بھی کیا۔ کہ میری یہ بدخو آنکھ کسی بھی دوسرے پر نگاہ ڈالتی ہی نہیں۔

اعتقاد و یقین کے بغیر حصول فیض محال ہے

ایک دن حضرت والا نے فرمایا۔ جو مرید، ذکر و فکر اور عبادت

ں تو مضبوط ہو مگر مرشد پر یقین و اعتماد اور پختہ ارادت نہ رکھتا ہو
وہ کبھی بھی فیضیاب نہ ہوگا۔ اور جو مرید سچی عقیدت اور پختہ ارادہ رکھتا ہو
وہ اگرچہ ذکر و فکر میں سست ہو پھر بھی وہ فیضیاب ہو سکتا ہے۔[1]

اسکی ہمت پر آفرین ہے

ایک دن حضرت والا نے ارشاد فرمایا: "شیخ شبلی علیہ الرحمۃ مریدوں کی جماعت کے ساتھ کہیں جا رہے تھے۔ ایک مقام پر انہوں نے دیکھا کہ ایک سفید ریش آدمی سولی پر لٹکا ہوا ہے (یہ آدمی عادی چور اور ڈاکو تھا۔ اسی جرم میں اسکو سولی کی سزا دی گئی تھی) شیخ شبلی نے اسے دیکھتے ہی اپنے سر سے عمامہ اتار کر اس کے سر پر رکھ دیا اور اسکی داڑھی اور پاؤں کو چوم کر آگے بڑھ گئے۔ تمام مرید حیران ہو گئے۔ ان میں سے ایک نے عرض کی "یا حضرت! اس شخص کی اس قدر تعظیم کی وجہ کیا ہے؟"

فرمایا "اس شخص کی ہمت پر آفرین ہے کہ اس نے جس کام میں قدم رکھا۔ پیچھے نہ ہٹایا یہاں تک کہ اس نے اپنی جان بھی قربان کر دی اے عزیز! طالب کو ایسی ہی ہمت رکھنی چاہیئے کہ اپنی جان تک محبوب حقیقی کی راہ میں قربان کر دے۔ اور پھر یوں سمجھے کہ ؎

سر در قدم یار فدا شد چہ بجا شد
ایں بار گراں بود ادا شد چہ بجا شد

---

[1] حضرت علامہ اقبال علیہ الرحمۃ کیا خوب فرماتے ہیں۔ ؎
نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی عقیدت ہو تو دیکھ ان کو ☆ ید بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

یار کے قدموں میں سر فدا ہو گیا۔ کیا ہی صحیح کام ہوا۔ یہ بوجھ بھاری تھا اُتر گیا۔ کیا ہی صحیح کام ہوا۔

اور پھر یوں کہے سہ

جان دی۔ دی ہوئی اُسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

یقین سے بیڑا پار ہے

حضرت والا نے فرمایا ''ایک بادشاہ کو خیال آیا کہ کسی ولی کامل سے راہِ طریقت و معرفت و حقیقت میں راہنمائی حاصل کرے۔ دل میں سوچا کہ اولیاء کاملین شہروں میں نہیں رہتے۔ شاید جنگلوں، بیابانوں اور پہاڑوں میں رہتے ہوں۔ اس خیال سے۔ ایک دن بادشاہ اپنے لشکر سمیت سیر و شکار کیلئے باہر نکلا۔ اچانک بادشاہ کے قریب سے ایک جانور ظاہر ہوا اور بھاگ نکلا۔ بادشاہ نے اس کے پیچھے گھوڑا لگا دیا اور لشکر سے جدا ہو کر دور نکل گیا اور اجاڑ بیابان میں جا پہنچا۔ بادشاہ نے وہاں ایک آدمی کو دیکھا۔ بادشاہ آہستہ آہستہ اسکے قریب جانے لگا۔ وہ آدمی ایک چور تھا جو چوری کا سامان اٹھائے جا رہا تھا۔ اس کی نظر جب بادشاہ پر پڑی تو سمجھا کہ کوئی شخص اس کے تعاقب میں آ پہنچا ہے چور نے وہ سامان نیچے رکھ دیا اور قبلہ رو ہو کر گردن جھکا کر بیٹھ گیا۔ گویا کہ مراقبے میں ہے۔ بادشاہ نے سمجھا کہ جو شخص ایسے خطرناک بیابان میں اکیلا مراقبے میں مصروف ہے یہ ضرور کوئی ولیِ کامل ہی ہو سکتا ہے۔

بادشاہ گھوڑے سے اترا اور گھوڑے کو باندھ کر ادب سے دو زانو ہو کر اس کے سامنے آ بیٹھا۔ اور کہا۔ "یا حضرت! مجھے راہ حقیقت کی تلقین فرمائیے۔" اُس شخص نے کہا۔ "اپنے ہتھیار اور کمر بند کھول کر ایک طرف رکھ دے۔ بادشاہ نے تعمیل کی۔ اس شخص نے بادشاہ کے گرد زمین پر لکیر کھینچی اور بولا۔ "یہیں بیٹھا رہ، تین روز بعد آ کر میں تجھے تلقین کروں گا۔" بادشاہ پختہ یقین کے ساتھ بیٹھ گیا۔ چور نے بادشاہ کے ہتھیار اٹھائے اور گھوڑے پر سوار ہو کر نکل گیا۔ تین روز گذر گئے۔ بادشاہ وہیں بیٹھا رہا۔ اللہ تعالےٰ نے حضرت خضر علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ "فلاں بیابان میں ایک طالب صادق بیٹھا ہے۔ جس کو ایک چور دھوکہ سے ایک دائرے میں بٹھا کر چلا گیا ہے اس کے پاس جا کر اُسے راہ حقیقت کی تلقین کر دو۔" حضرت خضر علیہ السلام بادشاہ کے پاس آئے۔ السلام علیکم کہہ کر فرمایا "مجھے اللہ تعالےٰ نے تجھ کو تلقین کرنے بھیجا ہے۔" بادشاہ نے کہا۔ تو میرا مرشد نہیں۔ میرا مرشد خود ہی آ کر مجھکو تلقین کرے گا۔ حضرت خضر نے فرمایا۔ "وہ تو ایک چور تھا وہ تجھے دھوکہ دیکر یہاں بٹھا گیا ہے۔ میں خضر ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے تیرا صدق دیکھ کر مجھے بھیجا ہے کہ تجھے تلقین کروں۔" بادشاہ نہ مانا۔ بولا۔ اگرچہ میرا مرشد چور ہی ہے تو بھی اللہ اس پر قادر ہے کہ جس نے تجھ کو میری ہدایت کے لیۓ بھیجا ہے وہ اسکو بھی فیض عطا کر کے میرے پاس بھیج دے گا۔ تجھ سے میرا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ خضر علیہ السلام نے بارگاہ خداوندی میں عرض کی "یہ بادشاہ میری بات نہیں مانتا۔" حکم ہوا۔ وہی چور فلاں مقام

پر گھر سے رسہ باندھے چوری کرنے جا رہا ہے تو جا کر اس کو تلقین کر اور اس کو ولیٔ کامل بنا دے۔ پھر وہ خود ہی جا کر اس بادشاہ کو تلقین کر دے گا۔ حسب الحکم، حضرت خضر علیہ السلام نے وہاں پہنچ کر اس چور کو تلقین کی۔ چور ولیٔ کامل بن گیا اور پھر اسی نے بادشاہ کے پاس جا کر اسے تلقین کی اور واصل باللہ کر دیا۔" یہ قصہ بیان کرنے کے بعد حضرت والا نے فرمایا "بادشاہ نے اپنے سچے اعتقاد اور پختہ یقین کی بدولت ہی ایک چور سے خدا کو پا لیا۔" پھر بطور کسر نفسی فرمایا "ہم کسی کی رہنمائی کے لائق نہیں ہیں مگر مرید اور طالبانِ حق اپنے صدق و یقین کی بدولت منزل مقصود تک جا پہنچتے ہیں۔" مولائے روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

لیک طالب نادر آید کز فروغ
در حق او نافع آید آں دروغ

لیکن ایسے طالبانِ حق شاذ و نادر ہی ہوتے ہیں جو کسی کے جھوٹ اور فریب سے بھی نفع حاصل کر لیتے ہیں۔ اور فیضیاب ہو جاتے ہیں۔

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق

ایک روز حضرت والا نے ارشاد فرمایا "جب نمرود حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چخہ میں ڈالنے لگے تو ملائکہ نے بارگاہِ الٰہی میں التجا کی "یا اللہ زمین پر تیرا ایک خاص بندہ ہے جسے کفار چخہ میں ڈال کر جلانے لگے ہیں"!

اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سے فرمایا کہ ابراہیم کو جا کر کہو کہ اگر آپ بچنا چاہتے ہیں تو ہم آپ کو کفار سے چھڑا دیں"؟ حضرت جبریل علیہ السلام

نے پینگھ کے رسّے کو پکڑ کر خلیل اللہ سے عرض کی " اگر آپ حکم فرمائیں تو میں یہاں سے آگ کو اٹھا کر کوہ قاف پر پھینک دوں اور روئے زمین پر آگ کا نام ونشان بھی نہ رہے "؟

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ مہربانی اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے یا آپ کی اپنی طرف سے ہے "؟ جبریل علیہ السلام نے عرض کی " یہ میں اپنی طرف سے کرنا چاہتا ہوں۔ خلیل اللہ نے فرمایا " اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے۔ اگر وہ چاہے گا تو وہ خود بچا لے گا " جبریل نے عرض کی " اگر آپ اس طرح نہیں چاہتے تو پھر آپ رب العالمین سے دعا کریں کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ رحم فرمائے "۔

حضرت خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا " وہ خود علیم ہے سب کچھ جانتا ہے "! حتیٰ کہ نمرودیوں نے پینگھ کے رسّے کاٹ کر آپ کو آگ میں پھینک دیا۔ جب خلیل اللہ آگ میں داخل ہو گئے تو تب اللہ تعالیٰ نے آگ کو حکم فرمایا۔ یَا نَارُ کُونِی بَرْدًا وَّ سَلَامًا عَلٰٓی اِبْرَاهِيْمَ۔ اور نارِ نمرود حضرت خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر گلزار بن گئی۔

یہ ارشاد فرما کر حضرت والا نے فرمایا " اے یارو! طالب کی ہمت معرفت اس قدر ہونی چاہیئے۔

جو شیر ہیں وہ لومڑی نہیں بنتے

فیروز فقیر نظامانی کا بیان ہے کہ ایک روز میں نے حضرت والا کی خدمت میں گذارش کی "یا حضرت! میں نے مثنوی کا یہ شعر سنا ہے یہ کیسے ہے"؟ ؎

آنکہ شیراں را کند روبہ مزاج
احتیاج و احتیاج و احتیاج

جو چیز کہ شیروں کو لومڑی صفت بنا دیتی ہے وہ محتاجی ہے محتاجی ہے۔ محتاجی۔!

آپ نے فرمایا "یہ شعر دوبارہ پڑھو"! میں نے شعر دوبارہ پڑھا۔ فرمایا "جو شیر ہیں وہ لومڑی نہیں بنتے اور جو ضرورت اور احتیاج کی وجہ سے لومڑی بن جاتے ہیں وہ اصل میں شیر ہوتے ہی نہیں۔ مثنوی میں یہ شعر اس طرح ہے۔ ؎

شیر نر را کے کند روبہ مزاج
احتیاج و احتیاج و احتیاج

یعنی شیر نر کو لومڑی صفت کیونکر بنا سکتی ہے؟ احتیاج و احتیاج و احتیاج۔

پیوستہ رہ شجر سے اُمید بہار رکھ

خلیفہ محمود نظامانی علیہ الرحمتہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ العزیز "لاڑ" کا سفر کرتے ہوئے علاقہ "ولاسی"

دیھ جہان خان ٹالپر میں تشریف فرما ہوئے تھے اور یہ عاجز بھی آپ کی خدمت بابرکت میں حاضر تھا۔ ایک ہندو فقیر دھرم داس نامی جو اسی دیھ کا باشندہ تھا وہ حضرت والا کی قدم بوسی کے لیئے حاضر خدمت ہوا۔ آپ نے بہت دیر تک اس سے بات چیت فرمائی۔ فقیر نے تصوف کے بارے میں ہندی زبان کے بیت پڑھے۔ ان ابیات کو آپ نے پسند فرما کر لکھوا لیا۔

پھر اس فقیر نے کہا: حضور! دریائے دجلہ کے کنارے ایک درخت ہے۔ اس درخت میں پھول لگے ہیں اور وہ درخت دریا کے پانی سے بہت سرسبز و شاداب ہے اسی طرح اس کے پھول بھی تازہ و شاداب ہیں۔ پھر اگر اس درخت میں سے کوئی پھول پھل بننے سے پہلے ٹوٹ کر دریائے دجلہ میں گر پڑتا ہے تو وہ پھول گندا ہو جاتا ہے اور بدبودار ہو جاتا ہے۔" پھر بولا کہ " درخت سے مراد ہے مرشد اور پھول سے مراد ہے مرید۔ جو مرشد کے رابطے سے مربوط ہے اور اس درخت کے نیچے دریائے وحدت بہہ رہا ہے پھر اگر طالب بہ پختگی و کمالیت سے پہلے مرشد سے رابطہ توڑ کر قدم آگے بڑھائے گا تو اس پھول کی طرح گندا ہو جائیگا۔

مومن کی مثال کھجور کے درخت کی سی ہے

خلیفہ میاں لقمان علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ حضرت پیر سائیں قدس اللہ سرہ نے حدیث شریف سے بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے پوچھا وہ کون سا درخت ہے جو خزاں اور بہار میں یکساں سرسبز و تر و تازہ رہتا ہے۔ نہ تو وہ کملاتا ہے اور نہ ہی اس

کے پتّے جھڑتے ہیں۔" صحابہ کرام میں سے کسی کو اس کا جواب نہ سوجھا مگر ابن عمر رضی اللہ عنہما نے سمجھ تو لیا لیکن چونکہ وہ اس وقت کم عمر تھے اس لیے خاموش رہ گئے۔ پھر سرکار دوعالم صلے اللہ علیہ وسلم نے خود ہی ارشاد فرمایا کہ وہ درخت کھجور ہے جو ہمیشہ ترو تازہ رہتا ہے۔" اس پر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے عرض کی "یارسول اللہ! یہ میرے دل میں آگیا تھا مگر اصحاب کبار کے سامنے میں نے جواب دینے کی جرأت کرنا مناسب نہ سمجھا۔"

حضرت پیر سائیں قدس سرہٗ نے اس حدیث کی تشریح و توضیح میں ارشاد فرمایا کہ کھجور سے مراد ہے "انسان کامل" جو مصائب و تکالیف اور بیماریوں وغیرہ کی خزاں وارد ہونے پر بھی خوش و خرم رہتا ہے۔ ان سے اسکو کوئی دکھ یا تکلیف محسوس نہیں ہوتی۔ جیسا کہ قرآن مجید میں وارد ہے۔ اَلَآ اِنَّ اولیاء اللہ لاخوف علیہم ولا ھم یحزنون۔ خبردار، بیشک اللہ تعالےٰ کے جو دوست ہیں ان کو نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہی ہوں گے۔

اور دوسرے عوام الناس دوسرے درختوں کی مانند ہیں۔ جس طرح دوسرے درخت ذرا سی تکلیف پہنچنے پر اپنے پتّے جھاڑ دیتے اور کملا جاتے ہیں۔ انہیں ایک حالت پر قرار نہیں ہوا کرتا بلکہ کبھی ان پر خزاں کا اثر ہوتا ہے تو کبھی بہار کا۔ اسی طرح عوام الناس بھی تھوڑی سی تکلیف پہنچنے پر ہی ہمت ہار بیٹھتے اور ہتھیار ڈال دیتے ہیں۔ وہ ایک حال پر قائم نہیں رہتے۔ کبھی خوش ہوتے ہیں تو کبھی رنجیدہ۔"

شیخ بہلول اور خلیفہ ہارون رشید

حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ نے فرمایا کہ ایک دن شیخ بہلول قدس سرہٗ ایک راستہ پر بیٹھے بچوں کی طرح ریت کے گھروندے بنا رہے تھے۔ اتفاقاً وہاں سے ایک بادشاہ[1] کا گذر ہوا۔

بادشاہ نے پوچھا "بہلول! یہ بیٹھے ہوئے کیا کر رہے ہو"؟ بہلول نے جواب دیا "گھر بنا رہے ہیں"! بادشاہ نے کہا "بیچو گے"؟ انہوں نے کہا "ہاں" بادشاہ نے پوچھا "کتنے میں دو گے"؟ بہلول نے کہا۔ ہر گھر پانچ روپے میں" بادشاہ نے اس کو پانچ روپے دے دیئے اور ایک گھر خرید کر چلا گیا۔ رات کو بادشاہ نے خواب میں دیکھا کہ میں جنت میں پہنچ گیا ہوں۔ بادشاہ نے جنت میں ایک نورانی محل دیکھا جو اسقدر خوبصورت تھا کہ سورج کی مانند چمک رہا تھا۔ پوچھا "یہ کس کا محل ہے" اسے بتایا گیا کہ "یہ محل آپ کا ہے" بادشاہ بولا "مجھ سے تو ایسا کوئی نیک کام ہو ہی نہیں سکا کہ ایسے محل کے قابل بن سکوں" اسے بتایا گیا کہ "یہ وہ محل ہے جو تو نے کل بہلول سے پانچ روپے میں خرید کیا تھا" بادشاہ حیرت میں ڈوب گیا"

دوسری مرتبہ بادشاہ پھر اسی راستے سے گذرا تو دیکھا کہ بہلول۔ پہلے کی طرح بیٹھا ریت کے گھروندے بنا رہا ہے۔ بادشاہ نے پوچھا "بیچو گے" شیخ بہلول نے کہا "ہاں" پوچھا کتنے میں دو گے "بہلول نے کہا۔ ایک

---

[1] یہ بادشاہ خلیفہ ہارون رشید تھا۔ (ابوالحسان قادری)

گھر پانچ لاکھ روپے میں یہ بادشاہ نے کہا۔ کل تو تم نے ایک گھر پانچ روپے میں بیچا تھا اور آج پانچ لاکھ کیونکر مانگتے ہو۔" شیخ بہلول نے جواب دیا یہ اسوقت تم نے اس گھر کی کیفیت کو دیکھا نہ تھا اور اب جو تم دیکھ کر آرہے ہو۔ اس لیئے ہم نے پانچ لاکھ روپے قیمت مقرر کر دی ہے۔"

مُرشد سے برگشتہ شخص کی توبہ قبول نہ ہوگی

ایک مرتبہ حضرت پیر سائیں قدس اللہ باسرارہ نے فرمایا یہ مثلاً اگر کوئی شخص دل میں یہ ارادہ کرلے کہ میں دین سے پھر گیا اور پھر اس ارادہ سے توبہ کرے تائب ہو اور پشیمان ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے اس گناہ کو معاف کر دے گا۔ لیکن اگر دل میں یہ خیال لائے کہ میں اپنے مرشد سے پھر گیا تو پھر اس کے بعد خواہ وہ ہزار مرتبہ توبہ کرلے پھر بھی اسکی توبہ ہرگز قبول نہ ہوگی اور وہ شخص گندے انڈے کے مانند ہے کہ خواہ اس کو سو مرغیوں کے نیچے رکھا جائے تو بھی اسے میں سے بچہ پیدا نہ ہوگا۔ اور نہ ہی وہ کسی کے کام آسکے گا۔ ؎

محمدؐ بہ بخشد گنہگار حق را
ولے حق نہ بخشد خطائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حق کے گنہگار کی بخشش کرا دیتے ہیں لیکن اللہ تعالےٰ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے گستاخ و بے ادب کو نہیں بخشے گا۔"

اب جس طرح تیرا دل چاہے۔ دیکھ لے

حافظ فقیر ساکن گنگھر علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ العزیز سید مبارک شاہ اور منگھن فقیر کی دعوت پر دیگہ کا تیار میں تشریف فرما ہوئے۔ وہاں ایک بوڑھی ضعیف عورت ہاتھ میں لاٹھی پکڑے حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ اس وقت وضو فرما رہے تھے۔ بڑھیا نے ٹھنڈی سانس بھر کر عرض کی "یا حضرت! میرے دل میں آپ کی زیارت کا شوق بے حد تھا۔ لیکن درگاہ مبارک پر پہنچنے کی طاقت نہ تھی۔ ہر وقت اللہ تعالیٰ کے دربار میں التجا کیا کرتی تھی کہ یا اللہ! مجھکو حضرت والا کی زیارت یہاں کرا دے۔ پس اللہ تعالےٰ نے اپنی مہربانی سے آپ کی زیارت کرا دی" حضرت والا نے اس بڑھیا کی بات سن کر سلطان العارفین شیخ بایزید بسطامی قدسنا اللہ باسرارہ العزیز کا یہ واقعہ ارشاد فرمایا کہ "ایک شب قضائے حاجت کیلئے حجرہ سے باہر تشریف لے گئے۔ برسات کا موسم تھا۔ حضرت شیخ فارغ ہو کر جب واپس ہوئے تو اندھیرے کے باعث اپنے حجرے کا راستہ بھول کر ایک تاجر کی دوکان پر جب کھڑے ہوتے۔ اندر سے ایک آدمی نے آواز دے کر کہا "اے چور یہاں سے بھاگ جا" حضرت شیخ نے فرمایا "میں مسافر ہوں۔ چور نہیں ہوں" گھر والے کہا "تو چور ہے" حضرت شیخ سردی اور بارش کی وجہ دوکان سے نہ ہٹے۔ تیسری بار۔ دوکاندار باہر نکلا اور حضرت شیخ کے سینہ پر مکا مار کر آپ کو دوکان سے باہر زمین پر گرا دیا۔ پھر وہاں سے اٹھا کر آپ کو ایک گھوڑے پر لا پھینکا۔

حضرت شیخ نے وہاں ایک آواز سنی کہ ایک شخص دعا مانگ رہا ہے۔ اور سوال

کر رہا ہے کہ وہ یا اللہ! مجھے سلطان العارفین شیخ بایزید بسطامی کی زیارت، اسی جگہ کرادے۔"

حضرت شیخ اس شخص کے پاس پہنچے اور فرمایا "شیخ تو اسی شہر میں تھا پھر تو اس کی زیارت کے لیے کیوں نہ گیا"؟ وہ بولا "میرے پاؤں نہیں ہیں"! حضرت شیخ نے فرمایا "اگر تو کسی سے سوال کرتا تو وہ تجھ کو اپنے کندھے پر اٹھا کر اس کے پاس لے جاتا اور زیارت کرالاتا"

وہ بولا "میں نے یونہی کیا تو تھا لیکن میری بات کسی نے نہ سنی"! حضرت شیخ نے فرمایا "میں بایزید ہوں۔ تجھ کو دیکھنا ہے تو دیکھ لے۔ ورنہ پھر دوبارہ مجھ کو دھکے دلوا کر شرمسار نہ کرنا"

یہ واقعہ بیان فرما کر حضرت والا نے اس بڑھیا عورت سے فرمایا کہ "میرا اس طرف آنے کا ہرگز ارادہ نہ تھا۔ لیکن تیرے دل کی کشش مجھ کو یہاں لے آئی ہے۔ اب جس طرح تیرا دل چاہے۔ دیکھ لے"

سیپ میں دُرِّ بے بہا کیونکر پیدا ہوتا ہے

حسین فقیر عمرانی علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت پیر سائیں قدس اللہ باسرارہ کی زیارت کے لیے درگاہ مبارک پر حاضر ہوا۔ ایک شب گذار کر میں نے واپسی کے لیے اجازت طلب کی۔ فقیروں نے کہا "یہ کیا بات ہوئی؟ صرف ایک رات رہ کر واپس جا رہے ہو"! حضرت والا نے فرمایا "صدف (سیپ) ہمیشہ پانی میں رہتا ہے۔ جب تک اس میں بارش کے قطرہ کی کشش پیدا نہیں ہوتی اس وقت تک اس میں کچھ بھی پیدا نہیں ہوتا۔ جب اس میں بارش کے قطرہ کی کشش پیدا ہوتی ہے تب وہ نکل کر اوپر آتا

ہے۔ بارش کا قطرہ جب اسکے منہ میں پڑ جاتا ہے تو وہ منہ بند کرکے نیچے اتر جاتا ہے۔ کچھ مُدّت گذرنے کے بعد اس سیپ میں بے مثال موتی پیدا ہو جاتا ہے۔ اگرچہ یہ دونوں پانی یکساں ہیں لیکن بارش کے پانی کی کشش اس میں بے بہا موتی پیدا کر دیتی ہے"۔ پھر ارشاد فرمایا کہ "یہ کشش ہونی چاہیئے پھر خواہ جہاں بھی رہے خوش رہے"۔

اے عزیز! سیپ سے مراد ہے، طالب، پانی عالم دنیا ہے اور بارش کے قطرہ سے مراد ہے محبتِ الٰہی اور کامل مرشد کا رابطہ۔ اور بے بہا موتی سے مراد ہے۔ حصولِ معرفتِ الٰہی۔ طالب۔ کشش جذبے اور محبت الٰہی سے اس دنیا کے کھارے پانی سے باہر نکل کر ترک الدنیا راس کل عبادۃ (ترکِ دنیا ہر عبادت کی اصل ہے۔) پر عمل کرکے مرشد کے رابطہ کے قطرے سے مشرف ہو کر آخری مقصود تک پہنچکر بے بہا موتی بن جاتا ہے۔

ایک "آہ" کا ثواب!

خلیفہ محمود نظامانی علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ، "لاڑ" کے سفر میں محراب فقیر وسان کی دعوت پر تشریف لے گئے اور میں دعوت کا تمام سامان تیار کرکے آپ کے استقبال کے لیئے حضور کی خدمت میں پہنچا۔ دیہہ وسان کا خلیفہ محمد ملوک بھی آکر زیارت سے مشرف ہوا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ اگر حضرت والا دیہہ کرڑیے میں تشریف لے چلیں تو کیا ہی خوب ہو۔ وہاں ہر چہار طرف سے لوگ آپ کے انتظار میں ہیں"۔ یہ بات حضرتِ والا نے سُنی تو فرمایا "کیا ہے"؟ میں نے تمام بات عرض کر دی۔ خلیفہ محمد ملوک نے بھی میری دعوت قبول کر لینے کی استدعا کی۔

اس نے عرض کی۔ یا حضرت! زیارت کے لیئے لوگ بڑی تعداد میں جمع ہیں اور دعوت کا سب سامان بھی تیار ہے۔ اگر حضور جلد تشریف لے چلیں تو کرم ہوگا۔" حضرت والا نے مسکراتے ہوئے فرمایا۔" خلیفہ کا خزانہ خرچ کرنے سے کبھی خالی نہ ہوگا۔" اس کے بعد آپ نے دونوں ہاتھ مبارک میرے کندھے پر رکھ کر فرمایا کہ۔" ایک بزرگ کئی سال حرم مبارک میں مقیم رہا۔ اس نے متعدد حج اکبر ادا کیئے۔ اور مسکنت سے گذارہ کرتا رہا۔ ایک دفعہ حج کے دن ایک اور شخص حج کے ارادہ سے عرفات پہنچا۔ لوگوں نے اسے بتایا کہ حج کا وقت ختم ہو چکا ہے۔ حج کے فوت ہو جانے کے صدمے سے اس نے درد ناک آہ کی۔ اس شخص سے اس بزرگ نے فرمایا۔" تو نے یہ آہ کیوں کی"؟ وہ بولا۔" میرا حج قضا ہو گیا"! بزرگ نے فرمایا۔" اس آہ کا ثواب تو مجھے دیدے، جتنے اکبری حج میں نے کئے ہیں اور جو مسکنت کے ساتھ یہاں رہا ہوں ان سب کا ثواب میں تجھ کو دے دیتا ہوں"

دونوں نے یہ سودا قبول کر لیا۔ رات کو اس بزرگ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔" تو نے خوب سودا کیا۔ اگر اس ایک آہ کے مقابلے میں عرفات میں تمام حاجیوں کے حج آجائیں تو بھی اس آہ کا ثواب ان سے زیادہ ہے" اس کے بعد حضرت والا نے خلیفہ محمد ملوک سے فرمایا۔" یہ خلیفہ بھی ایسا ہی سودا کرتا ہے۔ اگر تمام جہان والے لوٹنا شروع کر دیں تو بھی خلیفہ کا ذرہ بھر نقصان یا کمی نہ ہوگی"۔ پھر لاڑ، کی تمام دعوتوں سے فارغ ہو کر حضرت والا میری دعوت پر تشریف فرما ہوئے۔

اس وقت تک مشتاقانِ دید اسی طرح وہیں بیٹھے رہے تھے۔

اے عزیز! ہر کوئی اپنے حوصلے کے مطابق کام کرتا ہے۔

سرّے است دریں سینہ کہ گفتن نہ توانم
دُرّے ست دریں بحر کہ سُفتن نہ توانم

اس سینہ میں ایک ایسا راز ہے کہ جسے میں کہہ نہیں سکتا۔ اس دریا میں ایک موتی ایسا ہے جس کو پرو نہیں سکتا۔

خوش دل ایاز باش کہ محمود عاشق است
ملک و ملوک ہمہ ملکِ تو لاشک است

اے ایاز خوش رہ کہ سلطان محمود تجھ پر عاشق ہے۔ سارے ملک اور تمام بادشاہ تیری ملک میں ہیں۔

امتحانِ عشق اور کرشمۂ عشق

نعیمہ محمود نظامانی علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ حضرت پیر سائیں قبلہ اللہ با سرارہ بمعہ اہلِ خانہ دریا کے اُس پار میاں سید مرتضیٰ شاہ (حضرت والا کے برادرِ خورد) کے ہاں فاتحہ خوانی کے لیے تشریف فرما ہوئے۔ فقیر بھی آپ کے ہمراہ تھا۔ آپ کا معمول تھا کہ نماز ظہر کے بعد مثنوی معنوی پڑھا کرتے تھے اس دن بھی آپ نے مثنوی لانے کو کہا مگر نہ ملی۔ کسی شخص نے عرض کی "یا حضرت! گلستان اور بوستان موجود ہیں۔" آپ نے بوستان منگا کر عشق کے باب سے کچھ بیان فرماتے رہے۔ آپ کے ارشادات سے مجھ پر ذوق و شوق اور وجد کا عالم طاری ہوگیا۔ اسوقت بندہ نے عرض کی "یا حضرت! جو کچھ ہے ظاہر و باہر کر کے مخلوق کو بتا دیں۔ اشارات سے کیوں کام لے رہے ہیں؟" حضرت والا نے ارشاد فرمایا "مثلاً کوئی ایسا شہر جو مرجع خاص و عام ہو تو اس شہر کی طرف عموماً مشہور اور بڑے راستے سے ہی اہلِ بہنچا

جائیگا۔ جنگل اور غیر معروف راستے سے کسی کو پہنچا دینا شاذ و نادر ہے۔ بمصداق "اَلنَّادِرُ کَالمعدوم" نادر نفی کے حکم میں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم پہلے بزرگوں کے کتاب دکھاتے ہیں" اس کے بعد تمثیلاً ارشاد فرمایا کہ "پروانوں نے ملکر مشورہ کیا کہ چل کر کسی شمع پر خود کو جلائیں" اس وقت ایک ٹڈی بھی وہاں موجود تھی وہ بولی "میں بھی تمہارے ساتھ شمع پر خود کو جلانے اور دیکھنے کیلئے چلتی ہوں" پروانوں نے اس سے کہا کہ "اے ٹڈی جلنا تیرا کام نہیں ہے" لیکن ٹڈی نے ان کی بات نہ مانی اور ان کے ساتھ روانہ ہوئی جب شہر کے قریب پہنچے اور سورج بھی غروب ہوگیا تو پروانوں نے مشورہ کیا کہ "ہم میں سے کوئی ایک جاکر دیکھ آئے کہ شمع کہاں پر جل رہی ہے۔ سب نے انکار کیا مگر ٹڈی نے کہا "میں دیکھ کر آتی ہوں" ٹڈی شہر گئی۔ دیکھ کر واپس آئی۔ اس نے پروانوں سے کہا کہ "ایک سوداگر کے گھر میں ایک بہت بڑی شمع روشن ہے اور اسکی روشنی بھی بہت زیادہ ہے" پروانے بولے "اے ٹڈی! تیرا کام اگر جلنا ہوتا تو تو واپس نہ آجاتی" یہ سنتے ہی مجھے وجد آگیا اور حضرت والا کے سامنے سردی کی وجہ سے جو آلاؤ جلایا گیا تھا میں کپڑوں سمیت اس میں جاگرا۔ لیکن آگ نے میرے بدن یا کپڑوں پر کچھ بھی اثر نہ کیا۔ جب میں ہوش میں آگیا تو حضرت والا نے بندہ سے فرمایا "یہ مثال اس آگ کے لیے نہیں ہے یہ آگ طالبانِ حق کو ہرگز نہیں جلائے گی۔ پھر آپ نے ایک دوسرا بیان فرمایا کہ "کافروں کا کوئی بادشاہ خود کو 'اللہ' کہلاتا تھا اور کافروں کی جماعت اس کے تابع تھی۔ اس قوم میں ایک لڑکی تھی جو حق سبحانہٗ و تعالیٰ کی پوجا کرتی تھی۔ مگر کفار کے خوف سے وہ چھپ کر عبادت کیا کرتی تھی۔ ایک شب اس پر ذوق و شوق بہت زیادہ ہی غالب آگیا اور وہ مراقبہ میں

بیہوش ہوگئی۔ وہ اسی حالت میں تھی کہ سورج نکل آیا۔ اس وقت اس کا باپ اس کے پاس آیا اور اس کی یہ حالت دیکھ کر سمجھ گیا کہ یہ کسی دوسرے خدا کی پوجا کرتی ہے۔ یہ ماجرا اس نے دوسرے کفار کو بتا دیا۔ وہ اکٹھے ہو کر اس لڑکی کے پاس آئے اور اسکو اللہ تعالےٰ کی عبادت کرنے سے منع کیا۔ مگر لڑکی باز نہ آئی تو اس کے باپ نے ایک بڑے تنور میں لکڑیاں بھر کر لڑکی کو ان کے درمیان میں بٹھا دیا۔ اور چاروں طرف سے آگ لگا دی۔ اسی وقت اللہ تعالیٰ نے آگ کو حکم فرمایا: "اے آگ! اس سچی طالبہ کو اپنی حرارت سے جلانا نہیں ورنہ میں تجھ کو بھی آتش عشق سے جلا دوں گا۔

وہ آگ جس طرح حضرت ابراھیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے برداً وسلاماً ہوگئی تھی اس طالبہ صادقہ پر بھی ٹھنڈی اور سلامتی والی ہوگئی اور اسکو کچھ بھی گزند نہ پہنچایا۔"

مذہب عشق میں یہ بُلے دلی ہے

عبد اللہ فقیر کھوڑائی علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ العزیز "کچھ" کے سفر سے لوٹے: "بھج" شہر سے سوار ہو کر "مہر" شہر کی طرف آتے ہوئے آپ نے اپنے گھوڑے کو بہت تیز چلایا۔ جسکی وجہ جو فقیر پیدل تھے سب پیچھے رہ گئے۔ میں بھی پیدلوں میں تھا۔ راستے میں ابوبکر شاعر مل گیا، جو کہ حضرت والا کے مخلص مریدوں میں سے تھا۔ گھوڑوں کی تیز رفتاری کے باعث پیچھے رہ گیا تھا۔ تنہائی کی وجہ سے رنجیدہ ہو کر رو رہا تھا۔ وہ ہمارے ساتھ چلنے لگا۔ اس نے راستہ چلتے ہوئے ایک کافی تیار کی جس کا مطلع ہے۔

سیئی کی منال نینڈ اخانان خون پد بندا
جب حضرت والا کی خدمت میں پہنچا تو اس نے یہ کافی پڑھ کر سنائی
آپ نے سنکر فرمایا "ابوبکر! تونے یہ کیا کہا ہے"؟ اگر سسئی جیسے
لاکھوں عشاق جان بھی قربان کردیں تو بھی معشوق کو کیا پرواہ؟ یہ عجیب
بات ہے کہ تونے معشوق کو شکایت سنائی ہے۔ مذہب عشق میں یہ
بے ادبی ہے"! ے

عاشقاں کشتگان معشوق اند
برنیاید ز کشتگاں آواز

عشاق، کشتگان معشوق ہیں۔ مقتولوں سے آواز نہیں نکلا کرتی۔

جہاں پر عشق ہوگا وہاں قرار کیونکر رہیگا

حافظ قرار علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت پیر سائیں قدس
سنا اللہ باسرار العزیز موضع رکھیاری، میں تشریف فرما ہوئے۔ فقیر
ھالے، نے آدمیوں کے مجمع میں میرا نام لیکر زور سے آواز دی
کہ "او حافظ قرار!
یہ سُن کر حضرت والا نے فرمایا "جہاں
پر عشق ہوگا وہاں قرار کیونکر رہے گا"؟

یہ خدا کو پاکر آرام سے سو رہے ہیں

حضرت پیر سائیں قدس سنا اللہ باسرارہ نے ارشاد فرمایا "مخدوم
نوح ساکن ہالا کنڈی۔ علیہ الرحمۃ کو ابتداءً ذوق وشوق اس قدر شدید

تھا کہ رات دن بیقرار گاؤں میں گھومتے پھرتے رہتے تھے۔ جب آپ گاؤں کے لوگوں کو سوئے ہوئے دیکھتے تو فرماتے: "یہ خدا کو پاکر آرام سے سو رہے ہیں۔

اے نوح! تو نے کچھ نہ کیا اور نہ ہی تجھے خدا ملا اس لئے تو قریہ بہ قریہ پھر رہا ہے۔" اس طرح کہنے سے ان کی آتش عشق مزید تیز ہو جایا کرتی اور آپ اور بھی زیادہ بے قرار ہو جایا کرتے تھے۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

راہ طلب منزل آرام نہ دارد
ہم سفر ریگ رواں قافلۂ ما

راہ کا متلاشی آرام کی منزل نہیں رکھتا۔ ہمارا قافلہ ریگِ رواں کا ہم سفر ہے۔

نماز بغیر محبت اور ذوق کے بیفائدہ ہے

خلیفہ محمود نظامانی علیہ الرحمتہ کا بیان ہے کہ ایک دن حضرت پیر سائیں قدس اللہ باسرارہ العزیز نے "کچھ" کے سفر میں بندہ کو خطاب کر کے فرمایا کہ: "نماز بغیر محبت اور ذوق کے بے فائدہ ہے۔" میں نے عرض کی یا حضرت! ہماری بھی مرغد نماز نہ پڑھنے کی ہے۔ اگر حکم ہو تو نماز چھوڑ دیں؟"

آپ نے چندے توقف کے بعد فرمایا: "چھوڑنی تو بہر حال نہیں۔"

نمازِ عابداں قعدہ و سجود است
نماز عاشقاں ترکِ وجود است

عابدوں کی نماز قعدہ اور سجود ہے مگر عاشقوں کی نماز ترکِ وجود ہے

تم میں ابھی کچّا پن باقی ہے

میندھو فقیر علیہ الرحمتہ کا بیان ہے کہ ایک دن حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ العزیز کے حضور میں ایک فقیر عشق و محبت میں تھکا ہوا بیقرار و پریشان ہو کر چیختا چلّاتا حاضر ہوا۔ اور عرض کی "یا حضرت میرے اندر جو آگ بھڑک رہی ہے اس نے میرا کچھ نہیں چھوڑا۔ عاجز آچکا ہوں۔ اس سے زیادہ کی مجھ میں کچھ بھی سکت نہیں ہے۔ اب میں جنیوُ (زنّار) پہن کر برہمنوں کی دکان پر بیٹھ رہتا ہوں" ؟

حضرت والا نے ہاتھ سے صبر کا اشارہ فرماتے ہوئے ایک قصّہ بیان فرمایا کہ "ایک عورت نے دیگچی میں پانی اور چنے ڈال کر نیچے آگ جلائی۔ آگ کی تپش سے جب چنے اچھلنے کُودنے لگے تو عورت نے چمچہ سے ان کے کچے یا پکے ہونے کی خبر لے کر کہا۔ تم میں ابھی کچّا پن باقی ہے۔ گھڑی بھر صبر کرو اور آگ کی تپش سے ٹھیک ہو جاؤ۔ پھر میں تم کو اپنی جان میں سما لوں گی"۔

محبّتِ ذاتی، محبّتِ صفاتی اور محبّتِ افعالی

حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ نے محبّت ذاتی، محبّت صفاتی اور محبّت افعالی کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ "ایک شخص کو کسی بزرگ سے اس کے افعال مثلاً عبادت، زہد اور اخلاق حسنہ کی وجہ سے محبت ہوگئی۔ اتفاقاً اس بزرگ سے کوئی ایسا کام سرزد ہوگیا جس کی وجہ سے بزرگ سے اسکی محبت ختم ہوگئی۔ اور ایک دوسرے

شخص کو ایک گھوڑے کے ساتھ اس کی عمدہ رفتار دیکھ کر صفاتی محبت ہوگئی۔
اتفاقاً وہ گھوڑا لنگڑا ہوگیا۔ جس کی وجہ سے اسکی محبت بھی ختم ہوگئی اور دوسرے
ایک شخص کو اپنے حسین وجمیل بیٹے سے ذاتی محبت ہوگئی۔ وہ اسکو بہت عزیز
رکھتا تھا۔ قضائے الٰہی سے اچانک اسکو چیچک نکل آئی۔ جس کی وجہ سے وہ لڑکا
اندھا اور لنگڑا ہوگیا نیز اس کا حسین وجمیل چہرہ داغدار ہوگیا۔ لیکن باپ
کی محبت زائل نہ ہوئی۔ جیسی تھی ویسی ہی برقرار رہی۔"

اے عزیز معلوم ہوا کہ محبت افعالی اور محبت صفاتی، ضد سے بدل
جایا کرتی ہے۔ مگر محبت ذاتی کو تغیر وتبدل نہیں ہے۔

کمالِ دوستی

فیروز فقیر نظامانی علیہ الرحمتہ کا بیان ہے کہ مجھ پر حال وارد ہوا۔
میں نے ارادہ کیا کہ حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ کے حضور عرض کردوں۔
لیکن دو ماہ گذر گئے پھر بھی عرض نہ کر سکا۔ ایک دفعہ حضرت والا، روہڑی
سے واپسی پر جب "بھنڈ" کے پاس سے گذرے تو مجھے حکم فرمایا کہ "
فیروز! تو اپنی گھوڑی کو ہمارے گھوڑے کے قریب کرتا کہ ہم آپس میں
باتیں کریں"۔ میں قریب ہوگیا تو آپ نے میرے کندھے پر ہاتھ مبارک
رکھ لیا۔ دوران گفتگو میں نے عرض کی، "یا حضرت! مجھ کو حال نصیب ہوا ہے
میں چاہتا تھا کہ عرض کروں لیکن دو ماہ گذر گئے عرض کر نہ سکا۔ اس کا
کیا سبب ہے"؟ آپ نے فرمایا یہ کمالِ دوستی کیونکہ دوستی میں ایک گونہ
محبت پیدا ہوجاتی ہے۔ یہ خوف یا خطرہ کی وجہ سے نہیں ہوتی بلکہ عاشق
کہتا ہے کہ میں ہر وقت محبوب کی حضوری اور قرب میں رہوں مگر اس کو

بات کرنے کی ہمت نہیں ہوتی۔ پھر یہ رباعی ارشاد فرمائی ؎

ہمے خواہم کہ رازِ دل بتو گویم ولے جائے نمے بینم
اگر جائے کنم پیدا ترا تنہا نمے بینم
اگر تنہا ترا یابم و جائے ہم شود پیدا
ز شادی دست و پا ہم میزنم خود را نمے بینم

میں چاہتا ہوں کہ تجھ سے رازِ دل بیان کر دوں مگر میں موزوں جگہ نہیں پاتا۔ اور اگر ایسی جگہ تلاش کر لیتا ہوں تو میں تجھکو تنہا نہیں پاتا۔ اور پھر اگر میں تجھکو تنہا پالیتا ہوں اور موزوں جگہ بھی مل جاتی ہے تو خوشی سے ہاتھ پاؤں بھی مارتا ہوں لیکن خود کو نہیں پاتا۔

ایک بڑھیا عورت کے دل کی کشش

عبداللہ فقیر میمن علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ ایک دن پیر سائیں قدس اللہ سرہ القدس "قصبہ فقیر جانڈیہ" سے عالی فقیر سہبہ کی دعوت پر روانہ ہوئے۔ جب بارہ کوس طے کر چکے تو راستہ ہی میں ایک آدمی آیا اس نے پیغام دیا کہ "عالی فقیر نے دعوت کو ملتوی کر دیا ہے"۔ آپ نے جب یہ خبر سنی اس وقت دن گرم ہو چکا تھا۔ آپ نے وہیں پڑاؤ ڈال دیا۔ برسات کے دن تھے۔ وہاں گھاس بہت تھا۔ کچھ لوگ گھاس کے آس پاس بیٹھے خوشی چرا رہے تھے۔ حضرت والا نے مجھ سے چھری لیکر کریر کے ایک درخت کی شاخیں کاٹیں اور اس کے نیچے آرام فرمانے لگے۔ آپ کے ہمراہی بھی درختوں کے نیچے بیٹھ رہے۔ تھوڑی دیر بعد ایک بڑھیا عورت آئی۔ اس نے عرض کی کہ میں آپ کی مریدنی ہوں۔ فلاں مقام پر میں نے

آپ سے بیعت کی تھی۔ بڑی مدت سے میرے دل میں شوق تھا کہ کسی بھی طرح حضرت والا کی زیارت کر لوں۔ مگر کیا کروں میرا کوئی بھی مرد محرم نہیں ہے نہ خاوند ہے نہ بھائی ہے نہ اور کوئی دوسرا کہ جس کے ہمراہ درگاہ شریف پہنچ کر زیارت کر لیتی۔ اس لیے جب بھی ذکر سے فارغ ہوتی تھی تو دامن پھیلا کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگا کرتی تھی کہ یا اللہ! اپنے کرم سے مجھ ضعیفہ کو اسی جگہ پر میرے پیر و مرشد کی زیارت کرا دے۔ پھر اس بڑھیا نے دعوت کے لیے ایک گائے حضرت والا کی خدمت میں نذر کی۔ فقیروں نے گائے ذبح کی اور گوشت پکایا۔ بڑھیا اپنے گھر گئی اور کچھ روٹیاں پکا کر حضرت والا کی خدمت میں لے آئی۔ حضرت والا جب طعام سے فارغ ہوئے تو ارشاد فرمایا کہ "بڑھیا عورت کے ایک دل نے سینکڑوں آدمیوں اور گھوڑوں کو اپنی طرف پھرا کر رکھ دیا۔ عاجز فقیر کا کچھ بھی قصور نہیں ہے۔"

اب درد بھی دیدے

حضرت پیر سائیں قدس اللہ سرہ نے ارشاد فرمایا کہ "بی بی رابعہ بصری قدس اللہ سرہا جب بیمار ہوئیں تو کہا کرتی تھیں کہ "اے خدا! تو نے روٹی تو دیدی پس سالن بھی دیدے۔ بیماری تو دیدی پس اب درد بھی دیدے۔"

اے عزیز! یہ ظاہری درد نہیں بلکہ یہ ذوق و شوق تھا جسکو مانگا کرتی تھیں۔

ہر کہ دارد راہ دردو درد راہ!
سوز او بر جان او باشد گواہ

جو شخص درد کا سلیقہ اور راہ کا درد رکھتا ہو۔ اس کا سوز اس کے مقام کا گواہ ہوتا ہے۔

گر دوائے وصل او مے بایدت
درد خواہ و درد خواہ و درد خواہ !

اگر تجھے اس کے وصل کی دوا کی ضرورت ہو تو درد مانگ اور درد مانگ اور درد مانگ۔

طالبِ حق بیمار ہو تو کیا کرے؟

حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہٖ نے ارشاد فرمایا "ایک دن بزرگانِ زمانہ بی بی رابعہ بصری قدس اللہ سرہا کے پاس آئے ہوئے تھے۔ باہم گفتگو شروع ہوئی تو انہوں نے سوال اٹھایا کہ " اگر طالبِ حق بیمار ہو تو کیا کرے "؟ ایک نے کہا " صبر کرے " دوسرے نے کہا راضی رہے"! پھر انہوں نے رابعہ بصری سے پوچھا۔ حضرت رابعہ نے فرمایا " اس طرح لذت و ذوق لینا چاہیئے کہ صبر اور رضا دونوں فراموش ہو جائیں۔

اب تیرا عشق اور محبت سرد پڑ گئی ہے گیا؟

خلیفہ میاں محمود نظامانی علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ ایک دن ہم حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہٖ کی موجودگی میں حرم خانہ سے مٹی اٹھا رہے تھے کہ اتنے میں سالکہ مجذوبہ (حاجی ابراہیم فقیر کی والدہ) جو حضرتِ والا کی مقربہ مریدنی تھی وہاں آ گئی۔ حضرتِ والا نے اسکو دیکھتے ہی فرمایا کہ " اے مجذوبہ ! اب تیرا عشق اور محبت سرد پڑ گئی ہے کیا ؟ کہ عشق

کی چیخ پکار نہیں کرتی آج کچھ سنا دے۔" اس پر اس مجذوبہ نے محبت الٰہی میں یہ سندھی بیت جوش و درد میں ڈوب کر بہ آواز بلند پڑھا۔ ؎

ڏسين تان ڏس، عالم لڳي آسري
هاڻ ڪيم ترس، مندون متي آئيون

یعنی۔ اگر تجھکو برسنا ہے تو اب برس، سارا جہان تجھ پر آس لگائے ہوئے ہے۔ اب دیر نہ کر کہ موسم آ گیا ہے۔"

یہ بیت سنتے ہی، حرم خانہ میں جو فقرا مٹی اُٹھا رہے تھے ان پر گریہ اور وجد طاری ہو گیا۔ حضرت والا نے اپنے ہاتھ کے اشارے سے اس مجذوبہ کو دوسرا بیت پڑھنے سے روک دیا۔

حال اور کمال

خلیفہ محمود نظامانی علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت پیر سائیں قدس اللہ باسرارہ العزیز میری دعوت پر "کڑیے" میں تشریف فرما ہوئے۔ وہاں حال اور کمال کی باتیں چل نکلیں۔ دوران گفتگو حضرت والا نے شاہ عبداللطیف بھٹائی علیہ الرحمۃ کا یہ سندھی بیت پڑھا۔ اور آپ کی مبارک آنکھوں سے بے اختیار آنسوؤں کے موتی برسنے لگے۔ ؎

جهڙي آيس جيئن، تهڙي ويندي تن ڏي
ماڙي پڳي م مهڻو، سڀ جماندر سين
تيس ڪا شيادي ڪانڌ جي، هت اچي هيئن
ڪنڌ ڪنڌيس ڪيئن، جڏهن ڏسنديس ماڳ ملير جا

جیسی آئی ہوں ان کے پاس ویسی ہی جاؤں، مجھے محل میں رہنے کا طعنہ نہ لگے جب تک زندہ رہوں یہاں آ کر اپنے خاوند کی میار دار بنی ہوں جب وطن جاؤنگی تو منھ کیسے اٹھاؤنگی۔

طالب صادق کا پیر عشق ہے

خلیفہ محمود نظامانی علیہ الرحمتہ کا بیان ہے کہ ایک دن شام کے وقت درگاہ مبارک پر میں نے حضرت پیر سائیں قدس اللہ سرہٗ الاقدس کو اپنے حالات سنائے۔ تو آپ نے ٹھنڈی سانس لے کر فرمایا کہ "طالب صادق کا پیر سفید داڑھی والا نہیں ہے بلکہ اسکا پیر عشق ہے"

جب عشق آیا۔ عقل گئی

حضرت پیر سائیں قدس اللہ باسرارہ نے ارشاد فرمایا کہ "حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں ان کی خدمت میں مچھر فریاد لیکر آئے کہ "یا نبی اللہ! ہم پر ہوا نے ظلم کیا ہے۔ ہمیں اپنے وطن سے دربدر کر دیا ہے۔ اسکو تنبیہ فرمائیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا" تمہارے دعوے کا تدارک ظالم مدعیٰ علیہ کی موجودگی کے بغیر نہ ہوگا۔ کیونکہ پہلے فریقین کے بیان ایک دوسرے کے سامنے لے لیئے جائیں تو اس کے بعد ہی حق کا حساب ہو سکے گا۔ تم یہیں بیٹھ جاؤ، ہم ہوا کو طلب کرتے ہیں" جب ہوا آئی تو مچھر ٹھہر نہ سکے اور وہ اُڑ گئے۔ لہٰذا ان کی فریاد ناقابلِ سماعت ٹھہری" اس مقام پر حضرت والا نے فرمایا کہ مچھر کی مثال عقل ہے اور ہوا کی مثال عشق ہے۔

جب عشق آیا۔ عقل گئی ؎

عشق آمد عقل زا حیراں کند
بلکہ از وطن خودش ویراں کند

عشق آتا ہے تو عقل کو حیران کر دیتا ہے۔ بلکہ اسکو اسکے وطن سے جلاوطن کر دیتا ہے۔

انتظارِ محبوب

حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ نے فرمایا کہ " طالب کو چاہیئے کہ وہ اپنا دل ہمیشہ محبوب حقیقی کے انتظار میں اس طرح رکھے جیسے کہ عاشق اپنے بچھڑے ہوئے محبوب کے دیدار کے لیئے ہمیشہ پریشان و بیقرار رہتا ہے " ؎

معلق را چہ صبر و چہ قرار است
مبتلائے عشق کو صبر و قرار کیسا؟

یہاں پر آپ نے یہ سندھی بیت بھی پڑھا۔ ؎

صائم سکي جيئن اذان جي آواز کي
مون تن آهي تيئن سکايو سڄڻين

یعنی جس طرح روزہ دار مغرب کی اذان کا منتظر ہوتا ہے اسی طرح میں بھی دوستوں کا منتظر ہوں۔

ہم دھوبی کا لڑکا نہ بنے

ایسا ہی بیان سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی قدسنا اللہ باسرارہ سے منقول ہے کہ ایک دھوبی کے لڑکے کے پاس شہزادی کے کپڑے دھلنے کے لیئے آیا کرتے تھے۔ لڑکا شہزادی کے لباس پر ایسا عاشق ہو گیا کہ چین و قرار کھو بیٹھا۔ ایک دفعہ وہ شہزادی کا لباس پتھر پر سٹک کر صاف کرنے کی خاطر دریا میں ڈبکا رہا تھا کہ ایک لہر آئی اور کپڑے بہا کر لے گئی۔ عاشق کے لیئے یہ کپڑے یوسف علیہ السلام کی قمیص کی طرح دیدہ و دل کا نور تھے۔ لڑکے نے بے اختیار ہو کر دریا میں چھلانگ لگا دی اور جان، حضرت عشق کے نذر کر دی۔ حضرت جنید قدس اللہ سرہ القدس فرمایا کرتے تھے "ہم سب کچھ بن گئے لیکن دھوبی کا لڑکا نہ بنے۔

یہ پھولا آنکھ میں پہلے ہی تھا

مرید فقیر نظامانی علیہ الرحمتہ کا بیان ہے کہ ایک دن حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ نے ارشاد فرمایا کہ "مائی سوہنی تیر کر دریا عبور کر کے مہینوال کے پاس آیا کرتی تھی۔ ایک دن اس نے مہینوال سے کہا" اے مہینوال! تیری آنکھ میں پھولا ہے" مہینوال بولا" اے سوہنی! یہ پھولا آنکھ میں پہلے ہی تھا لیکن تجھے نظر آج ہی آیا ہے۔ آج کے بعد پھر میرے پاس نہ آنا۔ اگر آئیگی تو دریا ہی میں ڈوب جائیگی"!

اے عزیز! اگر عشق مجازی، عشق حقیقی تک پہنچ جائے، شہباز ہے۔ اور اسکی سیر اور شکارگاہ لامکان۔ اور اس کا مقصود بے مثال

ہے۔ اور اسکی حالت ھَل مِن مَّزید ہے۔ ورنہ بے بنیاد اور فساد ہے۔ اور ایسے عاشق کا انجام سوہنی کی طرح تباہی ہے۔

عشق مجازی جائز ہے لیکن......

سید مولے ڈنہ علیہ الرحمتہ کا بیان ہے کہ ایک دن حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ نے فرمایا۔ "ہمارے جس مرید نے عشق مجازی کیا وہ ہمارا مرید نہیں ہے۔" یہ سنتے ہی حاضرین مجلس ڈر گئے۔ اور کانپ کر رہ گئے۔ اس کے بعد آپ نے خود ہی ارشاد فرمایا "عشق مجازی جائز ہے لیکن اس طرح جیسے ایک بزرگ کے مرید نے کیا۔ جسے فیض حاصل نہیں ہوا تھا۔ باوجود اس کے کہ وہ بہت مدت خدمت میں رہا اور حصول فیض کے لیے عرض کرتا بھی رہتا تھا۔ ایک دن اسکو مرشد نے فرمایا کہ "جا۔ اور جا عشق مجازی اختیار کر۔" اپنے پیر و مرشد کے حکم کی تعمیل میں مرید بازار میں آیا۔ بازار میں اسکو ایک ہندو عورت نظر آئی (جو دوکان پر بیٹھی تھی) یہ اس کے سامنے جا بیٹھا اور اس کو دیکھنے میں محو ہو گیا۔

اس عورت نے جب یہ دیکھا کہ یہ شخص مجھے گھور رہا ہے تو وہ اسکی طرف پیٹھ پھیر کر بیٹھ گئی۔ تاہم وہ شخص اس کی جانب سارا دن دیکھتا ہی رہا۔ جب شام ہو گئی تو وہ اپنے مرشد کے پاس آیا۔ تمام ماجرا عرض کر دیا۔ جب دوسرا دن ہوا۔ تو وہ پھر وہیں جا پہنچا اور دوکان کے سامنے کھڑا ہو کر اس عورت کا نظارہ کرنے لگا۔ وہ عورت دوکان چھوڑ کر اپنے گھر میں جا بیٹھی۔ فقیر وہیں کھڑا رہا اور اسی جانب دیکھتا رہا۔ گاہ بگاہ وہ باہر نکلتی تھی اور اس کو باہر کھڑے دیکھ کر پھر واپس

چلی جاتی تھی۔ سارا دن یونہی گذر گیا۔ جب شام ہوگئی تو اس شخص نے سارا قصہ مرشد کے حضور حاضر ہوکر بیان کر دیا۔ اسی طرح تیسرے دن بھی وہ گیا اور مجنوں کی طرح بے قرار ہوکر اس کی جانب دیکھنے میں مشغول ہوا۔ یہ دیکھ کر وہ عورت اپنے گھر سے نکلی اور ہمسایہ کے مکان میں جاکر بیٹھ رہی۔ تاہم وہ فقیر وہاں ہی کھڑا رہا۔ وہ عورت اپنے گھر کی نگرانی کی خاطر تھوڑے تھوڑے وقفہ سے باہر آتی اور اس فقیر کو وہیں کھڑا دیکھ کر واپس چلی جاتی رہی۔ اسی طرح یہ تیسرا دن بھی یونہی ختم ہوگیا۔ فقیر نے پوری حقیقت مرشد کو سنا دی۔ چوتھے روز بھی وہ آیا اور اسی مقام پر بیٹھ گیا۔ وہ عورت یہ سمجھ کر کہ یہ عاشق صادق ہے۔ خود بھی اسکی محبت میں گرفتار ہوگئی۔ دونوں جانب سے حجاب اُٹھ گئے اور باہم بات چیت شروع ہوگئی اور اسی طرح جب یہ دن بھی پورا ہوا اور اس شخص نے یہ ماجرا مرشد کو سنایا تو مرشد نے فرمایا۔ "صبح کو جاکر اس عورت کو کہنا کہ آج رات ہم دونوں فلاں درخت کے نیچے ملاقات کریں گے۔ یہ وعدہ کرنے کے بعد میرے پاس آجانا۔ پانچویں دن بھی فقیر وہاں پہنچا۔ تو وہ عورت بھی اس کے پاس آکر دوستی اور خلوص و محبت کا اظہار کرنے لگی تو فقیر نے اس سے کہا۔ "آج رات فلاں درخت کے نیچے میں تیری ملاقات کے لیے آؤں گا۔" یہ کہہ کر وہ اپنے مرشد کے پاس آگیا۔ مرشد نے فرمایا۔ "آج رات جاکر اس درخت کے اوپر چڑھ کر بیٹھ رہنا۔ جب وہ عورت آکر تجھے ڈھونڈ ڈھونڈ کر واپس چلی جائے تو پھر تم میرے پاس آجانا۔ فقیر کو جس طرح مرشد نے فرمایا تھا۔ اسی رات اس نے اسی طرح عمل کیا اور پھر مرشد کے پاس آکر سب کچھ عرض کر دیا۔ اب مرشد نے اس کو مکان

میں تنہا بٹھاکر دروازہ بند کرا دیا۔ جب چالیس دن پورے ہو گئے۔ باہر سے ہی اس فقیر کا نام لیکر اسکو پکارا گیا۔ فقیر نے جواب دیا " میں وہ نہیں ہوں۔ میں تو ہندو عورت ہوں "! ؎

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

میں تو ہو گیا، تو میں ہو گیا، میں بدن ہو گیا تو جان ہو گیا۔ اس کے بعد کوئی یہ نہ کہے کہ میں اور ہوں، تو اور ہے۔

اس کے بعد مرشد نے اس سے فرمایا کہ " اب اس خیال کو چھوڑ دے۔ اور میری صورت کا تصور پختہ کر "

جب چالیس دن گذر گئے اور مرشد کی صورت مستحکم ہو گئی تو اس نے خود کو ہی مرشد سمجھ لیا۔ دیکھ لیا جو کچھ اس نے دیکھنا تھا۔ پایا جو کچھ اس نے پانا تھا۔ یعنی اس نے وہ کچھ دیکھ لیا جو تحریر میں نہ سمائے۔ اور اس نے وہ کچھ پالیا جو بیان میں نہ آسکے " اس مقام پر ایک بزرگ نے فرمایا ہے۔ ؎

پیر رہ کبریت احمد آمد ست
سینۂ او بحر اخضر آمدہ ست

پیر طریقت خالص کیمیا ہے۔ اس کا سینہ، سبز سمندر ہے

تا نہ آمد جان آدم آشکار
رہ نہ دانستند سوئے کردگار

جب تک حضرت آدم علیہ السلام کی روح آشکار نہ ہوئی۔ کسی نے اللہ کی جانب راہ نہ پائی۔

رہ پدید آمد چو آدم شد پدید
ہشت جنت را کلید آمد پدید

جب آدم ظاہر ہوگیا تو راستہ بھی ظاہر ہوگیا۔ آٹھوں جنتوں کی چابیاں ظاہر ہوگئیں [1]

---

[1] اور حافظ شیرازی علیہ الرحمتہ نے بھی کیا خوب فرمایا ہے۔ ؎

بہ مئے سجادہ رنگیں کن گرت پیرِ مغاں گوید
کہ سالک بے خبر نہ بود ز راہ و رسم منزلہا

اگر تجھ کو پیر کا حکم ہو تو مصلّے کو شراب میں ڈبو دے۔ اس لیے کہ سالک، راستہ، رسم اور اس کی منزلوں سے بے خبر نہیں ہو۔

(فقیر ابو الحسان قادری غفرلہٗ)

مجنوں کا لیلیٰ کو پیغام بھیجنا

حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ نے ارشاد فرمایا کہ "ایک شخص اونٹ پر سوار مصر کو روانہ ہوا۔ اور مجنوں اسکو لیلیٰ کی طرف سلام دیتا ہوا اس کے ساتھ چلتا گیا۔ اور اسکو لیلیٰ تک پیغام پہنچانے کا طریقہ سکھاتا رہا۔ اسی طرح ساری رات گذر گئی۔ جب صبح ہوئی اور مصر کے قریب پہنچ گئے تو مجنوں نے واپسی کی اجازت چاہی۔ اس وقت اونٹ سوار نے انگلی سے اشارہ کر کے کہا" یہ شہر مصر ہے "

اے عزیز! یہ بے خودی اور شوق عشقِ مجازی کا ہے۔ عشق حقیقی تو عجیب منزلوں کا حامل ہے۔ کہ زبانِ قال بیان حال سے قاصر ہے۔ ؎

ذوق ایں مے نشناسی بخدا تا نہ چشی

خدا کی قسم اس شراب کی لذت کو اس وقت تک نہ پہنچلنے گا جب تک کہ تو چکھ نہ لے۔

اگر تو میرا عاشق ہوتا......

حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ نے فرمایا کہ "راستہ چلتے ایک شخص کی نگاہ ایک خوبصورت عورت پر پڑ گئی اور اسکا دل اس پر فدا ہو گیا۔ وہ شخص دل سے مجبور ہو کر اس عورت کے پیچھے لگ گیا۔ عورت نے جو اسکو اپنے پیچھے لگے دیکھا تو پوچھا "تو میرے پیچھے کیوں لگا آرہا ہے"؟ وہ بولا "تو نے میرا دل لوٹ لیا ہے۔ پس بے اختیار ہو کر تیرے پیچھے

آرہا ہوں" ! عورت عقلمند تھی۔ بولی "اگر تو میری اس بہن کا حسن دیکھ لے۔ جو تیرے پیچھے چلی آرہی ہے۔ جس کے سامنے میری وہی حیثیت ہے جیسی کہ ذرّہ کی آفتاب کے سامنے۔ تو یقیناً تو مجھکو بھول جائے" اس شخص نے مڑ کر پیچھے دیکھا۔ اس کے پیچھے دیکھتے ہی عورت نے اس کے مُنہ پر تھپڑ مار کر کہا "او جھوٹے مُدّعی ! تو زمرۂ عشاق میں سے نہیں ہے۔ دُور ہٹ ! میرے پیچھے نہ آ۔ جب تو نے مجھ سے عشق کا اظہار کیا تھا تو پھر مڑ کر پیچھے کیوں دیکھا ؟ تیری یہ حرکت، جھوٹے عشق کی دلیل ہے۔ اب میرے پیچھے ایک قدم بھی آیا تو تیری جان کھینچ لونگی"

ے عشق آسان نیست جاناں کوہ بہ مژگاں کندن است
کشتیٔ کاغذ درون قعرِ دریا بُردن است

پیارے ! عشق بازی آسان نہیں، پلکوں سے پہاڑ کھودنا ہے کاغذ کی کشتی دریا کی گہرائی میں لے جانا ہے۔

ے دار را معراج میدانند سرداران عشق
زیں سبب ہر بوالہوس بر دار کے سَر آورد

عشق کے سردار۔ دار کو معراج جانتے ہیں۔ اس وجہ سے ہر بوالہوس دار پر اپنا سر کیونکر رکھ سکتا ہے۔

شمشیر عشق کا کمال

ایک دن حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ نے ارشاد فرمایا "شخص 'ادن' نامی رہٹ کی گدی پر بیٹھا کنوئیں سے کھیت کو پانی دے رہا تھا۔ اتفاقاً ہندوستاروں کی برات وہاں آئی اور کنوئیں کے قریب

ایک درخت کے سایہ میں سارے براتی آرام کرنے بیٹھ گئے۔ جب کھاپی کر فارغ ہوئے تو سب لیٹ کر سو گئے۔ لیکن دلہن اور اُدن کی آنکھیں چار ہوگئیں۔ یعنی دونوں جانب محبت پیدا ہوگئی۔ جب دوپہر کو برات روانہ ہوئی تو قتیل عشق بے قرار ہوگیا اور لایموت ولایحییٰ کے عالم میں آگیا۔ کھڑا ہو کر دیکھتا رہا۔ جب وہ نظروں سے اوجھل ہونے لگے تو وہ اسی درخت پر چڑھا اور انہیں دیکھتا ہوا آہستہ آہستہ اوپر کو چڑھتا چلا گیا۔ بالآخر جب وہ نظر سے غائب ہوگئی تو محبوب کے مشاہدے سے بےخود ہو کر اوپر ہی سے چھلانگ لگا دی اور جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

پھر جب وہی سُنار دلہن کے ساتھ اپنے عزیزوں سے ملنے جا رہے تھے تو بھی انہوں نے اسی مقام پر قیام کیا۔ دلہن نے رہٹ کی گدی پر قتیل عشق کی بجائے ایک عورت کو بیٹھے دیکھا۔ جب سب سو گئے تو اس نے اس عورت سے پوچھا کہ "اس رہٹ کی گدی پر پہلے جو مرد بیٹھا تھا وہ کہاں گیا"؟ اس عورت نے سارا قصہ بیان کر دیا۔ یہ ماجرا سُن کر محبت کی ماری دلہن کے سینہ میں عشق کی آتش شوق بھڑک اٹھی۔ اس نے پوچھا "اس کی قبر کہاں ہے"؟ عورت نے انگلی سے اشارہ کر کے بتایا کہ "وہ اسکی قبر ہے"۔ دلہن اس کی قبر پر پہنچی اور مٹی کے ڈھیر پر جا گری اور اپنی جان اپنے محبوب کے حوالے کر دی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

کچھ دیر بعد جب سُنار بیدار ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ دلہن موجود نہیں ہے۔ اِدھر اُدھر تلاش کرنے پر بھی دلہن نہ ملی تو انہوں نے اس عورت سے پوچھا۔ اس عورت نے پوری حقیقت بیان کر دی اور

بتایا کہ یہ وہ ہے شہید عشق کی قبر۔ ستاروں نے قبر پر آکر دیکھا تو بھی دلہن نظر نہ آئی۔ بالآخر انہوں نے قبر کو کھولنا شروع کیا۔ جب کچھ کھول چکے تو انکو دلہن کی صرف اوڑھنی دکھائی دی۔ دلہن اپنے محبوب سے مل چکی تھی وہ انہیں نظر نہ آئی فقط ایک اُذن۔ سویا ہوا نظر آیا۔ یہ سب نیرنگی عشق مجازی کی ہے جو "دو" کو "ایک" کر دیتا ہے۔ لیکن عشق حقیقی کا جو اثر ہے وہ قلم اور زبان سے بیان نہ ہو سکے گا۔ ؎

بسیار دیدم کہ یکے را دو کردہ تیغ
شمشیر عشق بیں کہ دو کس را یکے کند

میں نے بارہا دیکھا ہے کہ تلوار نے ایک کو دو کر ڈالا۔ تو شمشیرِ عشق کو دیکھ کہ یہ دو افراد کو ایک کر دیتی ہے۔

ہم سب کچھ بن گئے لیکن اُذن نہ بن سکے

حضرت مخدوم صاحب "پریالوی" قدس اللہ سرہٗ الاقدس فرمایا کرتے تھے ہم سب کچھ بن گئے لیکن اُذن نہ بن سکے۔ ؎

عاقلاں را شرع تکلیف آمدہ
بیدلاں را عشق تشریف آمدہ

عقل والوں کے لیے شرع کی تکلیف آئی اور بیدلوں کے پاس عشق تشریف لایا۔

کفر کافر را و دیں دیندار را
ذرۂ دردِ دلے عطار را

کافر کو کفر اور دیندار کو دین ملا۔ عطار (علیہ الرحمۃ) کو دردِ دل کا ایک ذرہ عطا ہوا

گر نہ باشد دردِ تو عطار را
او نخواہد کافر و دیندار را

اگر عطار علیہ الرحمۃ کو تیرا درد حاصل نہ ہو تو وہ نہ کسی کافر کو چاہے۔ نہ دیندار کو۔

مخالفتِ نفس کی فضیلت

حضرت والا نے فرمایا کہ خلیفہ میاں الہ رکھیہ علیہ الرحمۃ کو طعام کی اشتہا بالکل باقی نہ رہی تھی۔ بھوک کی صفت ان کی طبیعت سے نکل چکی تھی۔ یہاں تک کہ دس، دس اور بیس بیس دن بغیر کچھ کھائے گذر جاتے تھے۔ جب گھر کے یا دوسرے کچھ آدمی زور و زبردستی سے کچھ کھلانا چاہتے تو آپ مجبوراً کوئی ایک آدھ لقمہ اٹھا لیتے ورنہ یوں ہی دن گذرتے رہتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ ہمارے دل میں بھی خیال آیا کہ ہم بھی طعام کی اشتہا کو بند کر چھوڑیں۔ مگر پھر اللہ تعالےٰ نے اپنے کرم سے اعلام و الہام فرمایا کہ بہتر یوں ہوگا کہ طبیعت کی اشتہا ہوتے ہوئے بھی نفس کی خواہش کو تاڑ کر اس کے برخلاف عمل کیا جائے۔

اور اگر طبیعت کی اشتہا کو بند کر دیا گیا تو وہ درجہ حاصل نہ ہو سکے گا۔ جو کہ خواہش کے ہوتے ہوئے نفس کی مخالفت سے حاصل ہوتا ہے۔

مثلاً آپ دیکھیں کہ ملائکہ اگرچہ بارگاہ الٰہی کے مقرب ہیں مگر جبکہ خواہشاتِ نفسانی ان کے وجود میں ہی نہیں اسی لئے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء اللہ کو جو قرب اور اعزاز اور درجہ حاصل ہے وہ ملائکہ سے برتر اور اعلیٰ ہے۔

حضرت بو علی قلندر علیہ الرحمۃ کیا خوب فرماتے ہیں ؎

نفس کافر تا بود ہمراہ تو !!! — آتشِ دوزخ بود جانکاہِ تو

مرد باید تا نہد بر نفس پا — بگذرد از شہوت و حرص و ہوا

نفس کافر جب تک تیرا ساتھی بنا رہے گا۔ دوزخ کی آگ تیری جان کو کھاتی

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)

جلاتی رہے گی۔

مردِ حق کو چاہیئے کہ نفس پر پاؤں رکھ دے اور شہوت و حرص و ہوا سے گذر جائے۔ (ابوالحسان قادری غفرلہٗ)

لیکن مرد وہ ہیں جو........

حضرت والا نے فرمایا کہ ظاہری معاش کے اسباب کے تارک تو بہت مل جائیں گے لیکن مرد وہ ہیں جو اپنے نفس کی خواہشات اور حرص و ہوا کے تارک ہوں۔ کیونکہ اسباب کے تارک تو ہندوؤں کے جوگی بھی ہوتے ہیں۔ مگر وہ خواہشات نفسانی میں گرفتار رہتے ہیں اس لیے ترکِ اسباب سے انکو کچھ بھی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ ؎

ترا با نفس کافر کیش کار ست
مدام آرش کہ ایں طرفہ شکار ست

تجھے نفسِ کافر خصلت سے واسطہ پڑا ہے تو اس کو جال میں پھنسا لے کہ یہ بھی ایک عجیب شکار ہے۔ ؎[1]

---

[1] کسی نے کیا خوب کہا ہے۔ ؎

نہنگ و اژدھا و شیر نر مارا تو کیا مارا
بڑے موذی کو مارا نفسِ امارہ کو گر مارا
نہ مارا آپ کو جو خاک ہو اکسیر ہو جاتا
اگر پارے کو اے اکسیر گر مارا تو کیا مارا

(فقیر ابوالحسان قادری غفرلہٗ)

خیالِ جمالی و خیالِ جلالی

حضرت والا نے فرمایا۔ ایک دن ہمارے دل میں خیال آیا کہ جوار کی روٹی مولی کے ساتھ کھائی جائے۔ مگر پھر ہم نے خیال کی متابعت سے منہ موڑ لیا اور صبر میں رہے اور ہم نے دل میں کہا کہ یہ خیال اگر جمالی ہوگا۔ تو از خود واقع ہو جائے گا لیکن اگر یہ خیال جلالی ہے۔ تو اس سے احتراز لازم ہے۔ ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ ایک شخص جوار کی بہت سی روٹیاں اور بہت سی مولیاں لے کر آیا اور لا کر ہمارے سامنے پیش کر دیں۔

پھر فرمایا کہ طالبِ حق کو اپنے خیال کا پہچاننا لازم ہے۔ اگر خیال جلالی ہو تو اس سے کنارہ کش ہو جائے۔"

دعوت کا کھانا اپنے نفس کیلئے نہ ہو

خلیفہ محمود نظامانی کا بیان ہے کہ ایک دن میں درگاہِ مبارک پر حضرت والا کے حضور حاضر تھا۔ ایک آدمی نے حضرت والا کی خدمت میں دعوت قبول کرنے کی درخواست کی اور ان کیساتھ مجھے بھی مدعو کیا۔ حضرت والا، مجھے ہمراہ لے کر دعوت دینے والے کے گھر تشریف لے گئے۔

صاحبِ دعوت نے طعام پیش کیا۔ حضرت والا نے تھوڑا سا طعام کھایا اور ہاتھ کھینچ لیا۔ لیکن میں نے اور دوسرے فقراء نے خوب شکم سیر ہوکر کھانا کھایا۔ جب سب کھانے سے فارغ ہو گئے تو حضرت والا نے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی۔ اور رخصت ہوکر درگاہِ مبارک کی طرف روانہ ہو گئے۔

راستے میں میں نے عرض کی۔ یا حضرت! دعوت کا حق ہے کہ خوب شکم سیر ہو کر کھایا جائے۔ مگر آپ نے بہت کم کھایا۔ اس میں کیا حکمت تھی"؟

حضرت والا نے جواب دیا کہ ہم پہلے ہی اپنے گھر سے کھا کر نکلے تھے۔ تاکہ دعوت کا کھانا محض نفس کے لیے نہ ہو۔ بلکہ خاص اللہ تعالےٰ کی خاطر ہو"!

نفس کس طرح اعمال برباد کرتا ہے

حضرت والا نے فرمایا "طالب کو چاہیے کہ اس سے کوئی نیک عمل صادر ہو تو وہ یوں سمجھے کہ مجھ سے یہ نیک عمل صحیح طور پر ادا نہ ہو سکا۔ دوبارہ اسی کام کو خوب اچھی طرح کرے۔ اور جب دوبارہ کر چکے تو پھر یہی کہے کہ ابھی یہ کام مجھ سے کماحقہٗ نہ ہوا۔ پھر تیسری مرتبہ اسی کام کو بڑی کوشش کے ساتھ بجا لائے اور پھر بھی اپنے نفس پر یہی الزام رکھے کہ تو نے یہ کام کیا ہی نہیں۔ اور اگر کیا بھی ہے تو نہ کرنے جیسا"۔

اے عزیز! اگر اپنے نفس پر یہ الزام نہ رکھے گا تو وہ دشمن تو ہے ہی اصل خیانتی۔ سو وہ عُجب و تکبر اور خود بینی پیدا کر کے اس عمل ہی کو برباد کر ڈالے گا۔

تو بھی اندھا ہو گیا ہے

ایک مرتبہ حضرت والا، دوران سفر ایک گاؤں میں پہنچے۔ وہاں آپ نے نفس امارہ کی مذمت میں وعظ ارشاد فرمایا۔ ایک مست نے جو کچھ کے علاقے سے آیا تھا۔ بولا "یا حضرت! جب تک میں علاقۂ کچھ میں رہا۔

نفس امارہ کی برائیاں تو کیا اس کا نام بھی نہ سنا تھا۔ اور اب جو آپ کے حضور حاضر ہوا ہوں تو نفس و شیطان کی برائیاں سن رہا ہوں"!
حضرت والا نے فرمایا "اس علاقے کے سارے لوگ اندھے ہیں جو نفس و شیطان کو دیکھ ہی نہیں سکتے۔ تو وہ ان کا بیان کیا کرینگے۔؟ اور تو بھی نفس کا غلام بن کر اندھا ہو گیا ہے"

تو نے اپنے رب کو باندھ کر پیٹھ پیچھے ڈال رکھا ہے؟

خلیفہ میاں امید کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت والا کے ساتھ سفر میں ہمرکاب تھا اور فقراء کی بڑی جماعت بھی ساتھ تھی۔ راستہ میں حضرت والا کی نظر مبارک اتفاقاً ایک فقیر پر پڑ گئی جس نے کچھ روٹی کپڑے میں باندھ کر کندھے پر سے پیٹھ پیچھے ڈال رکھی تھی۔
حضرت والا نے اس کی اس گٹھڑی پر ہاتھ مار کر فرمایا "تو نے اپنے رب کو گٹھڑی میں مضبوط باندھ کر پیٹھ پیچھے ڈال رکھا ہے"؟
اے عزیز! آپ کا اشارہ۔ اس آیت مبارکہ کی جانب تھا۔ اَفَرَاَیۡتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ۔ "کیا تو نے اس شخص کو دیکھا۔؟ جس نے اپنی خواہش کو معبود بنا رکھا ہے"! ؎

پلے رزق نہ بنھدے پنچھی تے درویش
جنہاں تقویٰ رب دا اونہاں رزق ہمیش
(فقیر ابوالحسان قادری غفرلہٗ)

نفسِ امّارہ کی مثال

حضرت والا نے فرمایا: "ایک گیدڑ نے دیکھا کہ ایک بیل کیچڑ میں پھنسا کھڑا ہے۔ وہ فوراً شیر کے پاس آیا اور بڑے آداب بجالا کر بولا: "اے جانوروں کے شہنشاہ! تو تو اپنے دن بڑے آرام کے ساتھ بسر کر رہا ہے۔ اور ہم غریب فاقوں سے مر رہے ہیں۔ اگر آپ کی ہمت و بہادری سے کہیں ہم مسکینوں کا بھی کچھ گذارہ چل جائے تو کیا ہی خوب ہو۔"

شیر نے غرا کر جواب دیا۔ او گیدڑ! اگر تجھ کو کہیں موٹا شکار نظر پڑے تو ہمیں مطلع کر دینا تاکہ میں بھی جی بھر کے کھاؤں اور تجھے بھی شکم سیر کر دوں۔"

گیدڑ بولا: "میں ایک ایسا ہی موٹا شکار دیکھ کر آ رہا ہوں۔ آیئے میرے ساتھ چل کر فوراً شکار کر لیجئے۔" شیر اس کے ساتھ چل پڑا۔ گیدڑ نے دور سے اشارہ کر کے بتایا۔ وہ دیکھو، کتنا موٹا شکار ہے۔ جو کیچڑ میں پھنسا کھڑا ہے۔

شیر نے کہا۔ لیکن یہ شکار جہاں پھنسا کھڑا ہے اس کے چاروں طرف کیچڑ ہے۔ میں وہاں تک پہنچوں کیسے؟ گیدڑ نے مشورہ دیا۔ آپ ایسا کریں کہ چھلانگ لگا کر بیل کی پیٹھ پر سوار ہو جائیں اور جی بھر کے کھا چکنے کے بعد پھر وہیں سے چھلانگ لگا کر ادھر آ جائیں۔"

شیر نے فوراً چھلانگ لگا دی لیکن بدقسمتی سے بیل سے آگے جا کر خود بھی کیچڑ میں جا پھنسا۔ شیر کیچڑ میں پیٹ تک بری طرح دھنس گیا۔ یہاں تک کہ ہلنے جلنے کی ہمت بھی نہ رہ گئی۔ تب تو وہ بڑا پریشان ہوا اور گیدڑ کو پکار کر بولا۔ او گیدڑ، میں تو بڑی مصیبت میں پھنس گیا ہوں۔" گیدڑ نے وہیں سے جواب دیا: "مصیبت کہاں ہے ابھی تو آپ بڑی عافیت سے ہیں۔

اصل مصیبت تو اس وقت ہوگی جب اس بیل کے مالک ڈنڈے، سوٹے اور کلہاڑے لیکر آ پہنچینگے"!

یہ تمثیل بیان فرما کر حضرت والا نے وضاحت فرمائی کہ یہ گیدڑ سے مراد ہے "نفس امارہ" اور شیر سے مقصود ہے "طالب" جو کہ ابھی خواہشاتِ نفسانی سے پوری طرح آزاد نہیں ہوا۔ اور بیل کی شان، دنیا داروں کی ہے جن کے بارے میں ارشاد وارد ہے۔ اولئک کالانعام بل ہم اضل سبیلا

پس یہ گیدڑ مکار و بدکردار۔ اول تو اپنے گرفتاروں کو لالچ دیکر مکروفریب سے دنیا کے کیچڑ میں پھنسا دیتا ہے۔ پھر جب وہ مبتدی طالب۔ اس کیچڑ میں بُری طرح سے پھنس کر رہ جاتا ہے تو اس کا دل چاہتا ہے کہ باہر نکلوں مگر تعلقاتِ دنیاوی چکنے کیچڑ کی طرح اسکو اس بُری طرح جکڑ لیتے ہیں کہ وہ کوشش کے باوجود نکل نہیں سکتا۔ پھر ایسے وقت میں نفسِ امارہ اس کی حالت پر مذاق اُڑا کر کہتا ہے۔ ابھی تو تو خیر سے عافیت سے ہے۔ خبر تجھ کو اس وقت لگے گی جب قیامت کے ہیبت ناک دن کو دیکھے گا۔"

طالب کو ہمت کرنی چاہیئے

ایک روز حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ نے فرمایا "ایک پیاسا آدمی کنوئیں پر پہنچا۔ اس کنوئیں پر ڈول نہ تھا۔ اس لیئے پیاسے آدمی نے ایک جگہ سے اینٹیں نکال کر اس کنوئیں میں ڈالنی شروع کردیں۔ جب کنواں اینٹوں سے بھر گیا تو پانی اوپر آگیا۔ پیاسا دونوں ہاتھوں سے پانی پی کر سیراب ہوگیا" پھر آپ نے فرمایا "طالب کو ایسی ہی ہمت کرنی چاہیئے۔ جس ہمت سے پیاسا اپنے مقصد میں کامیاب ہوا" پھر آپ نے

یہ شعر ارشاد فرمایا۔ ؎

پچھیں تاں پاک + نہ تہ پچھیں نہ ہووے پچھیں توں۔

پوچھا ہے تو پورا کرو، ورنہ محبوب سے پوچھا ہی نہ کرو۔

کنواں کس طرح پاک کیا جائے؟

حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ مثلاً ایک کنواں ہے جسمیں چار چشمے پلید پانی کے جاری ہیں اسکو پاک کس طرح کیا جائے گا۔؟ خود جواب ارشاد فرمایا کہ اس کنویں کو اس طرح پاک کرنا چاہیے کہ پہلے سب پلید چشموں کو بند کیا جائے پھر کنویں کا تمام پانی نکال کر خشک کیا جائے۔

اس کے بعد جو پانی کنویں سے آئے گا مطلقاً پاک ہے۔ [1]

---

[1] دراصل حضرت والا کا یہ ارشاد تزکیۂ قلب کے متعلق تمثیلاً ہے۔ دل کو پاک کرنے کے لیے ضروری ہے کہ پہلے نفسانی خواہشات، شیطانی و شہوانی خیالات۔ فاسد ارادوں اور شرکیہ و کفریہ عقائد وغیرہ کے جو ناپاک چشمے قلب میں جاری جاری ہیں۔ ان کو قطعاً بند کیا جائے اور دل کو ماسوی اللہ سے خالی کر دیا جائے۔ اس کے بعد دل میں نورِ ایمان جلوہ گر ہوگا۔ انوارِ الٰہی سے دل روشن ہو جائے گا۔ اور معرفت و حقیقت کا چشمہ قلب سے جاری ہو جائے گا۔

(ابوالحسان قادری عفرلہٗ)

قرآن پڑھ کر بھلا دینے کی سزا

ایک مرتبہ حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہٗ ہمارے فقیر بوٹر کی دعوت پران کے گاؤں تشریف لے گئے۔ جب زیارت کرانے گھر میں تشریف فرما ہوئے۔ تو آپ نے عاقل اور جلال فقیر بوٹر کے بارے میں پوچھا کہ انہوں نے کچھ پڑھا بھی ہے یا نہیں۔؟ ہمارے فقیر نے عرض کی "یا حضرت ! قرآن شریف پڑھا تھا مگر پھر انہوں نے بھلا دیا ہے"۔ آپ نے فرمایا "دوزخ کا ایک طبقہ ہاویہ ہے جو دوزخ کے تمام طبقات سے زیادہ ہولناک ہے اور اس میں ایک ایسا خوفناک سانپ ہے کہ خود ہاویہ بھی اس سے خوف کھاتا اور کانپتا ہے۔ پس جو شخص قرآن شریف پڑھ کر یاد کر کے بھلا دیتا ہے۔ وہ اس سانپ کے منہ میں ہوگا"

صاحبزادوں کو تنبیہ

ایک مرتبہ حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہٗ درگاہ شریف والی مسجد میں فقراء کے ساتھ مجلس میں تشریف فرما تھے۔ آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت صبغت اللہ شاہ اول قدس اللہ سرہٗ العزیز ایک جانب ہٹ کر نہایت ادب کے ساتھ بیٹھے تھے۔ آپ نے فرمایا "اے بابا۔ ہم نے تمہاری تعلیم کی خاطر بیس روپیہ ماہوار پر معلم مقرر کر کے تمہیں پڑھایا ہے۔ شادی کا حق بھی ادا کر دیا ہے۔ اب اگر تم اللہ تعالیٰ کی طلب میں کوشش کروگے اور طلبگار بنو گے تو اچھا ہے۔ ورنہ جو بھی اللہ تعالیٰ کی طلب سے عاری ہوگا۔ پھر خواہ وہ ہمارا بھائی یا بیٹا ہو تو بھی اس سے ہماری کچھ نسبت نہیں ہے۔ وہ نہ

ہمارا بھائی ہے اور نہ بیٹا"۔ پھر آپ نے واحد ڈنہ فقیر کو فرمایا کہ جاؤ میاں محمد حسن شاہ (آپ کے صاحبزادہ والا تبار قدس سرہ) کو بلا کر لاؤ"۔ ان دنوں حضرت صاحبزادہ میاں محمد حسن شاہ قدس سرہٗ کو کھپرالی نکلی ہوئی تھی جس کی تکلیف کی وجہ سے نماز باجماعت میں شامل نہ ہو رہے تھے۔ جب صاحبزادہ صاحب موصوف حاضر خدمت ہوئے تو آپ نے بڑے جوش کے ساتھ فرمایا۔ تم نماز ادا کرنے میں سستی کیوں کرتے ہو"؟ حضرت صاحبزادہ صاحب نے عرض کی" یا حضرت! میں نماز پڑھتا ہوں"۔ آپ نے فرمایا تم کہا کرتے ہو کہ ہم آپ کے غلام ہیں۔ مگر یہ صرف خالی باتیں اور بے فائدہ دعوے ہی ہیں۔ ہم حضرت مرشد معظم والد محترم کی خدمت میں غلاموں کی طرح تھے۔ کہ سارا دن مزدوروں سے مل کر کام کاج میں مشغول رہا کرتے تھے۔ اور جب کام سے واپس آتے تھے تو آدھی یا چوتھائی باسی اور سوکھی روٹی جو ملتی تھی اسی پر قناعت کئے رہتے تھے۔ اور کبھی بھی کسی کپڑے یا آپ کی کسی چیز میں طمع نہ رکھتے تھے۔ پھر جب آپ راضی ہوئے تو آپ نے دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ تجھ کو غیر کی محتاجی سے امن میں رکھے گا۔ لیکن تمہارا یہ حال ہے کہ صرف کھپرالی ہی نکلی ہے تو نماز کی ادائیگی میں سستی کرتے ہو۔ پھر سکرات کی تلخی و سختی میں اور قبر و قیامت کی ہولناکیوں کے وقت تم کیا کرو گے"؟

ہم نے تو صرف اسکو روشن کیا ہے

حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ نے ارشاد فرمایا "حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہٗ نے حضرت خواجہ یعقوب چرخی قدس سرہٗ کے دستِ مبارک پر بیعت کی۔

حضرت خواجہ یعقوب چرخی نے عبید اللہ احرار کو حکم فرمایا کہ آپ طالبوں کو تربیت دیں۔ بلکہ ان کو اتنا اختیار دے دیا کہ جس بھی طریقہ سے آپ چاہیں مریدوں کی تربیت کریں۔ یعنی جذب سے خواہ سلوک سے۔ یہ حکم سنتے ہی خواجہ یعقوب چرخی کے دوسرے مریدوں کو رشک پیدا ہوا۔ انہوں نے عرض کی " یا حضرت! عبید اللہ احرار آتے ہی اس مرتبے کو پہنچ گیا۔ لیکن ہم نے اتنا زمانہ آپ کی خدمت میں گذار دیا پھر بھی ہم اس مرتبہ تک نہ پہنچے۔ اس میں کیا حکمت ہے "؟

خواجہ یعقوب چرخی نے فرمایا " عبید اللہ دیا، بتی اور تیل سب کچھ تیار کرکے لایا تھا۔ ہم نے صرف اسکو روشن کیا ہے۔

اپنی ماں کو قتل کر

حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ العزیز نے ارشاد فرمایا " ایک شخص کی ماں بدکار تھی۔ شب و روز اس کے گھر میں بدکار آدمیوں کی آمد و رفت تھی۔ اس شخص نے ایک ولیٔ کامل سے مشورہ طلب کیا کہ میری ماں میرے لئے خانہ کعبہ کے بجائے ہے لیکن اس کا کردار بید خراب ہے اسکی بدکاریوں کی وجہ سے مجھ کو سخت پریشانی اور شرمندگی ہوتی ہے۔ میرے

دل میں خیال آتا ہے کہ جو بھی شخص اس کے پاس بُرے خیال سے آئے۔ اسکو قتل کردوں"؟

بزرگ نے جواب دیا" تو کتنے آدمیوں کو قتل کرے گا۔؟ ایک کو قتل کردے گا تو دوسرا آجائے گا۔ اس لیئے بہتر یہ ہے کہ اپنی ماں کو قتل کر تاکہ دوسروں کے قتل کے گناہ سے بھی بچ رہے"!

اے عزیز! یہاں 'ماں' سے مراد 'ہستیٔ موہوم' ہے اور بدکاروں کی آمدورفت سے مراد ہے 'خیالاتِ فاسدہ'، جو باقی رہتے ہیں۔ جیسا کہ کسی بزرگ نے فرمایا ہے۔ ؎

نفس خود را کش تو دل را زندہ کن
خواجہ را کشتہ است اورا بندہ کن

اپنے نفس کو مار۔ اور دل کو زندہ کر، جس نے خواجہ (دل) کو مارا ہے تو اسکو قید کر۔[1]

بے ہمتی اور بدنصیبی کی بات

حضرت پیر سائیں قدس اللہ باسرارہ نے ارشاد فرمایا" ایک شخص کا یہ معمول تھا کہ وہ گلیوں، بازاروں میں جھاڑو دیتا اور کوڑا کرکٹ صاف کیا کرتا تھا۔ بادشاہ کو اس کے حال پر رحم آیا اور اس نے اس شخص کے لیے کچھ موتی کسی گلی میں بکھیر دیئے۔ چند روز بعد بادشاہ نے دیکھا وہ

---

[1]
نہنگ و اژدھا و شیر نر مارا تو کیا مارا ۔۔۔ بڑے موذی کو مارا نفس اِمّارہ کو گر مارا
نہ مارا نفس کو جو خاک ہو اکسیر ہو جاتا ۔۔۔ اگر پارے کو اے اکسیر گر مارا تو کیا مارا

شخص حسبِ معمول جھاڑو دے رہا ہے۔ پوچھا "تجھے کوئی چیز دستیاب ہوئی تھی"؟ وہ بولا "ہاں"!

بادشاہ نے کہا "جب تجھکو ایسے موتی مل گئے تھے۔ جنکی قیمت شمار سے باہر ہے تو پھر اب گلیوں اور بازاروں میں جھاڑو دینے کی تکلیف کس لئے اٹھاتا ہے"! اس شخص نے جواب دیا "جس کام کے کرنے میں ایسے موتی ملتے ہوں۔ اس سے منہ موڑنا بے ہمتی اور بدنصیبی کی بات ہے"!

اے عزیز! طالب کو چاہیئے کہ طلبِ مولا میں اپنی کوشش تیز تر کرتا جائے۔ اور اپنی ہمت کچھ ملنے یا نہ ملنے سے بلند رکھے۔ ؎

ہمت بلند باید عشاق مست مے را
مردِ خسیس ہمت درعاشقاں نہ گنجند

مئے توحید کے عشاق کو بلند ہمت ہونا چاہیئے۔ کم ہمت آدمی عشاق میں گنجائش نہیں پاتا۔

فاقہ سے جسم ناتواں لیکن روح طاقتور ہوتی ہے

خلیفہ محمود نعمانی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ جب کہ میں درگاہ مبارک پر حاضر تھا۔ فاقے بہ کثرت ہو رہے تھے۔ حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہٖ کا معمول تھا کہ جب گھر کو تشریف لے جاتے شمالی دریچہ کے پاس کھڑے ہو کر ہر ایک فقیر کا حال احوال پوچھتے پھر گھر کو جاتے تھے۔ ایک دن دریچہ کے پاس مجھے آغوش میں لے کر اپنا ہاتھ مبارک میرے سینہ اور پیٹ پر رکھا اور بکمال شفقت فرمایا "اگرچہ فاقہ سے جسم کمزور و ناتواں ہوگا لیکن روح تازہ اور طاقتور ہوگی"

دو مسافروں کی کہانی

ایک مرتبہ حضرت پیر سائیں قدس اللہ سرہٗ الاقدس نے ارشاد فرمایا:۔ دو آدمی اکٹھے سفر کو چلے۔ ایک گھوڑے پر سوار تھا۔ دوسرا پیدل جس کے پاس ایک چارپائی بھی تھی۔ وہ چارپائی کو اپنے سر پر اٹھائے رہتا تھا۔ پھر جہاں کہیں وہ قیام کرتے۔ وہاں گھوڑے والا اپنے گھوڑے کی خدمت اور اس کی مالش کرنے لگتا۔ اور چارپائی والا پیدل، اپنی چارپائی بچھا کر بڑے آرام کے ساتھ بیٹھ جاتا تھا۔ اور آسودہ ہو کر اگلی منزل کو روانہ ہوتا۔ جو کوئی نووارد آتا وہ یہی خیال کرتا کہ گھوڑا اس چارپائی والے کا ہے۔ اور وہ گھوڑے والا اس کا سائیس ہے جو گھوڑے کی خدمت کے لیے اس کے ہمراہ ہے۔ اس لئے سب آنے والے آدمی، چارپائی والے شخص ہی کی تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ اور گھوڑے والے کی طرف کوئی توجہ نہ کرتا۔ اسکو کوئی پوچھتا تک نہ تھا!!

آپ نے یہ تمثیل بیان کر کے ارشاد فرمایا:۔ اسی طرح جو شخص اس دنیائے فانی میں اس چارپائی والے کی طرح مشقت اور بے سروسامانی میں زندگی بسر کرے گا۔ اسے آخرت میں انواع و اقسام کے اعزاز و اکرام سے سرفراز کیا جائے گا اور جو شخص اس گھوڑے والے کی طرح اس دنیا میں اغراضِ نفسانی میں ملوث ہو کر عیش و عشرت کی زندگی بسر کرے گا وہ قیامت کے دن سخت تکلیف اور بے عزتی میں گرفتار رہے گا۔

دیگراں رانصیحت خود را فضیحت

ایک شخص نے حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہٖ کی خدمت میں عرض کی "یا حضرت! آپ کے ارشادات و پند و نصائح اگر دوسرے آدمیوں کو سنائی جائیں تو ان کو بہت فائدہ حاصل ہوگا" آپ نے فرمایا "اے یار! نصیحت کی باتیں سننے کا مقصد یہ ہے کہ ان پر عمل کیا جائے۔ یہ مطلب نہیں کہ دوسروں کو بتایا جائے اور خود خالی ہاتھ رہا جائے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے آدمیوں کے متعلق فرمایا ہے۔ اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَکُمْ آیا کہ تم دوسروں کو تو نیکی کا حکم کرتے ہو۔ اور خود کو فراموش کیے رہتے ہو"

وہ طالبِ حق نہیں

حضرت والا نے فرمایا "جو شخص اپنے دل کو خطراتِ شیطانی و اوہام نفسانی اور وسوسوں سے پاک نہ کرے گا اور اپنے سینہ کو پراگندہ خیالات کی کثافت سے صاف نہ کرے گا تو وہ شخص گروہ طالبانِ حق تعالیٰ شانہ' میں شمار نہ ہوگا اور اسے خود بھی چاہیئے کہ وہ خود کو طالبِ حق میں شمار نہ کرے"

اپنا احتساب خود کر

خلیفہ محمود نظامانی کا بیان ہے کہ حضرت والا مجھے مخاطب کرکے فرمایا کرتے تھے "اِقْرَاْ كِتَابَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ۔ اپنی کتاب خود پڑھ۔ تیرا یہ خود پڑھنا تجھے کافی ہوگا" اور یوں بھی فرمایا کرتے تھے۔

پڑھیو سب وسار

دسرلو الف یاد کر

تمام پڑھا ہوا بھلا دے۔ بھولا ہوا الف یاد کر۔

محبت کا پودا

حضرت والا نے فرمایا۔ حضرت میاں صاحب قدس سرہ العزیز ایک روز اپنے باغیچہ میں سیر کرنے آئے۔ میں بھی آپ کے ساتھ تھا۔ آپ ایک پودے کی "چک" کے پاس آن بیٹھے اور اس چک کے گرد اُگے ہوئے گھاس کو اپنے ہاتھ مبارک سے اُکھاڑنے لگے۔ آپ کی موافقت میں میں نے بھی گھاس کو اُکھاڑنا شروع کیا۔ اس دوران آپ نے فرمایا۔ اے بابا! اگر اس پودے کی "چک" کے گرد اُگے ہوئے گھاس کو اکھاڑا نہ جائے گا۔ تو اس پودے کی نشوونما رک جائے گی۔ اسی طرح طالب کو چاہیئے کہ اپنے دل کی "چک" کے گرد موجود " ماسوی اللہ" کے خس و خاشاک کو اُکھاڑ کر صفائی کر دے تاکہ محبت کا پودا نشوونما پاکر تناور درخت بن جائے۔

حصولِ فیض کا طریقہ

حضرت والا نے فرمایا۔ جس طرح چھوٹا بچہ جب اپنی تختی پر پہلے لکھے حروف کو دھو کر تختی کو صاف کر کے استاد کے پاس لاتا ہے تو استاد اسکی تختی پر نئے حروف لکھ دیتا ہے۔ اسی طرح طالب مبتدی کو بھی چاہیئے کہ اپنے دل کی تختی کو برے اخلاق، خراب عادتوں اور خیالات واہیہ سے پاک و صاف کر کے مُرشدِ مکرم کے حضور حاضر ہو۔ اس طرح کرنے سے

ہی وہ فیوضاتِ غیبیہ سے جلد بہرہ وُر ہو سکے گا۔"

نفس کو بارگاہِ الٰہیہ سے کچھ نسبت نہیں

حضرت والا کی خدمت میں خلیفہ محمد فقیر نے عرض کی۔ یا حضرت! آپ کی نظرِ کرم کے صدقے میں اس دنیا کی تمام خواہشات اور امیدوں کی جڑ کٹ چکی ہے تاہم، کبھی نہ کبھی۔ "نفس" بھوک کی ذلت کے خیال میں ڈال ہی دیتا ہے اور خیالات میں الجھا دیتا ہے۔"

آپ نے فرمایا۔" اس نفسِ کافر کو اس بارگاہ الٰہیہ سے اصلاً کچھ نسبت ہی نہیں ہے کیونکہ اس کی خلقت اس عالم خلق سے ہے۔ اس لئے چاہیئے کہ روح ہمیشہ ذات پاک کی طرف متوجہ رہے کیونکہ روح "عالم علوی" سے ہے۔ باقی۔ رہا نفس، تو چونکہ یہ عالم سفلی سے ہے اسکو اس عالم سے "عالمِ علوی" کی طرف راستہ ملنا ہی نہیں۔

خواہشاتِ نفس کا غلام

حضرت والا نے فرمایا۔" جو شخص خواہشاتِ نفس کے پیچھے لگتا ہے۔ اسکی مثال یوں سمجھنی چاہیئے کہ گویا کہ وہ ایک "کتا" ہے جو مُردار کی بُو پر دوڑتا چلا جا رہا ہے۔ بلکہ درحقیقت وہ اس کُتے سے بھی بدتر ہے۔ مولانا رومی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ ؎

گر کُنی یک آرزوئے خود تمام — از تو صد ابلیس زائید والسلام

اگر تو نفسِ پلید کی صرف ایک آرزو پوری کر دے گا تو تجھ سے سینکڑوں شیطان پیدا ہو جائیں گے۔

اس درخت کو جڑ سے اکھاڑ دے

حضرت والا کی خدمت میں ایک مرید نے عرض کی "یا حضرت! میں اپنے کھیت سے چڑیوں کو بار بار ہٹاتا ہوں مگر وہ بار بار پھر لوٹ کر آجاتی ہیں" اس پر ایک دوسرے مرید نے کہا "چڑیاں تو ہیں ہی نہیں" یہ سنکر حضرت والا نے فرمایا "اے فلاں! تو ابھی نیند میں ہے۔ تجھے چڑیوں کا پتہ ہی نہیں" پھر حضرت والا نے سائل سے فرمایا "تیرے کھیت میں ایک درخت ہے۔ جس پر چڑیاں آکر بیٹھتی ہیں۔ تو اس درخت کو جڑ سے اکھاڑ دے۔ پس جب یہ درخت نہ رہے گا۔ تو کوئی بھی چڑی وہاں آکر نہ بیٹھ سکے گی۔ اور تو چڑیوں سے مامون ہو جائے گا۔ مولانا رومی علیہ الرحمتہ نے سچ فرمایا ہے۔ ؎

ہر خیال غیر حق را دزد داں!
ایں ریاضت سالکاں را فرض داں!

ماسوی اللہ کے ہر خیال کو خزانۂ دل کا چور سمجھ لے۔ چوروں کو بھگانے کی ریاضت سالکوں پر فرض جان۔

اولاد کا سوال کیا، ایمان طلب نہ کیا

حضرت والا کی خدمت میں ایک بوڑھا آدمی حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی "یا حضرت! دعا فرمائیں کہ مجھے اولاد عطا ہو" آپ نے بارگاہ رب العزت میں ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی اور وہ بوڑھا آدمی رخصت لیکر چلا گیا۔ آپ سر جھکائے کچھ دیر سوچتے رہے۔ پھر سر اٹھا کر فرمایا "اے یار! دیکھو تو

بھی کہ اس بوڑھے نے اس آخری عمر میں بھی اولاد کے لیئے سوال کیا، ایمان طلب نہ کیا۔ اولاد بھی اگر نیک ہو تو ٹھیک ہے ورنہ اس میں بھی سینکڑوں فتنے اور زحمتیں ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے۔ اِنَّمَا اَموالکُمْ داولادکُم فِتْنَۃٌ ۔ یعنی تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہارے لیئے فتنہ ہیں۔ یعنی راہِ حق سے روکنے والی ہیں۔

حرام سے بچنے پر حلال ملتا ہے

حضرت والا نے فرمایا۔ جو شخص اللہ تبارک وتعالٰی کے خوف سے حرام طعام اور ناجائز شہوت رانی سے خود کو بچاتا ہے۔ اللہ تعالٰی اسکو یہ چیزیں حلال ذرائع سے عطا فرماتا ہے۔

نفسِ بدکار سے بھلائی کا نتیجہ

حضرت والا نے فرمایا۔ اگر کوئی شخص کسی سے بھلائی کرتا ہے پھر خواہ مسلمان سے بھلائی کرے یا کافر سے کسی نیک سے اچھائی کرے یا کسی بُرے سے تو بالآخر اس بھلائی کا نتیجہ بھلا ہی دیکھے گا۔ مگر یہ نفس پلید ایسا دشمن ہے کہ اس کے ساتھ جتنی زیادہ بھلائی کروگے اتنا ہی اس کی دشمنی اور برائی میں اضافہ ہوگا۔ پس جو شخص اس سے زیادہ بھلائی کرلیگا۔ اس کے نتیجہ میں وہ اس سے کچھ زیادہ ہی برائی دیکھے گا۔

زندگی کس طرح گذارنی چاہیئے؟

حضرت والا نے دوران وعظ ارشاد فرمایا کہ آدمی جب پیدا ہوتا ہے تو وہ روتا ہوا آتا ہے تو پھر اگر وہ مرتے بھی روتا ہوا گیا تو کہا جائیگا کہ وہ آدمی نہیں بلکہ حیوان ہے۔ بلکہ یوں سمجھنا چاہیئے کہ وہ شخص بڑے خطرے میں ہے۔

زندگی اس طرح بسر کرنی چاہیئے کہ آدمی مرتے وقت خوشی سے ہنستا ہوا جائے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔ ؎

یاد داری کہ وقت زادن تو
ہمہ خنداں بودند تو گریاں
آنچناں زی کہ وقت مردن تو
ہمہ گریاں شوند تو خنداں

آیا۔ تجھے یاد ہے کہ جب تو پیدا ہوا تھا۔ سب ہنس رہے تھے اور تو رو رہا تھا۔

اس طرح زندگی بسر کر کہ تیرے مرنے کے وقت سب رو رہے ہوں اور تو ہنس رہا ہو۔

مکتوبات خواجہ یحیٰ منیری قدس اللہ سرہ الاقدس میں منقول ہے کہ۔ ایک بزرگ کی وفات کا جب وقت آیا۔ تو لوگوں نے دیکھا کہ وہ ہنس رہا ہے۔ لوگوں نے پوچھا۔ آپ کا مرنا بھی عجیب ہے کہ آپ نے سکرات کے وقت ہنسنا شروع کر دیا ہے "

بزرگ نے جواباً یہ شعر پڑھا ؎

خوبرویاں چوں پردہ برگیرند
پیش شاں عاشقاں چناں میرند

محبوب جب پردہ اُٹھا دیتے ہیں۔ تو عاشق ان کے سامنے اسی طرح مرتے ہیں۔

حاتم اصم کی بیٹی

حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ حضرت حاتم اصم قدس سرہٗ کی بیٹی دیا جلائے اپنے گھر کے سامنے سوت کات رہی تھی۔ اتفاقاً حاکم شہر کا وہاں سے گذر ہوا۔ اس کے ساتھ تیز روشنی والا ایک چراغ تھا۔ بی بی صاحبہ نے جلدی میں اس کے چراغ کی روشنی میں دو چار تند کات لئے۔ دو تین دن بعد اس کے دل میں تردد پیدا ہوا۔

بی بی صاحبہ نے ایک آدمی کے ذریعہ ایک پرہیزگار عالم سے سوال پوچھا کہ "میں نے حاکمِ شہر کے چراغ کی روشنی میں دو چار تند کات لئے اور وہ تند دوسرے سوت میں مل گئے ہیں۔ اب اس سوت کے بارے میں کیا حکم ہے؟"!

محترم عالم نے اس کے فرستادہ شخص سے پوچھا "یہ مسئلہ پوچھ کون رہا ہے؟" اس شخص نے کہا "حاتم اصم کی بیٹی نے پوچھا ہے" عالم نے فرمایا "تو، اس کے لئے یہ سوت استعمال کرنا درست نہیں"

ہم خود کھا کر خوش نہیں ہوتے

خلیفہ میاں لقمان رحمتہ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ جب کہ ہم درگاہ مبارک پر حاضر تھے۔ شب برأت آگئی۔ میرے ساتھ جو فقراء تھے انہوں نے حضرت پیر سائیں قدس اللہ سرہٗ الاقدس کی دعوت کی اور چاول پکائے۔ اتفاقاً چاولوں میں نمک زیادہ پڑ گیا۔ حضرت والا اپنے صاحبزادوں اور قاضی عبدالرحمان اور قاضی میڈنہ سمیت دعوت پر تشریف فرما ہوئے۔ فقیروں نے چاول پیش خدمت کر دیئے آپ نے حسب خواہش چاول تناول فرمائیے۔ مگر نمک کے بارے میں کوئی لفظ تک زبان مبارک پر نہ لائے۔ دوسرے بھی سب ادباً خاموش رہے۔ لیکن عارف کامل میاں قابل شاہ علیہ الرحمتہ جو حضرت والا کے اعزہ میں سے تھے۔ انہوں نے فرمایا: "نمک حد سے زیادہ ہے اس پر دوسروں نے بھی اس کی تائید کی اور کھانے سے ہاتھ کھینچ لئے۔

تاہم آپ مسکراتے بھی رہے اور کھاتے بھی گئے۔ جب فارغ ہوئے تو ہاتھ مبارک دھو کر وہاں سے اُٹھے۔ اتنے میں حاجی آدم بردی نے عرض کی کہ فقیر کی بھی دعوت قبول فرمائیں اور براہ کرم میرے گھر میں قدم رنجہ فرمائیں۔ آپ بمعہ صاحبزادگان و قاضی صاحب اس کے گھر تشریف لے گئے۔ جب طعام حاضر خدمت کیا گیا تو آپ نے پوچھا: "کیا پکایا ہے" فقیر نے کہا: "گوشت اور روٹی ہے" آپ نے فرمایا: "اے خلیفہ! شب برات میں گوشت کھانا درست نہیں" قاضی میڈنہ نے کہا: "حضور! یہ روایت ضعیف ہے" آپ نے فرمایا ضعیف حدیثوں میں بھی جن امور کی

ممانعت ہو انہیں چھوڑ دینا چاہیئے اور جن امور کے لیئے عمل کا حکم ہو ان پر عمل کرنا چاہیئے۔ تمام حاضرین نے گوشت سے ہاتھ کھینچ لئے۔ اور روکھی روٹی کھانے لگے۔ پھر حضرت والا نے فرمایا: "لوگوں کو علم نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَّيَتِيمًا وَّأَسِيرًا یعنی (نیکو کار مومن) اللہ تعالیٰ کی محبت میں مسکینوں، یتیموں اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں" لیکن لوگ یہ کہتے ہیں کہ "ملّا اور مشاہیر اور خیرات یعنی خیرات صرف ملاؤں اور مشہور لوگوں کو دی جائے۔ باقی بیچارے مساکین یونہی برطرف"!

خلیفہ حاجی آدم پر حال طاری ہو گیا۔ اس نے بہت عاجزی اور زاری کی۔ آپ نے فرمایا: "اے بھائی! مسجد شریف میں بہت سے مساکین بھوکے بیٹھے ہیں۔ انہیں کیوں نہیں کھلاتے؟ اور جو پہلے ہی کھا کر آئے ہیں انکو کھلا رہے ہو۔ تم لوگ سمجھتے ہو کہ پیر کو کھلائیں گے تو وہ خوش ہوگا۔ لیکن ہم خود کھا کر خوش نہیں ہوتے بلکہ مسکینوں کو کھلانے سے خوش ہوں گے۔ سب نے کھانے سے بس کی۔ پھر خلیفہ آدم نے ان بچی ہوئی روٹیوں کے ساتھ دوسری روٹیاں بھی پکوائیں۔ اور مسجد شریف میں لے جا کر فقراء کو تقسیم کر دیں۔

ہیبتِ حق

ایک مرتبہ حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ نے فرمایا "قیصر روم کا قاصد امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کے پاس آرہا تھا جب وہ مدینہ منورہ پہنچا تو اس نے ایک خاتون سے پوچھا کہ "خلیفہ کا محل کہاں ہے کہ میں ان سے ملاقات کا شرف حاصل کروں"؟ وہ بولی کہ ہمارا خلیفہ محل میں نہیں رہتا۔ ؎

قوم گفتندش کہ اورا قصر نیست
مر عمر را قصرِ جان روشنی ست

لوگوں نے اسے بتایا کہ اس کا کوئی بھی محل نہیں ہے۔ عمر فاروق کا محل، روح کی روشنی ہے۔

خلیفہ بذات خود مشک بھر کر مسافروں، ضعیفوں اور بیوہ عورتوں کو پانی پلایا کرتا ہے"۔ یہ سن کر قاصد کو ان کی زیارت کا شوق اور بھی بڑھ گیا قاصد نے دیکھا کہ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ ایک کھجور کے نیچے سوئے ہوئے ہیں۔ دیکھتے ہی اس کے دل پر دہشت طاری ہوگئی۔ جیسا کہ مثنوی میں مولائے روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ ؎

آمد او آنجا واز دور ایستاد
مر عمر را دید و لرزہ بر فتاد

وہ وہاں آیا۔ اور دور ہی کھڑا ہوگیا۔ حضرت عمر کو دیکھا تو اس پر لرزہ طاری ہوگیا۔

ہیبت زاں خفتہ آمد بر رسول
حالتِ خوش کرد بر جانش نزول

اس سوئے ہوئے سے قاصد پر رعب چھا گیا۔ اس کے باوجود اس کی روح پر ایک طرح کی خوشی بھی وارد ہو گئی۔

مہر و ہیبت ہست ضد ہمدگر
ایں دو ضد را جمع دید اندر جگر

اگرچہ محبت و ہیبت ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ لیکن اس نے ان دونوں ضدوں کو اپنے جگر میں اکٹھا پایا۔

گفت با خود من شہاں را دیدہ ام
پیش سلطاں نامہا بگزیدہ ام

اپنے دل میں کہا میں نے بادشاہوں کو دیکھا ہے اور سلطانوں کے دربار میں نامے بھی پیش کر چکا ہوں۔

از شہانم ہیبت و ترسے نبود
ہیبت ایں مرد ہوشم را ربود

مجھے بادشاہوں سے ہیبت نہ آئی اور نہ خوف محسوس ہوا۔ مگر اس مرد کی ہیبت نے میرے ہوش گم کر دیئے ہیں۔

بے سلاح ایں مرد خفتہ بر زمیں
من بہفت اندام لرزاں چیست ایں

یہ مرد غیر مسلح زمین پر سویا ہوا ہے اور میرا تمام جسم اسکو دیکھ کر کانپ رہا ہے۔ یہ ماجرا کیا ہے۔ ؟

ہیبتِ حق است ایں از خلق نیست
ہیبتِ ایں مردِ صاحب دلق نیست

درحقیقت یہ حق ہی کا رُعب ہے۔ مخلوق کا نہیں۔ یہ رُعب اس گدڑی پوش مرد کا نہیں۔

ہر کہ ترسید از حق و تقوٰے گزید
ترسد از دے جنّ و انس و ہر کہ دید

جو کوئی حق تعالٰے سے ڈرا اور تقوٰی کو اختیار کیا۔ اس سے جنّ و انس اور جو بھی اسے دیکھے ڈرے گا۔

یہ روپے کوئی جنّ چوری کر کے لایا ہو گا

ایک دفعہ حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ العزیز کے ہاں گھر میں اور فقراء کی جماعت میں تین دن فاقہ سے گذر گئے۔ چوتھے دن حضرت پیر سائیں تجردھنی (حضرت صبغت اللہ شاہ اوّل قدس سرہٗ) کی والدہ ماجدہ نے مصلّے کے نیچے پانچ روپے پائے۔ انہوں نے اٹھا لئے۔ جب حضرت والا مسجد شریف سے گھر تشریف لائے تو معصومہ بی بی صاحبہ نے وہ روپے حضرت والا کی خدمت میں پیش کر دیئے۔ حضرت والا نے پوچھا "یہ روپے کون سے ہیں"؟ انہوں نے عرض کی "یہ مجھ کو مصلّے کے نیچے سے ملے ہیں"۔

حضرت والا نے فرمایا "یہ روپے کسی جنّ نے کسی کے گھر سے چوری کر کے لائے ہوں گے۔ اس لیئے یہ حلال نہیں ہیں"! حضرت معصومہؒ نے وہ روپے اسی جگہ رکھ دیئے۔ انہیں یقین آ گیا کہ حضرت والا کا ارشاد

برحق ہے۔ اس کے بعد اسی روز ایک شخص نے ایک بیل اور جوار کی ایک بوری حضرت والا کی خدمت میں بطورِ نذرانہ پیش کی۔ فقیروں نے اس بیل کو ذبح کیا۔ اور آدھا گوشت اور جوار کا نصف حصہ حضرت والا نے گھر بھیج دیا، اور باقی آدھا پکا کر فقیروں کو کھلا دیا۔

ہمیشہ باوضو رہا کر

فتح محمد فقیر لغاری علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں سفر میں حضرت پیر سائیں قدس سرہٗ کے ہمراہ تھا۔ ایک دن میں پیشاب کر کے استنجا کئے بغیر آپ کے حضور حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا "ہمیشہ باوضو رہا کر" میں نے عرض کی "یا حضرت! پانی موجود نہ تھا"! آپ نے فرمایا "اگر پانی نہ ہو تو تیمم کر لینا چاہیئے" اس کے بعد میں حضرت والا کی برکت سے کبھی بھی بے وضو نہ رہا۔

ایک حسرت دوسری پشیمانی

ایک دن حضرت والا کے دو مرید کمال فقیر ٹالپر اور کرم فقیر ٹالپر، آپس میں بیٹھے گفتگو کر رہے تھے۔ کہ دوسرے فقیروں کی جماعت کو جذب وحال کی حالت ہو جاتی ہے، مگر ہم رات دن لا الہ الا اللہ کا ذکر بھی کرتے رہتے ہیں۔ اس کے باوجود نہ ہمیں جذب ہوا اور نہ کوئی حال ہی وارد ہوا ہے۔

حضرت والا نے ان کی گفتگو سُن لی۔ فرمایا کہ ابھی رات ہے جب سحر طلوع ہو جائے گی۔ اس وقت ہر شخص کو پتہ چل جائیگا کہ وہ کس قدر سرمایہ جمع کر کے لایا ہے۔

پھر آپ نے ان دونوں سے پوچھا "کیا تمہیں سکندر بادشاہ کے غار والے حال کا کچھ پتہ ہے"؟ انہوں نے عرض کی "حضور ہمیں تو کچھ پتہ نہیں"۔ آپ نے فرمایا "جب سکندر ظلمات والے غار سے واپس ہوا تو رات کا اندھیرا تھا۔ یوں محسوس ہوا کہ گھوڑوں کے پیروں سے کنکر پتھر ٹکرا رہے ہیں۔ سکندر نے لشکریوں کو حکم دیا "ہر شخص یہاں سے کنکر پتھر اٹھا کر چلے۔ لشکریوں میں سے کئی ایک نے خورجینیں اور توبرے بھر لئے۔ کئی ایک نے صرف خورجینیں بھر لیں اور کئی ایک نے صرف توبرے بھر لینے پر اکتفا کر لی۔ الغرض کسی نے زیادہ کسی نے کم کنکر پتھر اٹھا لئے۔ تاہم کچھ ایسے بدنصیب بھی تھے۔ جنہوں

نے کچھ بھی نہ اٹھایا تھا۔ خالی ہاتھ چلے آئے۔ جب سفر کرتے ہوئے بہت دور نکل آئے اور دن کی روشنی پھیل گئی تو یہ دیکھ کر سب حیران رہ گئے کہ یہ کنکر پتھر لعل و جواہرات تھے۔ جو چمک دمک رہے تھے۔ یہ دیکھ کر جنہوں نے بہت اٹھالئے تھے وہ پشیمان ہوئے کہ اگر اسکی خبر ہوتی تو وہ اور زیادہ اٹھاتے، پلوؤں میں باندھ لیتے اور جیبیں بھی بھر لیتے۔ جنہوں نے کم اٹھائے تھے وہ پشیمان ہو رہے تھے کہ انہوں نے دوسروں جتنے ہی اٹھالئے ہوتے تو اچھا تھا۔ لیکن جو بدنصیب کچھ اٹھائے بغیر چلے آئے تھے انہیں دوہری پشیمانی ہوئی۔ ایک یہ کہ اُس مُفت کی دولتِ بے بہا سے محروم رہ گئے اور دوم بادشاہ کی حکم عدولی۔ غرضیکہ سب کے سب حسرت و پشیمانی میں مبتلا تھے۔" پھر فرمایا کہ "یہ دنیا بھی اندھیرے غار کی مانند ہے۔ پس جو شخص یہاں زہد و تقویٰ اختیار کر کے جس قدر اعمال صالحہ کرے گا اسی قدر اسے آخرت میں اجر و ثواب حاصل ہوگا۔ اور اجر و ثواب کو دیکھ کر حسرت ہوگی کہ کاش اور بھی زیادہ کچھ کر لیتا۔ اور جو شخص دنیا میں کچھ بھی نیک عمل نہ کرے گا۔ اُسے دوہرا رنج ہوگا۔ ایک اجر و ثواب سے محرومی اور دوم، اللہ و رسول کی نافرمانی کا رنج۔ تاہم افسوس سب ہی کریں گے۔"[1]

---

[1] شہوت و خواب و خورش داری مدام | از عبادت کاہلی و ناتمام
اے دریغا عمر تو رفتہ بہ خواب | اندرکے ماندست او را زود یاب
(مثنوی مولانا روم)

تو ہمیشہ خواہشات اور نیند اور کھانے پینے میں لگا رہتا ہے۔ عبادت سے کاہلی ہے اور ناتمام ہے۔ ولئے افسوس کہ تیری عمر خواب غفلت میں گذر گئی۔ تھوڑی سی رہ گئی ہے اسکو جلدی سے حاصل کر لے۔

کمالِ زہد و تقویٰ

جب سلطان شجاع الملک سندھ پر حملہ کرنے آیا اور اس نے سندھ کی سرحد پر پڑاؤ ڈال دیا۔ تو سندھ کے حکمرانوں نے حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی " قبلہ! شجاع الملک کا مقابلہ کرنے کی ہم طاقت نہیں رکھتے۔ اگر سلطان نے سندھ پر حملہ شروع کر دیا تو باشندگان سندھ تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ اسوقت سندھ کو تباہی سے آپ ہی بچا سکتے ہیں۔ براہِ کرم آپ سلطان سے ملاقات کریں اور حملہ کرنے سے باز رکھیں "

حضرت والا۔ اپنے چند فقراء کو ہمراہ لیکر سلطان کی لشکر گاہ میں پہنچے تو آپ نے اپنے ہمراہیوں کو تاکید کی کہ "تم میں سے کوئی بھی لشکر گاہ کے بازار سے کوئی چیز خرید نہ کرے " جتنے دن آپ وہاں تشریف فرما رہے آپ نے نہ تو سلطان کے دسترخوان سے کچھ کھایا پیا اور نہ لشکر گاہ کے بازار سے کوئی چیز خرید کر استعمال کی۔ بلکہ درگاہ مبارک سے جو سامانِ رسد آپ ساتھ لائے تھے اسی پر اکتفا کی۔

امراء و حکام کے طعام سے پرہیز

بعض اوقات حیدرآباد سندھ کے حکام حضرت والا کی جب دعوت کرتے تو آپ وہاں تشریف فرما ہو جاتے۔ لیکن ان کے ہاں سے کچھ کھاتے نہ پیتے۔ اگر آپ کا کوئی مرید طعام تیار کر کے حاضرِ خدمت کرتا تو اسے تناول فرما لیتے۔ ورنہ اپنے ساتھ لائے ہوئے سامان رسد پر

ہی اکتفا فرماتے تھے۔

آپ فرمایا کرتے تھے "دنیا دار حکام و امراء کے طعام سے فقراء کو پرہیز کرنا لازم ہے"[1]

---

[1] گر خوری یک لقمہ از وجہ حلال — نور تابد بر دل از مہر کمال
گر شوی از لقمۂ شبہ نفیر — نفس را سازی بفضل حق اسیر
دل شود روشن ز نور آئینہ وار — پرتو اندازد در آئینہ نگار

(بوعلی قلندر علیہ الرحمۃ)

اگر تو ایک لقمہ حلال ذریعہ سے کھائے گا۔ آفتاب کمال سے دل پر نور چمکے گا۔

اگر تو شبہ کے لقمہ سے نفرت کرنے لگے گا تو نفس امارہ کو خدا کے فضل سے قیدی بنا لے گا۔

دل نور سے آئینہ کی مانند روشن ہو جائے گا۔ محبوب کا عکس دل کے آئینہ میں نظر آنے لگے گا۔

(ابوالحسان قادری)

اللہ کی راہ میں اپنے منہ

ایک مرتبہ حضرت والا ر دیھ "جلوجی" علاقہ شہدادپور میں تشریف فرما ہوئے۔ وہاں کی سب مستورات بہترین لباس اور زیورات پہن کر اور ہارسنگار کرکے آپ کی زیارت کرنے آئیں۔ آپ نے ان کو دیکھا تو فرمایا "اے عورتو! اس ہارسنگار کے بجائے اگر تم اللہ کی راہ میں اپنے منہ سیاہ کرکے آتیں تو بہتر تھا۔"

اے عزیز، آپ کا ارشاد مبارک سلف صالحین کے قول کے مطابق ہے کہ ظاہری زیب و زینت سے باطنی خرابی پیدا ہوتی ہے اور نفس کے مطالبے پورے کرنے سے روح کی خرابی ہوتی ہے اور نفس کی خرابی سے روح کی آبادی حاصل ہوتی ہے۔

کسی بزرگ نے فرمایا ہے۔ ؎

گر کنی یک آرزوئے خود تمام
از تو صد ابلیس زاید والسلام

یعنی، اگر تو اپنے نفس کی ایک خواہش پوری کرے گا تو تجھ سے سو ابلیس پیدا ہوں گے۔

کیا تم اپنے خالق و رازق پر بھروسہ نہیں رکھتے

حضرت تجر دھنی (پیر سائیں روضے دھنی کے فرزند خلیفہ حضرت سید صبغت اللہ شاہ اول) علیہ الرحمتہ نے فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت والا، سفر پر گئے ہوئے تھے۔ ان کی غیر موجودگی میں "میر زنگی ٹاپور" نے پانچ خرار اناج درگاہ شریف بھیجا اور حضرت والا کے مکان میں حسب حصص تقسیم کرکے بھیج دیا گیا تھا۔ حضرت والا جب واپس تشریف لائے تو اپنے گھر والوں سے پوچھا کہ جو اناج میر زنگی ٹاپور نے بھیجا تھا وہ کس طرح خرچ کیا گیا۔؟ آپ کو بتایا گیا کہ ہر گھر کو تقسیم کرکے دے دیا گیا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ ہر گھر کو کتنے دنوں کا خرچ ملا۔؟ عرض کیا گیا کہ پانچ چھ دن کا۔ اس پر آپ نے جوش میں آکر فرمایا "کیا تم اپنے خالق و رازق پر بھروسہ نہیں رکھتے کہ تم لوگوں نے اتنے دنوں کی خوراک جمع کر رکھی ہے آئندہ اپنے رازق پر ہرگز ایسی بے اعتمادی نہ کرنا"۔ حضرت والا کی ناراضگی کو دیکھ کر گھر کے سب افراد نے توبہ کی۔ ؎

بر سرِ ہر دانہ بنوشتہ عیاں
ایں نصیب ابن الفلاں ابن الفلاں

ہر دانہ پر صاف لکھا ہوا ہے کہ یہ حصہ فلاں بن فلاں۔ فلاں بن فلاں کا ہے۔

ہمارا رزق اس وقت کھلے گا جب تو مرے گا

ایک دن حضرت والا کے کچھ مہمان آ گئے۔ کھانے کا کچھ سامان موجود نہ تھا۔ آپ کا خادم، واحد ڈتہ، اپنے طور بازار گیا تا کہ کچھ سامان ادھار لے آئے۔ بازار سے واپس آ کر اس نے حضرت والا سے کہا۔ یا حضرت! بازار میں کوئی بھی ادھار نہیں دیتا۔ آپ نے فرمایا "اے واحد ڈتہ! فقراء اصلاً متوکل ہوا کرتے ہیں تو بھی اپنی کوشش چھوڑ دے اور زمام اختیار اپنے ہاتھ سے نکال دے۔"

بمشکل ایک ہی گھڑی گزری ہوگی کہ خادم نے آ کر عرض کی۔ یا حضرت اڑھائی روپے نذرانہ آیا ہے۔ آپ نے فرمایا "ان میں سے ایک روپیہ گھر بھیج دو اور ایک روپے سے فقراء کے لئے طعام تیار کر لو اور آٹھ آنے مہمانوں کے لئے خرچ کر دو۔" پھر تھوڑی ہی دیر بعد خادم واحد ڈتہ فقیر پھر آیا اور عرض کی۔ جناب! اڑھائی روپے اور بھی نذرانے کے آ گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا "یہ بھی پہلے کی طرح تقسیم کر کے خرچ کر دو۔" اس نے عرض کی۔ یا حضرت! سردی کا موسم ہے۔ ان میں سے صبح کو مہمانوں پر خرچ کرنے کے لیے کچھ رکھ لینا چاہیئے۔ آپ نے جوش میں آ کر فرمایا "اے واحد ڈتہ تو ہمارے رزق کی راہ بند کر دے گا۔ ہمارا رزق اسوقت کھلے گا جب تو مرے گا۔ تعجب ہے کہ اس سے پہلے تجھ کو کوئی ادھار بھی نہیں دیتا تھا اور اب تو صبح کے لیے بھی رکھنے لگا ہے"!

اِدھر اُدھر التفات نہ کر

حضرت والا فرمایا کرتے تھے کہ طالب کو چاہیئے کہ تمام کاموں سے دل توڑ کر محبوبِ حقیقی سے جوڑ لے۔ اِدھر اُدھر التفات نہ کرے کیونکہ ظاہری کاموں اور اسباب میں مشغول ہونا ایمان کی کمزوری کا سبب ہے۔

کارسازِ ما بفکرِ کارِ ما
فکرِ ما در کارِ ما آزارِ ما

ہمارا کارساز ہمارے کام کے فکر میں ہے۔ اپنے کام میں ہمارا فکر کرنا ہمارے لئے آزار ہے۔

تم عالم و زاہد ہو، متوکل نہیں ہو

ایک دن حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ حضرت بی بی رابعہ بصری علیہا الرحمۃ کی خدمت میں فقیروں کی ایک جماعت مہمان ہوئی۔ بی بی صاحبہ کی یہ عادت تھی کہ کھانے پینے کا سامان جمع کر کے نہ رکھتیں تھیں۔ آپ کا یہ معمول تھا کہ روزانہ مزدوری کرتیں۔ اسی سے اپنا اور مہمانوں کا گذارہ چلاتیں اور جو کچھ بچ رہتا فی سبیل اللہ خیرات کر دیا کرتی تھیں۔

اس دن آپ کے پاس کچھ موجود نہ تھا۔ مزدوری سے بچا ہوا تھوڑا سا آٹا تھا۔ آپ نے اس کی دو روٹیاں پکائیں۔ اتنے میں ایک سائل نے دروازہ پر صدا دی "اللہ کے نام ایک روٹی دیدو" بی بی صاحبہ نے ایک روٹی سائل کو دیدی۔ اسی وقت کوئی دوسرا سائل بھی دروازے پر آپہنچا۔ اس نے بھی صدا کی۔ تو بی بی صاحبہ نے دوسری روٹی بھی اس

سائل کو دے دی۔

مہمان یہ سارا ماجرا دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے عرض کی - اے بی بی صاحبہ، ہمیں آپ کی کامل ولایت میں کچھ شک نہیں ہے۔ مگر ولایت کے ساتھ علم ظاہری بھی ضروری ہے۔ از روئے شریعت ان دونوں روٹیوں پر ہمارا حق زیادہ تھا۔ رابعہ بصری نے ان کو کچھ جواب نہ دیا۔

تھوڑی ہی دیر گذری تھی کہ کسی امیر کی نوکرانی آئی اور اس نے انیس[۱۹] روٹیاں بی بی صاحبہ کی خدمت میں پیش کیں۔ بی بی صاحبہ نے روٹیاں شمار کیں اور فرمایا یہ روٹیاں ہماری نہیں ہیں کیونکہ یہ انیس ہیں۔ ہماری ہوتیں تو بیس ہوتیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ " دہ دنیا ستر آخرت "

یہ دیکھ کر اس نوکرانی نے جو ایک روٹی چھپا کر رکھ لی تھی ۔ وہ بھی پیش خدمت کر دی۔

جب پوری بیس[۲۰] روٹیاں ہوگئیں تو بی بی صاحبہ نے مہمانوں کو کھلا دیں۔ مہمان جب کھا کر فارغ ہو گئے تب بی بی صاحبہ نے فرمایا " تم لوگ عالم و زاہد اور عابد بے شک ہو پر تم اللہ تعالےٰ پر توکل نہیں رکھتے "

اسے واپس لے جاؤ

ایک روز حضرت والا نے فرمایا۔ میر زنگی خان ؒ تالپور ہمارا بڑا معتقد تھا۔ ایک مرتبہ اس نے کچھ اناج فقراء کے لئے بھیجا وہ ہم نے قبول کر لیا۔ اگلی فصل کے موقعہ پر ہم " لاڑ " کے سفر پر گئے ہوئے تھے تو اس نے پھر کچھ اناج درگاہ مبارک پر بھیج دیا۔ جب صاحبزادگان نے خرچ کر دیا۔

تیسری دفعہ اس نے پھر اناج بھیجا۔ اسوقت ہم مسجد میں بیٹھے تھے کہ اس کے ملازم نے آکر کہا یا حضرت! میرزنگی خان نے کچھ اناج بھیجا ہے۔ جہاں حکم ہو رکھدیا جائے۔ یہ دیکھ کر ہمیں سخت کوفت ہوئی۔ ہم نے کہا "یہ اناج واپس لے جاؤ۔ ہم نہیں لیں گے" ملازم نے بیچارگی سے عرض کی "یا حضرت، میر صاحب آپ کے بڑے معتقد ہیں" ہم نے ہنس کر کہا کہ ہم میر صاحب سے ناراض نہیں ہیں۔ مگر تم لوگوں نے ہر فصل پر یہ اناج ہمارے لیے مقرر کر دیا ہے۔ اس لئے ہمیں اسکو نہیں لینا ہے۔ کیونکہ گذشتہ مشائخ جو تارک الدنیا۔ متوکل اور بے طمع تھے۔ ان کے مُرید ان کو نذرانے پیش کیا کرتے تھے۔ لیکن ان مشائخ کی اولاد نے مُریدوں میں طمع رکھنا شروع کر دیا کہ ہم فلاں کی اولاد ہیں۔ اس لیئے ہمکو اتنا "تاوان" دو۔ چونکہ ہماری بھی اولاد ہے اسکے لئے ہم ہر فصل پر نہیں لینا چاہتے۔

سپردم بہ تو مایۂ خویش را

حضرت والا نے فرمایا "ہماری کشتی توکل کے سہارے چل رہی ہے۔ وہ جہاں چاہے لے جائے اور جہاں چاہے ٹھہرا دے" اور پھر یہ شعر پڑھ کر سنایا۔ ؎

سپردم بہ تو مایۂ خویش را
تو دانی حساب کم و بیش را

میں نے اپنا تمام سرمایہ تیرے سپرد کر دیا۔ اب کم و بیش کا حساب تو ہی جانے۔

کھانے والا گیا ہے۔ کھلانے والا موجود ہے

حضرت والا نے فرمایا۔ حضرت حاتم اصم علیہ الرحمتہ نے حج کا ارادہ فرمایا۔ اور بیوی سے فرمایا میں حج کو جا رہا ہوں۔ بتاؤ کہ میں تم کو کتنے عرصہ کیلئے کھانے پینے کا خرچ دوں"؟

بیوی نے کہا "مجھے میری عمر کے جتنے دن دے سکتے ہو۔ اتنے ہی دن کا خرچ بھی دیتے جاؤ"!

حضرت حاتم اصم نے فرمایا "عمر کا دینا تو اللہ کے ذمے ہے"۔ بیوی نے جواب دیا "رزق بھی اللہ ہی کے ذمہ ہے"۔ آپ حج پر تشریف لے گئے۔ اس کے بعد ایک دن شہر کی چند خواتین، حضرت حاتم اصم کے گھر آئیں۔ اور پوچھا۔ تمہیں کھلانے والا تو حج پر چلا گیا ہے۔ اب گزارہ کیسے کرتی ہو"؟ حضرت کی بیوی نے جواب دیا۔ کھانے والا گیا ہے کھلانے والا موجود ہے"۔

اپنی مرضی سے نہیں کھاؤ گے تو..........

حضرت والا نے فرمایا۔ سلطان العارفین بایزید بسطامی قدس سرہٗ ایک دن ایسے بیابان میں گئے۔ جہاں کسی انسان کا گذرنا مشکل تھا۔ وہاں پہنچ کر انہوں نے اپنے رب سے وعدہ کیا کہ "نہ میں کسی شہر میں جاؤں گا۔ نہ کسی سے سوال کروں گا اور نہ ہی اپنے ہاتھ سے کچھ کھاؤں گا۔ اگر کسی نے گھی میں شہد ملا کر میرے منہ میں ڈالا تو پھر کھاؤں گا"!

یہ عہد کر کے بایزید ایک جگہ لیٹ رہے۔ اسی طرح دو راتیں گذر گئیں۔

جب تیسری رات آئی تو ایک بھولا بھٹکا قافلہ اِدھر آ نکلا۔ حضرت بایزید نے جب آدمیوں کو دیکھا تو ویسے لیٹے منہ بند کر کے دانتوں پر دانت مضبوطی سے جما لئے۔ قافلہ والوں کا ایک آدمی لکڑیوں کی تلاش میں ادھر کو آیا تو دیکھا کہ ایک آدمی بیہوش پڑا ہے۔ اس نے جلدی سے جا کر قافلہ سالار کو بتایا۔ قافلہ سالار چند ہمراہیوں کو لیکر پہنچا۔ اور بولا، یہ شخص کوئی بھولا بھٹکا آدمی ہے جو بھوک پیاس کی شدت سے بیہوش ہے۔ اس لئے اسکو گھی میں شہد ملا کر کھلانا چاہیئے۔ مگر اس کے تو دانت جمے ہوئے ہیں۔ کھلائیں تو کیسے کھلائیں۔ پھر قدرے سوچ کر بولا۔ اچھا تو اس طرح کرتے ہیں کہ اس کے دانت توڑ دیتے ہیں پھر اس کے منہ میں گھی اور شہد ڈالتے ہیں۔ جب وہ گھی میں شہد ملا کر لے آئے تو اللہ تعالےٰ نے شیخ بایزید کو الہام فرمایا کہ اگر اپنی مرضی سے نہیں کھاؤ گے تو ہم تیرے دانت تڑوا کر بھی تجھ کو کھلا دیں گے۔ حضرت بایزید علیہ الرحمتہ اُسی وقت ہنس پڑے اور بیٹھ کر گھی اور شہد کھا لیا۔

مولانا روم قدسنا اللہ باسرارہٖ فرماتے ہیں۔

ھیں توکل کُن مـلرزاں پا و دست
رزق تُو بر تُو ز تو عاشق تراست

اللہ تعالیٰ پر توکل رکھ۔ اپنے ہاتھ پاؤں نہ لرزا۔ تیرا رزق تجھ پر تجھ سے بڑھ کر عاشق ہے۔

حلال چیز وہ ہے جسمیں اپنی خواہش کا دخل نہ ہو

خلیفہ محمود نغامانی علیہ الرحمتہ کا بیان ہے کہ ایک دن میں نے حضرت والا کی خدمت میں عرض کی یا حضرت! پہلے میں کمائی کیا کرتا تھا۔ جب سکرو بے خبری کی حالت طاری ہو گئی تو کمانا رہ گیا۔ اب صحو کی حالت میں ہوں۔ ہوش آ چکا ہے اگر اجازت ہو تو کمانا شروع کروں۔؟

حضرت والا نے فرمایا:۔ اپنے نفس سے پوچھ، اگر وہ کسی چیز کی خواہش رکھتا ہے تو کمائی کرنا بہتر ہے اور طمع کرنی بری بات ہے۔ اگر دل میں کوئی بھی خواہش نہیں ہے۔ تو پھر توکل بہتر ہے۔"

میں نے عرض کی۔ یا حضرت! حالات تو سب آپ پر روشن ہیں۔ میرے دل میں کوئی خواہش نہیں تاہم ظاہر والے کہتے ہیں کہ اپنے ہاتھ سے کما کر کھانا حلال ہے"!

حضرت والا نے فرمایا:۔ اے بھائی! حلال چیز تو وہ ہے جس میں خواہش کا دخل نہ ہو۔ جو کام اپنی خواہش سے کیا جائے وہ سب حرام ہے۔ ایسی چیز اللہ تعالیٰ طالبان حق کو نہیں کھلاتا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے۔ اَلْخَبِيْثَاتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثَاتِ وَالطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبَاتِ (سورۃ النور)

خراب چیزیں خراب اشخاص کے لئے اور پاکیزہ چیزیں پاک اشخاص کے لیئے ہیں۔

بغیر بادل کے پانی اور بلا سبب کھانا

حضرت پیر سائیں قدس سترہٗ نے فرمایا :- آٹھ آدمی قافلہ کے ساتھ زیارت حرمین شریفین کے لیے سفر کر رہے تھے۔ راستے میں اتفاقاً قافلے سے بچھڑ گئے اور راستہ بھی کھو بیٹھے۔ تین دن اور تین رات اجاڑ میں سفر کرتے گذر گئیں۔ دریں اثناء انہوں نے نہ کچھ کھایا اور نہ پیا تھا۔ بھوک اور پیاس نے ان کو نڈھال کر دیا۔ تیسرے دن چلتے ہوئے ایک پہاڑ کے پاس سے گذر رہے تھے کہ پہاڑ کے دامن میں ان کو ایک بزرگ شخص نظر آیا۔ جو تازہ بہ تازہ وضو کر کے بیٹھا تھا پانی کے قطرے ہنوز اس کی ریش مبارک سے ٹپک رہے تھے اور ہاتھ پاؤں بھی تر تھے۔ یہ دیکھ کر انہوں نے بزرگ کی خدمت میں التجا کی۔ یا حضرت! ہم تین دن سے بھوکے پیاسے مسافر ہیں۔ اس بیابان میں رُلتے ہوئے مر رہے ہیں۔ آپ تازہ وضو کئے بیٹھے ہیں۔ للہ ! ہمیں بھی پانی کا پتہ دیں اور یہ بھی فرمائیں کہ اس بیابان میں آپ کو پانی اور طعام کہاں سے میسر آتا ہے "؟

بزرگ نے جواب میں فرمایا۔ ہمیں کھانا اور پانی دونوں اللہ تعالےٰ کے ہاں سے ملتے ہیں "! وہ بولے اسوقت تو ہمیں کوئی کھانا یا پانی آپ کے پاس دکھائی نہیں دے رہا۔ اگر ہم آپ کی بات پر یقین نہیں کرتے تو ایمان کی خیر نہیں۔ لیکن پہلے ہمیں پیاس سے چھڑائیں تو پھر دوسری باتیں بھی ہوں گی "۔ اس بزرگ نے ہاتھ اٹھائے اور دعا مانگی۔ ابھی وہ دعا سے بمشکل فارغ ہی ہوئے تھے کہ ایک چھوٹا سا بادل ظاہر ہوا۔ اور وہاں اتنی بارش برسائی کہ جل تھل کر دیا۔

ان آٹھوں نے سیر ہو کر پانی پی لیا۔ تو اس بزرگ نے فرمایا۔ میاں! یہ بادل بھی تم لوگوں ہی کے لیئے آیا ہے ورنہ ہم کو تو اللہ تعالےٰ بغیر بادل کے پانی اور بغیر سبب کے کھانا پہنچا دیا کرتا ہے۔

اے عزیز! دیکھ کہ جو شخص خود کو فنا کر دیتا ہے تو وہ جو کچھ بھی چاہے کر سکتا ہے۔

ایک بزرگ نے فرمایا ہے ؎

آسمان و زمین طفیل تو اند
تو امیری و جملہ خیل تو اند
تو ہمانی کہ گر بگویم باز!
عالمت سجدہ آورد بہ نیاز

آسمان و زمین تیرے ہی طفیل ہیں۔ تو امیر ہے اور جملہ موجودات تیرا لشکر ہیں۔ تو تو وہ چیز ہے کہ اگر وا شگاف کر دوں تو سارا جہان نیاز مندی سے تجھ کو سجدہ کر دے۔

دوسروں سے ہمارا کیا واسطہ؟

ایک مرتبہ حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہٖ 'لاڑ' کے سفر کے دوران حیدر آباد میں سید مقبول شاہ والی مسجد میں تشریف فرما ہوئے۔ چونکہ حضرت والا کو ہمیشہ سے ترک و توکل مرغوب تھا۔ اس لیئے دوران گفتگو سننے والوں کو جن دُر ہائے اسرار الٰہی سے نوازرہے تھے ان میں سے ترک و توکل کے متعلق گوہر افشانی فرمانے لگے۔ اس پر سید مقبول شاہ، خواجہ عبید اللہ احرار قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر درمیان میں لائے تو آپ نے فرمایا۔

بلاشبہ ایسے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام بھی ہیں جنہیں ظاہری اسباب مہیا تھے۔ مگر ہمکو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کسی بھی دوسرے کے قول وفعل کی طرف نہیں دیکھنا ہے۔ اس لیے کہ جب کہ ہمیں انہی کا قرب اور انہی کی محبت زیادہ مطلوب ہے تو پھر ہمیں انہی کی پیروی اختیار کرنی ہوگی دوسروں سے ہمیں کیا واسطہ؟

معمولِ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

ایک مرتبہ حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ العزیز نے حدیث شریف سے بیان فرمایا کہ حضور سرکار دوعالم صلے اللہ علیہ وسلم کا معمول مبارک یہ تھا کہ دن کو صبح کے وقت گھر تشریف لایا کرتے۔ اپنے حرمِ محترم سے دریافت فرماتے: "کھانے کے لیے کچھ موجود ہے"؟ پھر اگر موجود ہوتا تو کھا لیتے اور اگر موجود نہ ہوتا تو فرمادیا کرتے "اَنَا صَائِمٌ" "میں روزہ سے ہوں" مطلب یہ کہ کھانے کو کچھ موجود نہ ہونے کی صورت میں آپ روزے کی نیت کر لیا کرتے تھے۔

اصل مقصود

خلیفہ امید علی علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ خلیفہ میاں لقمان علیہ الرحمۃ نے توکل کے بارے میں حضرت پیر سائیں روضے دھنی قدسنا اللہ باسرارہ العزیز کی خدمتِ بابرکت میں عرض کی "یا حضرت! منہ کو حرکت دینا بھی تو کھانے والے کے اختیار میں ہے۔ پھر کیا کیا جائے"؟

حضرت والا نے اس کے گھٹنے پر ہاتھ مار کر فرمایا "اے بزرگ! مقصود۔

اپنے "امام" کی متابعت ہے۔ اور توکل بھی وہی ہے جو "امام" یعنی حضرت سرورِ کائنات۔ امام الموجودات صلے اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے موافق ہو۔ جیساکہ شیخ سعدی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے ؎

بہ زھد وورع کوش صدق وصفا
ولیکن میفزائے بر مصطفےٰ

یعنی، زہد، ریاضت، پرہیز اور صفائی میں بلاشبہ کوشش کر۔ لیکن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بڑھاکر زیادتی نہ کر"

تم طعامِ لطیف کسے کہتے ہو۔ ؟

خلیفہ میاں لقمان علیہ الرحمتہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ماہ رمضان شریف کے دوران فاقوں کا بڑا زور تھا۔ کئی کئی دن کھانے کو کچھ نہ ملتا تھا۔ یہاں تک کہ عید کا دن بھی فاقے ہی سے گذر گیا۔ حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہٖ کا جسم مبارک بھی بہت لاغر ہو گیا۔ جب ہم نمازِ عید سے فارغ ہو کر آئے اور آپ ایک درخت کے نیچے آکر بیٹھ گئے تو میں نے آپ کی خدمت میں عرض کی "یاحضرت! میں نے کسی کتاب میں دیکھا ہے کہ خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ کے ایک وقت کے کھانے پر چالیس روپے خرچ آیا کرتے تھے۔ کھانا کھالے کے بعد خواجہ صاحب فرمایا کرتے تھے کہ اس لطیف طعام سے بڑی ترقی حاصل ہوتی ہے۔

آپ نے فرمایا "تم طعام لطیف کسے کہتے ہو"؟ ہم خاموش رہ گئے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر طعام لطیف، سالن، پلاؤ اور حلوہ کو کہا جائے تو پھر "میر سہراب ٹالپر" کو بڑی ترقی حاصل ہو جاتی۔ مگر یہ طعام لطیف، نہیں ہے بلکہ "طعام لطیف" کہا جاتا ہے، بھوک کو جسے "طعام العاشقین" کہا جاتا ہے

اور یہ ہے بھی مسنون ہے!

پھر فرمایا "جماعتی کی نماز امام کی اقتدا میں درست ہو گی۔ لیکن اگر وہ امام کی اقتدا و پیروی سے روگردانی کرے گا تو نماز درست نہ ہو گی۔ ہمیں بھی بہر حال اپنے امام یعنی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت پسند ہے۔"

صاحبزادوں کو نصیحت

عبداللہ فقیر علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ مسجد شریف سے باہر بیٹھے وضو کر رہے تھے۔ میں نے ان کے بیٹھنے کے لیے اپنی چادر بچھادی۔ آپ نے ایک فقیرنی سے فرمایا "جا کر میاں محمد یاسین شاہ (قدس سرہٗ) اور محمد صادق شاہ (قدس اللہ تعالےٰ سرہٗ) کو بلا کر لے آ" جب صاحبزادے آگئے تو آپ نے ان کو وعظ و نصیحت کے طور سے فرمایا "اے بابا! کچھ کر لو تاکہ ہمارے بعد آسودہ رہو۔ اور دیگر مشائخ کی طرح مریدوں کے دروازوں پر بھیک مانگنے نہ جاؤ" پھر فرمایا "ہم اتنا جو تمہیں کہتے ہیں۔ وہ اس لیے نہیں کہ ہمارے بعد تم ہماری سربلندی کرو گے۔ بلکہ خاص تمہارے ہی فائدے کی خاطر یہ کوشش کرتے ہیں۔ اور ہمارا ایک مرید ہے جس سے ہمارا دل بے حد راضی اور مطمئن ہے" پھر فرمایا "ہمارے بڑے فرزند (یعنی مسندنشین اوّل قدس سرہٗ) نے ہمیں بہت راضی کیا ہے" یہ آپ نے تین مرتبہ فرمایا اور فرمایا کہ "البتہ، دنیا کی جانب قدرے مائل ہے لیکن وہ بھی زیادہ دانشمندی کے باعث۔ مگر اللہ تعالےٰ وہ دن بھی لائے گا کہ وہ خود ہی دنیا کو ترک کر دے گا"

اللہ سے قرب کی دلیل

خلیفہ میاں لقمان کا بیان ہے کہ جب حضرت والا ریگستان کے سفر میں تھے۔ میں نے قاضی عبدالرحمان ساکن سید پور کا پیغام عرض بحضور کیا کہ۔ یا حضرت! قاضی عبدالرحمان کہتا ہے کہ میرا بیٹا بہت حسین اور خوش اطوار تھا۔ وہ قضائے الٰہی سے وفات پاگیا ہے۔ اس کی جدائی اور فراق نے دل کی جمعیت چھین لی ہے۔ حضور دعا فرمائیں۔" حضرت والا نے فرمایا۔ ہمارا صاحبزادہ میاں محمد یاسین۔ بہت خوبصورت اور خوش اخلاق تھا۔ وہ بچپن میں ہی روشن ضمیر اور صاحب کشف تھا۔ شب بیدار بھی تھا یہاں تک کہ وہ علی الصبح ہمیں جگایا کرتا تھا۔ وہ ہمیں بہت عزیز اور منظور نظر تھا۔

ایک دن میں نے اسکو شفقت و محبت سے آغوش میں لے کر پیار کیا۔ معاً مجھے احساس ہوا کہ میں یہ کیا کر بیٹھا ہوں کہ اپنے بیٹے سے اتنا قرب کر لیا۔ اور اللہ تعالیٰ غیور ہے۔ میں نے چاہا کہ اپنی اس لغزش سے استغفار کر لوں۔ لیکن پھر سوچا کہ توبہ کرنے کا یہ مطلب ہوگا کہ خود کو لغزش کی پاداش سے بچانا چاہتا ہوں۔ حالانکہ گناہ کی جزا نفس پر بہت گراں گذرا کرتی ہے۔ تو گویا لغزش کر کے توبہ کر لینے سے نفس کی مراد پوری ہو جاتی ہے۔

یہ سوچ کر میں نے توبہ نہ کی اور اس لغزش کی جزا کا منتظر رہا۔ میں نے کہا۔ اگر اللہ تعالے کو ہم سے قرب ہوگا تو صاحبزادے کو دوست رکھنے پر غیرت کرے گا۔ پھر دوسرے ہی دن ہماری ایک مریدنی نے

اللہ تعالےٰ کی عزت کا خواب سُنا دیا۔ صاحبزادے کو بخار چڑھا اور سخت بیمار ہو گیا اور اسی بیماری میں محبوبِ حقیقی سے جا ملا۔

اِنا للہ وانا الیہ راجعون

اس پر میں نے اللہ کا شکر کیا اور اس کی حمد بجا لایا۔ کہ اس جزا کا ظہور اللہ تعالےٰ کے قرب کی دلیل ہے۔

تمہارا دین بھی عجیب ہے

خلیفہ میاں لقمان کا بیان ہے کہ ایک دفعہ جبکہ میں حضرت والا کی خدمت میں حاضر تھا۔ ایک آدمی ایک سَو روپے حضرت والا کی خدمت میں پیش کرنے کو لایا۔ مولے ڈنہ فقیر نے ان روپوں کو رومال میں باندھ کر چارپائی پر تکیہ نیچے رکھ دیا۔ حضرت والا ایسے حقیر امور سے بہت بلند و بالا تھے۔ ان کو روپوں کی خبر نہ تھی۔ کسی آدمی نے ان میں سے پچاس روپے نکال لئے اور باقی پچاس روپے رومال میں چھوڑ گیا۔ مولے ڈنہ فقیر کو خبر لگی تو اس نے کہا آدھے روپے نکال لے جانا۔ کسی یہیں رہنے والے کا ہی کام ہو سکتا ہے۔ اگر کوئی چور ہوتا تو سارے روپے اٹھا لے جاتا۔

حضرت والا نے اس بارے میں کچھ نہ فرمایا۔ پھر فقیر مولے ڈنہ اور دوسرے فقرار نے آپس میں مشورہ کیا کہ فلاں فال نکالنے والے سے اس کا نام نکلوائیں۔ اس پر حضرت والا نے غصّہ ہو کر فرمایا۔ تمہارا دین بھی عجیب ہے، جو نام نکلواتے ہو۔ وہ روپے اصلاً ہمارے تھے ہی نہیں۔ جو ہمارے تھے وہ بچے رہے ہے تاہم اگر تمہارے دل کی تسلی نہ ہو تو یوں ہی سمجھ لو کہ دراصل اتنا ہی نذرانہ آیا تھا۔

فقیر وہ ہے جو بدلہ کی نہ سوچے

سید محمد شاہ ساکن پلیاہ، حضرت والا کا مرید تھا۔ اس نے کچھ زمین میں کاشت کر رکھی تھی۔ وہ زمین بزرگان لواری کے قریب تھی۔ ان بزرگوں کے آدمی اس کاشت میں سے گھاس کاٹ لے جایا کرتے تھے۔ سید محمد شاہ نے ان کو روکا تو انہوں نے اس کی بے حرمتی کی۔ سید محمد شاہ نے مخدوم محمد زمان کلاں کے نولسے اور سجادہ نشین کے پاس پہنچ کر ان کی شکایت کی تو اس نے بھی سید محمد شاہ کو برا بھلا کہا۔ اور اس کے ان آدمیوں نے جو مٹی گارے کے کام میں لگے ہوئے تھے۔ گارے سے لتھڑے ہوئے ہاتھوں سے اسے مار پیٹ کر باہر نکال دیا۔ اس کے بعد جب حضرت والا "لاڑ" کا سفر کرتے ہوئے اس علاقے میں تشریف فرما ہوئے تو سید محمد شاہ نے یہ سارا ماجرا عرض کیا اور فریاد کی "یا حضرت یہ سب کچھ انہوں نے میرے ساتھ صرف اس لئے کیا کہ میں حضرت والا کا مرید ہو گیا۔ اور آپ کی دعوت کیا کرتا ہوں۔ اسی لیے انہوں نے مجھے اسقدر ایذا پہنچائی ہے۔ جب تک آپ کا مرید نہ ہوا تھا یہ لوگ میری بڑی عزت کرتے تھے اور ادب سے پیش آیا کرتے تھے۔

حضرت والا نے فرمایا۔ اے شاہ! خود کو خواہ مخواہ دو نقصانوں میں نہ ڈال۔ ایک تو یہ کہ انہوں نے آپ کو مار پیٹ کی اور دوسرا یہ کہ تو بے صبری کا مظاہرہ کرتا ہے۔ کہ یہ بھی نقصان ہی ہے۔ تو ان کے حق میں دعا کر۔ اللہ تعالےٰ ان سے خود بخود تیرا بدلہ لے لے گا۔

پھر تمثیلاً بیان فرمایا کہ "ایک شخص کے دو غلام ہوں۔ وہ دونوں اپنے مالک کے سامنے آپس میں لڑیں جھگڑیں اور مالک دیکھ رہا ہو کہ وہ ایک دوسرے

کو مار پیٹ رہے ہیں۔ دریں اثناء وہاں کوئی دوسرا آدمی آ پہنچے۔ تو اگر وہ عقلمند ہو تو وہ یہ سوچیگا کہ جب کہ مالک اپنے غلاموں کو لڑتے جھگڑتے اور ایک دوسرے کو مار پیٹ کرتے دیکھ رہا ہے۔ اور پھر بھی خاموش ہے تو جبکہ مالک ان کو کچھ نہیں کہتا تو اسے بھی چاہیئے کہ وہ بھی خاموش ہو رہے۔ لیکن اگر وہ دخل دے گا تو اپنی بے عقلی کا ثبوت دیگا۔"

حاضرینِ مجلس میں سے بعض نے عرض کی "یا حضرت! ظاہری بدلہ تو لینا ہی چاہیئے" اور بعض نے کہا "یا حضرت! کرامت کے ذریعہ اس کا بدلہ لینا چاہیئے" یہ سن کر حضرت والا نے فرمایا "اَلصَّبْرُ مِفْتَاحُ الْفَرَحِ (صبر خوشی کی کنجی ہے) فقیر وہی ہے جو بدلے اور کرامت کا دم نہ مارے۔ اللہ کی رضا پر راضی رہے بدلے کا معاملہ اس کافی المہمات کے اختیار میں ہے۔

مخدوم نوح اور ہزار روپیہ کی تھیلی

حضرت والا نے مخدوم نوح علیہ الرحمۃ کا واقعہ بیان فرمایا کہ ان کے مریدوں میں سے ایک مرید نے حاضر خدمت ہو کر عرض کی "یا حضرت! آپ کی ایک ہزار روپیہ کی تھیلی گم ہو گئی ہے" حضرت مخدوم چند لمحے خاموش رہے۔ پھر فرمایا "الحمد للہ" دوسرے دن اسی شخص نے حاضر ہو کر عرض کی "یا حضرت! کل والی گمشدہ تھیلی مل گئی ہے" حضرت مخدوم چند لمحے خاموش رہے۔ پھر فرمایا "الحمد للہ" اس درویش نے پوچھا "یا حضرت! آپ نے تھیلی کے گم ہو جانے اور پھر مل جانے پر بھی الحمد للہ فرمایا۔ اس کا کیا سبب ہے"؟ آپ نے جواب دیا "ہمارے الحمد للہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ تھیلی کی گمشدگی اور واپس مل جانے پر دونوں حالتوں میں ہمارے دل نے ان دنیاوی معاملات کی جانب التفات نہ کی۔ گم شدگی پر

غم یا مل جانے پر خوشی کا کچھ بھی اثر ہمارے دل پر نہ ہوا۔ دونوں حالتوں میں ہمارا دل مضبوطی سے اللہ تعالےٰ سے متعلق رہا۔

اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔ لاتاسوا علیٰ مافاتکم ولا تفرحوا بما آتاکم جو کچھ تم سے فوت ہو جائے اس پر افسوس نہ کرو اور جو کچھ مل جائے اس پر خوش نہ ہو۔"

صبر اور بے صبری

حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام، اولیاء اور عوام الناس موت کی تقدیر واقع ہونے، بیماریوں اور دیگر حادثات میں برابر ہیں۔ لیکن انبیاء، اولیاء اور عام آدمیوں میں فرق یہ ہے کہ انبیاء، اولیاء مصائب پر صبر کرتے ہیں وہ اس پر یقین رکھتے ہیں کہ لَا رَدَّ لِلتَّقْدِیْرِ۔ یعنی تقدیر ٹلتی نہیں۔ جو ہونا ہے ضرور ہو کر رہے گا۔ اور وہ رضا و تسلیم سے گردن جھکا دیتے ہیں۔ چون و چرا نہیں کرتے۔

اور عوام الناس کا حال یہ ہے کہ تقدیر الہٰی سے کوئی حادثہ واقع ہوتا ہے تو پہلے تو اسکو روکنے کی بے سود تدابیر کرتے ہیں۔ آہ و فغاں بھی کرتے ہیں حتیٰ کہ صبر و رضا کا دامن چھوڑ کر شرکیہ الفاظ تک منہ سے نکال دیتے ہیں۔ اور کہنے لگتے ہیں کہ اگر ایسا نہ کرتے تو یہ تکلیف ہمکو نہ پہنچتی۔ اگر ایسا کر لیتے تو ایسا ہوتا۔ مسبب حقیقی سے روگردانی کرتے ہوئے بیکار اسباب میں الجھ کر حیران و پریشان ہو جاتے ہیں۔

مولانا روم علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں۔ ؎

چوں قضا آید طبیب ابلہ شود
آں دوا در نفع خود گمرہ شود

جب قضا آتی ہے۔ طبیب بے وقوف ہو جاتا ہے۔ اور وہ دوا جو تجویز کی جائے نفع نہیں دیتی۔

شیوۂ سالکین

خلیفہ محمود نظامانی کا بیان ہے کہ ایک دن میں حضرت والا کے روبرو بیٹھا تھا آپ نے میری جانب منہ کر کے فرمایا ۔ اکثر لوگوں کا تکیہ کلام یہ ہے کہ

جا دُسِي سا واهه ڪلُون تر يبين کي

میرے دل میں خیال آیا کہ اس کے ساتھ کچھ اضافہ کر دوں۔ تو میں نے یہ الفاظ بڑھا دیئے۔

لاهوتي لاهوت ڏي رتڙهن سنجهه صُباح ★ ڏک سُک برابر اُن کي اوبرن ساڻ الله
سکن مرسالک سِي سَر کو ڪي نه ساهه ★ ماندائي مرشد چوي چلن منجهارُون چاهه
جاوَنُي ساداهه ڪلُوّن تَرِيبَن کي

ترجمہ:۔ لاہوتی لاہوت کی طرف صبح و شام چلتے ہیں۔ اللہ سے باتیں کرتے ہیں ان کے لیے دُکھ سکھ ایک ہے۔ وہ سالک اپنی جانوں کو سکھوں میں خوش نہیں رکھتے مرشد نے کہا وہ پریشانی میں بھی چاہ سے چلتے ہیں سہتے ہیں جو دوست کو پسند ہے وہ ہکا سب سے اچھا ہے۔

صبر و تحمل کا امتحان

حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ ایک شخص حضرت خواجہ نقشبند علیہ الرحمۃ کی خدمت میں مرید ہونے آیا۔ خواجہ علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔ تو اس نعمت کے لائق نہیں ہے۔ میں تجھے مرید نہیں کروں گا۔"

جب اس شخص نے بڑا اصرار کیا تو فرمایا "ایک شرط پر مرید کروں گا۔ اور وہ یہ ہے کہ تو بخارا کے قلعہ کے فلاں دروازے پر جا کر کھڑا ہو۔ شام کے وقت ایک بوڑھا آدمی لکڑیاں اٹھائے ہوئے جب دروازہ سے گذرے تو، تو اس کے منہ پر ایسا زور کا مکا مارنا کہ وہ زمین پر گر پڑے۔ اس کے بعد جو کچھ وہ کہے مجھے آکر بتانا۔ پھر تجھ کو مرید کر لیں گے۔"

وہ شخص حضرت خواجہ کے فرمان کی تعمیل میں قلعے کے اسی دروازے پر آکر کھڑا ہو گیا۔ بہت سے آدمی لکڑیاں اٹھائے ہوئے گذرتے رہے۔ کچھ دیر بعد اس نے دیکھا کہ ایک کمزور سا بوڑھا آدمی سر پر لکڑیوں کا گٹھا اٹھائے دروازے سے گذرا۔ وہ سر سے پیر تک پسینہ میں غرق تھا۔

اس بوڑھے آدمی کو دیکھ کر اس شخص کو اس پر رحم آگیا۔ اس کا دل نہیں کرتا تھا کہ اس کو مکا مارے لیکن خواجہ کے حکم کی تعمیل بھی کرنی تھی۔ اس نے زور کے ساتھ مکا اس کے منہ پر مارا کہ وہ بوڑھا بے ہوش ہو کر گرا۔ اور مکا مارنے والا فوراً بھاگ نکلا۔ اس نے دیکھا کہ بوڑھا اس کا تعاقب کر رہا ہے۔ بوڑھے نے دوڑ کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور بولا: تیرے ہاتھ کو تکلیف پہنچی ہو گی تجھ کو جو تکلیف مکا مارنے سے پہنچی خدا کے لیے مجھے معاف کر دے۔

اس بات سے اس شخص کو بڑا تعجب ہوا۔ اور اس نے یہ تمام ماجرا، حضرت خواجہ

کی خدمت میں آکر بیان کر دیا۔

حضرت خواجہ نے فرمایا یہ مرد ضعیف ہمارے مریدوں میں سے ہے اگر تو بھی ایسی بُردباری کر سکے۔ تو میں تجھے مرید کروں گا۔ وہ شخص بولا! ایسی بُردباری مجھ سے نہ ہو سکے گی۔ یہ کہہ کر چلا گیا۔

صبر و تحمّل کی تلقین

حضرت والا نے فرمایا۔ تقدیر اگر کسی کے موافق نہ ہو تو اسے صبر و تحمل سے کام لینا چاہیئے اور اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم کا منتظر رہنا چاہیئے۔ اور دو مثال بیان فرمائے۔ پہلا یہ کہ جب درزی کے پاس کپڑا سلانے کے لیے جائیں تو درزی کپڑے کو کاٹ کر ٹکڑے کر دیتا ہے۔ گویا کہ اس نے نقصان کر ڈالا۔ لیکن کپڑا سل جانے کے بعد طبیعت کو پسند آتا ہے۔

دوسرا یہ کہ، جب گائے کا دودھ دوہنے لگتے ہیں تو اس کے بچے کو گائے کے قریب باندھ دیتے ہیں تاکہ دودھ دوہنے کے بعد بچے کا حصّہ چھوڑ کر بچے کو کھول کر پلائیں۔ لیکن بچھڑا، جلد بازی کرتا ہے اور اچھلتا کودتا ہے تو رسّے کی گرہیں مزید مضبوط ہو جاتی ہیں اور کھولنے میں دیر لگ جاتی ہے۔

پس طالب کو چاہیے کہ۔ اپنی سب تدابیر تقدیر الٰہی کے سپرد کر دے اور اس پر عمل کرے۔ ؎

سپردم بہ تو مایۂ خویش را تو دانی حساب کم و بیش را

میں نے اپنا سب کچھ تیرے حوالے کر دیا ہے۔ کم و بیش کا حساب تو ہی جانے۔

قولہ تعالیٰ۔ وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْ اِلَی اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ بَصِیْرٌ بِالْعِبَادِ۔
میں نے اپنا معاملہ اللہ تعالےٰ کے سپرد کر دیا۔ بے شک اللہ اپنے بندوں کو دیکھ رہا ہے۔

ہر حال میں۔ شکرِ خدا

حضرت والا کی عادت مبارک یہ تھی کہ جب آپ کا کوئی صاحبزادہ فوت ہو جاتا تو آپ یہی فرماتے تھے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ عَلٰی کُلِّ حَالٍ مَّا کَانَ۔ اور پھر فوت ہونے والے سے فرماتے "میری طرف سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کرنا" اس کے بعد یہ سندھی بیت پڑھتے تھے۔ سَنّ سانیئڙن جي سيڙ ۾ منجي جاءِ۔

اسباب ناقص الایمان کے لئے ہیں

خلیفہ میاں لقمان علیہ الرحمتہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں سخت بیمار ہو گیا حضرت پیر سائیں روضے دھنی قدس اللہ باسرارہ کو درگاہ شریف پر میری علالت کی خبر ملی۔ تو ارشاد فرمایا، ہم خلیفہ کے لئے دوا بھیجیں گے۔ جو فقراء میرے واقف تھے انہوں نے عرض کی "یا حضرت! خلیفہ کوئی بھی دوا استعمال نہیں کیا کرتا" آپ نے فرمایا "وہ بیچارا صابر ہے۔ آپ نے میرے لئے "ہرمزہ" تجویز فرمایا اور فرمایا "وہ ہماری بھیجی ہوئی دوا استعمال کرے گا۔ اگر "لاڑ" کا کوئی فقیر موجود ہو تو ہم اسے دوا دیدیں تاکہ وہ خلیفہ کو پہنچا دے۔" لیکن اس وقت لاڑ، کا کوئی فقیر حاضر نہ تھا۔ میں جب بیماری سے شفایاب ہوا تو حضرت والا کی قدمبوسی کے لئے درگاہ مبارک کو روانہ ہوا۔ جب وہاں

پہنچا تو حضرت والا خلیفہ میاں اللہ رکھیہ کی دعوت میں تشریف فرما تھے۔ ظہر کی نماز کے وقت میں وہاں جا پہنچا اور حضرت والا کی زیارت سے مشرف ہوا۔ حضرت والا شہر سے باہر مسواک کر رہے تھے۔ آپ کا چہرۂ انور مغرب کی جانب تھا۔ میں ادباً حضرت والا کے پیچھے بیٹھ رہا۔ حاضرین نے مجھے دیکھ کر مرحبا کہی اور خیر و عافیت دریافت کی۔ یہ سن کر حضرت والا میری جانب متوجہ ہوئے اور کھڑے ہو کر بغلگیر ہوئے۔ اور مجھ سے پوچھا "اب تندرست ہو"؟

میں نے عرض کی "یا حضرت! آپ کی توجہ سے بیماری رفع دفع ہو گئی۔ پھر آپ نے مسکرا کر پوچھا "تم نے کوئی دوا استعمال نہ کی" میں نے کہا "یا حضرت! ہم جھوٹے ہیں" حضرت والا یہ سن کر بڑے مسرور ہوئے۔ اور حال احوال دریافت فرمایا۔ میں نے عرض کی "یا حضرت! سید پور شہر میں ایک بزرگ عبدالرحمان نامی طالب علم ہے۔ وہ میری بیماری کی خبر سن کر، بیمار پرسی کے لیے آیا۔ اس نے میرے لیے دوائیں تجویز کیں۔ فقیروں نے اسے بتایا کہ خلیفہ کوئی دوا استعمال نہیں کرتا۔ یہ سن کر وہ بزرگ جوش میں آگیا اور بولا کہ "صحیح بخاری میں ایک پورا باب دواؤں کا منضبط ہے۔ پھر آپ دوا کیوں نہیں کرتے"؟ میں ڈر گیا کہ کہیں حدیث کا منکر نہ ٹھہروں"!

حضرت والا۔ جوش میں آگئے اور فرمایا کہ "تم نے یہ جواب کیوں نہ دیا کہ یہ حدیثیں ان لوگوں کے لیے ہیں جن کا ایمان ناقص ہے۔ اور جنکا ایمان کامل ہے ان کے لیے توکل کی حدیث وارد ہے۔ انہوں نے یہ حدیث نہیں دیکھی۔ ؟ جو حدیث مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ جو شخص علاج نہ کرائے گا اللہ تعالےٰ اس کے صدقے میں ستر ہزار گنہگار جہنمیوں کو بخش دے گا۔ اور حدیث قدسی میں ہے۔ مَن لَّمْ یَرْضَ بِقَضَائِیْ وَلَمْ

يَصْبِرْ عَلیٰ بَلائی وَلَمْ يَشْكُرْ عَلیٰ نَعْمَائی فَلْيَخْرُجْ مِنْ تَحْتِ سَمَائی وَلْيَطْلُبْ رَبًّا سِوَائی۔

جو شخص میری قضا پر راضی نہ ہوا اور میری بھیجی ہوئی مصیبت پر صابر نہ ہوا اور میری دی ہوئی نعمتوں پر شاکر نہ ہوا تو وہ میرے آسمان کے نیچے سے نکل جائے اور میرے علاوہ کوئی اور دوسرا رب تلاش کرے"

اللہ سے بھی احتیاج نہ رکھ

حضرت والا نے فرمایا "کچھ طالب ایسے ہوتے ہیں جو ترک (کا دعویٰ) کرتے ہیں مگر طمع ان سے چھوٹتی نہیں۔ تارک یوں ہو جائے کہ مخلوق سے تو طمع منقطع کر چھوڑے مگر خود خالق سے بھی طمع نہ رکھے۔ شیخ سعدی علیہ الرحمتہ نے کیا ہی خوب فرمایا ہے۔ ؎

زبان بربند و دفتر ز حکمت بشوئے
طمع بگسل و ہر چہ خواہی بگوئے

زبان (سوال) بند کر دے۔ چالاکی کے دفتر دھو ڈال۔ طمع کو توڑ دے پھر جو چاہے کہتا رہ۔

طمع را سہ حرف است ہر سہ تہی
ازاں نیست مر طمعہا را بہی

طمع کے تین حرف (ط، م، ع) ہیں اور تینوں خالی ہیں۔ اسی لئے طمع رکھنے والے خوبی سے خالی رہتے ہیں۔ بزرگوں کا فرمان ہے کہ اَلْفَقِیْرُ لَا یَحْتَاجُ اِلَی اللّٰہِ حقیقی فقیر، اللہ تعالیٰ سے بھی احتیاج نہیں رکھتا (بلکہ حقیقی فقیر، کا مقصود فقط رضائے الٰہی ہوتا ہے۔

مال و زر کوڑا کرکٹ ہے

خلیفہ محمود نظامانی کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں اور میاں سلطان، فقیر نظامانی اور سید میر علیشاہ درگاہ شریف حاضر ہوئے۔ اس دفعہ حضرت والا کے مریدوں نے حضرت والا کی خدمت میں نذرانہ پیش کرنے کے لیے،

کپڑا، سونا، چاندی بصورت زیورات اور دیگر تحائف ہمیں دیئے تھے۔ حضرت والا اس وقت ایک باغیچہ کے چبوترے میں تشریف فرما تھے۔ ہم نے وہ سارے تحائف پیش خدمت کر دیئے۔ حضرت والا نے یہ تحائف دیکھ کر بندہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا "(واہ واہ) تو جانتے بوجھتے ہوئے بھی اس طرح کر رہا ہے۔ اپنے گھر سے کوڑا کرکٹ سمیٹ کر ہمارے گھر میں پھینکتا ہے؟ اس طرح کرنا نہیں چاہیئے"

میں نے عرض کی "حضرتا! میں یہ چیزیں اپنے گھر سے نہیں لایا ہوں درگاہ مبارک کے مریدوں نے بطور نذرانہ بھیجی ہیں۔ مجھے تو جو کچھ ملتا ہے۔ درویشوں کو خیرات کر دیا کرتا ہوں" آپ نے فرمایا "جو بھی مال و زر ہمارا ہو یا تیرا سب کچھ درویشوں کو خیرات کر دیا کر" اس کے بعد میں کبھی کوئی نذرانہ لیکر حاضر خدمت نہ ہوا۔ جو کچھ ملتا وہیں خیرات کر دیا کرتا تھا"

اس نامراد کو میرے ہاتھ پر نہ رکھ

قاضی شفیع کا بیان ہے کہ ہم ایک دن درگاہ مبارک میں حضرت والا کے حضور بیٹھے تھے کہ ایک آدمی نے چار روپے اور کچھ الائچیاں بطور نذرانہ پیش کیں۔ میں نے الائچیاں اور روپے باندھ کر رکھ لئے۔ حضرت والا جب حویلی مبارک کو روانہ ہوتے۔ میں نے عرض کی "یا حضرت! کچھ نذرانہ آیا ہے" آپ نے ہاتھ بڑھایا۔ میں نے الائچیاں پیش کیں۔ آپ نے رومال میں رکھ لیں۔ میں نے عرض کی کچھ نذرانہ اور بھی ہے آپ نے دوبارہ ہاتھ مبارک بڑھایا۔ میں نے چار روپے ان کے ہاتھ مبارک پر رکھ دیئے۔ رکھتے ہی آپ نے ٹھنڈی سانس بھر کر فرمایا "اے بھائی! اس نامراد کو میرے ہاتھ پر نہ رکھ" اس کے بعد میں نے کبھی نذرانہ نہ اٹھایا۔

دنیادار کسی کام میں مخلص نہیں ہوتا

ایک روز حضرت والا نے فرمایا کہ حضرت میاں صاحب (سید محمد لقا شہید علیہ الرحمۃ) نے دنیاداروں کی طرف اشارہ کرکے فرمایا۔ بابا۔ اگر کوئی دنیادار اپنے بیٹے کے متعلق کہے کہ میں نے اسکو خالص خدا کی رضا کے لیے ذبح کیا ہے تو بھی ہرگز یقین نہ کرنا۔ اس میں بھی اس نے ضرور اپنی کوئی غرض رکھی ہوگی۔

عبادت کرکے دنیا کی دُعا مانگنا

ایک مرتبہ حضرت والا نے فرمایا کہ عبادت کرکے دنیا کی دعا مانگنا ایسے ہے جیسے کہ قرآن شریف پر پاؤں رکھ کر الماری میں سے شراب کی بوتل اٹھانا۔

لالچی کُتی

ایک روز حضرت والا نے فرمایا۔ ایک کُتی بھکاریوں کے ساتھ رہتی تھی جہاں بھی ڈھول کی آواز سنتی وہ سمجھتی کہ وہاں شادی ہو رہی ہے۔ اور ہڈیاں کھانے کے لیے وہیں جا پہنچتی تھی۔ ایک دن دو قصبوں میں شادیاں تھیں اور دونوں قصبوں کے درمیان ایک نہر تھی۔ ایک قصبے میں ڈھول بجنے لگا اور کُتی وہاں پہنچنے کے لیے نہر میں کود گئی۔ جب تیرتے ہوئے کنارے کے قریب پہنچی تو دوسری طرف سے ڈھول کی آواز آنے لگی۔ کُتی وہیں سے مڑ کر دوسرے قصبے کی جانب تیرنے لگی۔ جب اس کنارے کے قریب پہنچی تو معاً پہلے قصبے میں ڈھول بجنے لگا۔ وہ وہیں سے اس قصبے کی جانب تیرنے لگی۔ بالآخر اسی جدوجہد میں تیرتے تیرتے اسی نہر میں ڈوب

کر مر گئی "

یہ لالچی دنیا دار کی مثال ہے وہ بھی دنیا کے حصول کے لیے اسی طرح اپنی عمر عزیز ضائع کر بیٹھتا ہے۔ [1]

کُتّے ہی کی مثال کیوں؟

ایک مرتبہ حضرت والا نے حاضرین مجلس کی طرف دیکھ کر یہ حدیث پڑھی " اَلدُّنْیَا جِیْفَۃٌ وَّ طَالِبُھَا کِلَابٌ " یعنی دنیا مُردار ہے اور اس کے طلبگار کُتّے ہیں۔ پھر حاضرین سے پوچھا کہ مُردار تو دوسرے جانور بھی کھا لیتے ہیں۔ پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے طالبانِ دنیا کو کُتّوں ہی کے مثل کیوں فرمایا ہے ؟ اس کا جواب کوئی بھی نہ دے سکا تو آپ نے فرمایا " دوسرے مُردار خور پرندے اور درندے مُردار کو مل کر کھاتے ہیں مگر کُتّے کی خصلت ہے کہ وہ اکیلا کھاتا ہے۔ دوسرے کُتّوں کو قریب نہیں آنے دیتا۔

---

[1]
نہ خدا ہی ملا، نہ وصالِ صنم
نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

حضرت شاہ شرف الدین بُو علی قلندر قدس اللہ بأسرارہٖ فرماتے ہیں

دین و دنیا ہر دو کے آید بدست
ایں فضولیہا مکن اے خود پرست

دین بھی اور دنیا بھی یہ دونوں کیونکر حاصل ہو سکتی ہیں۔ اے خود پرست ان فضولیات سے باز آ۔

دو رنگی چھوڑ کر یک رنگ ہو جا
سراسر موم ہو، یا سنگ ہو جا

(ابوالسحان قادری)

اگر کوئی دوسرا کتا آ بھی جائے تو آپس میں لڑنا شروع کر دیتے ہیں۔

مولائے روم قدسنا اللہ باسرارہ فرماتے ہیں۔ ؎

چوں سگاں بر جیفہ مے آیند جمع
ہر یکے دارد بخورد ن لحم طمع

کتے جب مردار پر اکٹھے ہوتے ہیں تو ہر ایک یہ طمع رکھتا ہے کہ مردار کا گوشت میں ہی کھاؤں۔ کسی دوسرے کو ہرگز نہ کھانے دوں۔

ترکِ دنیا ہر عبادت کی بنیاد ہے

حضرت والا نے ارشاد فرمایا۔ بچہ جب تک ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے اسکی خوراک حیض کا خون ہوتا ہے۔ اور اس کی جائے رہائش "رحم مادر" تنگ مقام' وقت ولادت جب اسکو شکم مادر سے باہر نکالنا چاہتے ہیں۔ دہ وہاں سے نکلنا نہیں چاہتا۔ کہتا ہے میں اس جگہ آرام میں ہوں۔ اگرچہ اسے کہا جاتا ہے کہ تیری جائے رہائش تنگ ہے اور تیری غذا خون ہے۔ اگر تو باہر آئے گا تو تجھکو کشادہ جگہ ملے گی اور خون کے بجائے تجھے دودھ ملے گا۔ تو بھی دہ قبول نہیں کرتا۔ پھر جب اسے کسی صورت باہر لایا جاتا ہے اور وہ اس دنیا کی وسعت کو دیکھتا ہے اور خون کے بجائے شیر مادر پیتا ہے تو بڑا خوش ہوتا ہے اور پہلی جائے رہائش "رحم مادر" کو تنگ تصور کرتا ہے۔ پھر جب اس سے دودھ چھڑایا جاتا ہے اور اسکو کہا جاتا ہے کہ دودھ چھوڑ دے تاکہ تجھے مصری کھلائیں تو وہ دودھ چھوڑنے پر رضامند نہیں ہوتا۔ یہاں تک کہ جب اسکو مصری چٹائی جاتی ہے تو مصری کی مٹھاس چکھ کر پھر دودھ چھوڑتا ہے۔" اس کے بعد فرمایا "یہ دنیا

کی وسعت بہ مقابلۂ عالم برزخ شکم مادر کی طرح تنگ ہے۔ اور عیش و عشرت کی چیزیں خون حیض کے مانند ہیں۔ اب اسکو مالک حقیقی کی وسعت اور اسکی نعمتوں کا شوق دلایا جائے تو وہ مقام دنیا اور دنیا کی نعمتوں کو چھوڑ دینے پر آمادہ نہیں ہوتا۔ دنیا دی خواہشات کو پسند کرتا ہے۔ بمصداق آیت مبارکہ۔ اَفَرَأَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰھَہٗ ھَوَاہُ۔ کیا تو نے دیکھا اس شخص کو جس نے اپنی خواہشات کو اپنا معبود بنا لیا ہے۔؟ وہ دنیا دی خواہشات کا بندہ بن جاتا ہے۔ پس جو شخص ان خواہشات سے آزاد ہو گیا وہ اللہ تعالےٰ کی عبادت میں لطف و لذّت پاتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ تَرکُ الدُّنیَا رَاْسُ کُلِّ عِبَادَۃٍ۔ یعنی ترکِ دنیا ہر عبادت کی بُنیاد ہے۔ 'راس' سے مراد اللہ تعالےٰ کی معرفت و محبّت ہے۔ اور پیٹ سے مراد ہستیٔ موہوم ہے۔ جو اس میں رہ گیا وہ رہ گیا اور جو اس سے چھوٹ گیا وہ واصل باللہ ہو گیا۔ مولانا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ ؎

چوں زخود رستی ہمہ حق گشتۂ　　رفت ظلمت نورِ مطلق گشتۂ[1]

جب تو خود سے چھوٹ گیا۔ تو تمام حق ہو گیا۔ ظلمت جاتی رہی۔ نورِ مطلق بن گیا

---

[1] اگر گردی تو در توحید فانی　　ز حق یابی بقائے جاودانی
فنا ترک ہوا را نام کردند　　بقا جسد صفاتش را شمردند

اگر تو توحید میں فنا ہو جائے حق سے بقائے جاودانی پائے گا۔

ترک خواہشات کا نام فنا ہے۔ بقا۔ صفاتِ الٰہی سے متخلق ہونا ہے۔

واضح رہے کہ شکم مادر کے مقابلہ میں دنیا بہت وسیع ہے۔ اور عالم برزخ کے مقابلے میں عالم دنیا شکم مادر کی طرح تنگ ہے۔ عالم دنیا کے مقابلے میں عالم برزخ اور برزخ کے مقابلے میں عالم آخرت بدرجہا وسیع ہے۔ (ابوالحسان قادری غفرلہٗ)

بڑے بھنگی، دنیا دار ہیں

ایک روز حضرت والا نے ارشاد فرمایا "محمد عالم، ایک بزرگ تھے ان سے میر بہرام ٹالبودر نے پوچھا کہ بھنگی کا ذبح کیا ہوا جانور کھانا، جائز ہے یا ناجائز"؟ بزرگ نے فرمایا کہ۔ بڑے بھنگی کے متعلق پوچھتے ہو یا چھوٹے بھنگی کے متعلق"؟ میر صاحب نے عرض کی "بزرگ صاحب! چھوٹے اور بڑے بھنگی خدا جانے کون ہیں"! بزرگ نے فرمایا "بڑے بھنگی تم ہو اور چھوٹے بھنگی وہ ہیں جو مشہور ہیں۔ کیونکہ وہ مُردار کھاتے ہیں جو بیکار پڑا ہوتا ہے اور تم یتیموں کا مال زبردستی اور ظلم سے چھین کر حلال سمجھ کر کھاتے ہو"

دنیا داروں سے تعلق رکھنے والے درویش

ایک روز حضرت والا نے فرمایا "اگر کوئی دنیا دار شخص کسی درویش سے رابطہ رکھتا ہو اور اس کے پاس اس کی آمد و رفت ہو تو سمجھ لینا چاہیئے کہ اس درویش کے دل میں ابھی تک دنیا کا تعلق باقی ہے۔ اسی لیئے وہ دنیا داروں سے تعلق رکھتا ہے۔ یہی تعلق اس کو تباہ کر سکتا ہے"

دنیا دار فیض سے محروم رہتے ہیں

ایک روز حضرت والا نے فرمایا "اس سے پہلے ہم سمجھتے تھے کہ دنیا داروں کا فیض سے محروم رہنا ہماری (کسی خامی کی) وجہ سے ہے مگر اب معلوم ہوا کہ باطنی فیض سے ان کی محرومی اہل اللہ سے نسبت نہ رکھنے کی وجہ سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام دنیا دار ہمارے فیضِ باطنی اور رابطے سے مایوس

اور محروم ہیں ؎

اہل دنیا چوں سگِ دیوانہ اند
دنیا دار باؤلے کتے کی مانند ہیں۔

دنیا مکار بڑھیا ہے

ایک روز میر مبارک ٹالپور نے حضرت والا کے حضور میں اپنے والد میر سہراب خان کی بڑی تعریف کرتے ہوئے کہا "یا حضرت میرا باپ بڑا دانا اور عقلمند ہے وہ ہمیں نصیحت کیا کرتا ہے کہ دنیا اچھی چیز ہے جو ہماری زندگی اور موت میں کام آتی ہے لہذا اسکی حفاظت کرنی چاہیئے"!

حضرت والا نے ارشاد فرمایا "اے میاں مبارک! ایک عورت نہایت بدصورت تھی۔ جس کا پیٹ ڈھول جیسا اور آنکھیں چوہے کی آنکھوں کی طرح اور جسم کی کھال گوہ کی کھال کی مانند تھی۔ اس سے شادی کرنے پر کوئی رضامند نہ ہوتا تھا اس لیئے اس کو ایک اندھے کے ساتھ بیاہ دیا گیا۔

جب یہ میاں بیوی خلوت میں بیٹھے تو وہ عورت اپنی بڑی تعریف کرنے لگی کہ میری آنکھیں ہرنی کی آنکھوں جیسی ہیں۔ میرا منہ چاند کی طرح ہے۔ اسی طرح اپنی خوبیاں بیان کرتی رہی۔ سب کچھ سن کر وہ اندھا بولا "اگر تو واقعی ایسی ہی خوبصورت ہوتی تو کسی سیٹھ شاہوکار کی بیوی بنتی۔ مجھ جیسے معذور اندھے کے نکاح میں ہرگز نہ آتی"

اسی طرح یہ جھوٹی دنیا اندھوں کی آنکھوں میں خود کو خوبصورت کہلاتی ہے۔ لیکن اہل اللہ اسکو خوب پہنچانتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ اولیاءاللہ دنیا کے قریب بھی نہیں پھٹکتے۔

سلطہ

حاشیہ بسلسلہ صفحہ گذشتہ

حضرت بو علی قلندر قدسنا اللہ باسرارہٗ فرماتے ہیں ؎

ہست دنیا پیر زال و پُر فریب
مے کند پیر و جواں را ناشکیب
عارفاں داد ند اورا صد طلاق
ہر کہ عاشق شد بر و اوگشت عاق

دنیا مکار بڑھیا ہے جو ناز و نخرے دکھا کر بوڑھوں اور جوانوں کو بیقرار کر دیتی ہے۔ لیکن عارفوں نے اسکو سو طلاق دے رکھی ہے اور جو اسپر عاشق ہو گیا وہ اللہ کا باغی ہو گیا۔ (ابوالحسان قادری)

حریص کتّا

حضرت والا نے فرمایا " ایک کتّا منہ میں ہڈی دبائے نہر کے کنارے جا رہا تھا۔ جب اس کی نظر پانی پڑی تو اسے پانی میں نظر آیا کہ کوئی دوسرا کتّا منہ میں ہڈی دبائے جا رہا ہے۔ اس نے اس کتّے سے ہڈی چھیننے کی خاطر بھونک کر چھلانگ لگائی۔ اس کے اپنے منہ والی ہڈی پانی میں گر گئی اور خود بھی پانی میں جا گرا۔ لیکن دوسرا کتا بھی اس کی نظر سے غائب تھا۔ اس صورت حال سے وہ بڑا مایوس اور پریشان ہوا " یہی حالت طالبانِ دنیا کی ہے۔ ؎

حالِ دنیا سر بسر پرسیدم از فرزانۂ!
گفت یا خوابے ست یا بادے ست یا افسانۂ

میں نے کسی دانا سے دنیا کی حقیقت پوچھی۔ اس نے کہا۔ یہ خواب ہے یا ہوا کا جھونکا ہے یا افسانہ ہے۔

حال اورا باز گو کو دل بہ بند اندروں
گفت یا بومے ست یا دیوے ست یا دیوانہ

پھر میں نے اس سے کہا کہ اس شخص کا حال بتا جو دنیا میں دل لگاتا ہے۔

اس نے کہا، ایسا شخص یا تو الّو ہے یا شیطان ہے یا دیوانہ ہے۔

برمثال تودہ برف است در فصل بہار
ہیچ عاقل در چنیں جائے نہ بند خانہ

دنیا کی مثال ایسی ہے جیسے موسم بہار میں برف کا ٹکڑا ہو۔ کوئی عقلمند ایسے مقام پر اپنا گھر نہیں بنا لیتا۔

بیوقوف کتّا

حضرت والا نے ارشاد فرمایا " ایک کتّا۔ ایک ہڈی پر دانت مار رہا تھا۔ اچانک ہڈی اس کے دانتوں کی جڑھ میں جا لگی اور اس میں سے خون نکلنے لگا۔ کتّا یہ سمجھا کہ یہ خون اس ہڈی سے نکلا ہے۔ اس نے خون کو چاٹنا شروع کر دیا۔ اپنی بے وقوفی سے نہ سمجھا کہ یہ خون خود اسی کے جسم کا ہے "

سگ دوں ہمت استخواں جوید
بچۂ شیر مغز جاں جوید

کمینہ کتا ہڈی کی تلاش میں رہتا ہے۔ اور شیر کا بچہ مغز جان کی تلاش کرتا ہے۔

دنیا دار خود فریبی میں مبتلا ہیں

حضرت والا نے فرمایا کہ ایک شہباز ہوا میں اُڑ رہا تھا۔ ایک ضعیف کوّل نے شہباز کو دیکھا تو اس غلط فہمی میں مبتلا ہو گئی کہ شہباز اسے شکار کرنے نکلا ہے۔ اس خوف سے وہ گرتی پڑتی دوڑتی ہوئی تنکوں میں جا چھپی۔ شہباز نے کہا " اے کوّل! تو خوامخواہ پریشان نہ ہو، میری خوراک تو نہیں ہے" یہ تمثیل بیان فرما کر ارشاد فرمایا " یہی مثال دنیا داروں کی ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ ہم اللہ والوں کی خوراک ہیں۔ اللہ والے ہم کو کھا جائیں گے۔ ان کا یہ خیال باطل ہے۔ دنیا داروں کو یہ عزّت و حرمت نصیب ہی نہیں ہوتی۔ جو یہ مردانِ خدا کی خوراک بن سکیں کیونکہ طالبانِ دنیا مُردار خور ہیں اور اہل اللہ، مُردار سے اور مُردار خوروں سے دُور ہیں۔ اس پر محکم گواہی موجود ہے۔ کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ اَلدُّنْیَا مَلْعُوْنٌ وَّمَلْعُوْنَۃٌ مَافِیْھَا اِلَّا ذِکْرُ اللّٰہِ۔ یعنی دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے سب کچھ ملعون ہے۔ سوائے ذکرِ خدا کے ؎

گر ہمے خواہی کہ باشی سُرخرو
ذکر او کن، ذکر او کن، ذکر او

اگر تو دنیا و آخرت میں سُرخرو ہونا چاہتا ہے۔ تو اُس کا ذکر کر۔ اس کا ذکر، اسی کا ذکر۔

اہلِ دنیا کافرانِ مطلق اند
دائما در بق بق و در لق لق اند

کافرِ مطلق، دنیا دار ہیں۔ ہمیشہ بک بک اور جھک جھک میں رہتے ہیں۔

راستہ تو ایک قدم کا تھا

حضرت والا نے فرمایا کہ ایک شخص سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمتہ کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہوا۔ حضرت شیخ کی توجہ سے اس کے دل سے دنیا کی محبت یک لخت نکل گئی۔ اس شخص کے پاس ایک ہزار روپے تھے۔ اس نے سوچا کہ یہ تمام مرشد کی نذر کردے معاً دل میں خیال پیدا ہوا کہ ایسی بری چیز اپنے محبوب کو دینا بجائے خود بری بات ہوگی۔ پھر سوچا کہ یہ روپے درویشوں کو تقسیم کر دے لیکن پھر خیال ہوا کہ مخلوق خدا کو فساد میں ڈالنا بھی ٹھیک نہیں۔!

وہ شخص ایک ہزار روپے اٹھا کر دریا پر پہنچا۔ تاکہ یکبارگی دریا میں پھینک دے۔ لیکن اس نے سوچا کہ یکبارگی پھینک دینے کی بجائے ایک ایک کر کے پھینکے تاکہ نفس کو خوب تکلیف پہنچے۔ اس نے ایک ایک روپیہ دریا میں پھینکنا شروع کر دیا۔ جب سارے روپے پھینک چکا تو اسی وقت اسکو حق تعالے کا مشاہدہ نصیب ہو گیا۔ وہاں سے وہ اپنے مرشد کے پاس آیا اور عرض کی " یا حضرت! خدا تعالے کی راہ کا فاصلہ کس قدر ہے۔؟

حضرت شیخ نے فرمایا " راستہ تو ایک قدم کا تھا مگر تو نے ہزار قدم کا کر دیا "!

درویش کی بے نیازی

حضرت والا نے ارشاد فرمایا: "ایک بادشاہ اپنے وزیر اور چند خدام کو ساتھ لیکر ایک بزرگ کی زیارت کو گیا۔ وہ بزرگ بے نیازی کے ساتھ بادشاہ کی طرف اپنے پاؤں پسار کر بیٹھ رہا۔

وزیر کو درویش کی یہ حرکت سخت ناگوار گذری۔ اس نے درویش سے پوچھا: اے درویش! آپ نے یہ پاؤں پسارنا کب سے شروع کیا ہے"؟

بزرگ درویش نے جواب دیا: "اس دن سے جب کہ میں نے طمع سے اپنے ہاتھ دھولیئے"۔[۱]

---

[۱] مصلح الدین شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

ہر کہ برخود درِ سوال کشاد
تا بہ میرد نیازمند بوَد
آز بگذار و پادشاہی کُن!
گردنِ بے طمع بلند بوَد!

جس نے خود پر درِ سوال کھول دیا۔ وہ مرتے دم تک نیازمند ہی رہتا ہے۔ حرص و لالچ چھوڑ اور بادشاہی کر۔ بے طمع آدمی کی گردن ہمیشہ اونچی رہتی ہے۔"

(فقیر ابوالحسان قادری)

حضرت والا کی دریا دلی

مسو فقیر کھوکھر کا بیان ہے کہ "ردیڑی" کے سادات کرام کے ذمہ چار سو روپیہ سرکاری مالیہ کے واجب الادا تھے۔ جن کی وصولی کیلئے سرکاری اہلکار نہایت سختی سے پیش آ رہے تھے۔ لیکن سادات کرام اتنی بھاری رقم ادا کرنے سے عاجز تھے۔ (واضح رہے کہ اس وقت سندھ پر میروں کی حکومت تھی۔ اس زمانہ کے چار سو روپے موجودہ زمانے کے چالیس ہزار روپے سے بھی کہیں زیادہ تھے۔ ابو الحسنان قادری)

ادائیگی کی کوئی صورت نہ دیکھ کر پریشانی کے عالم میں حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ یا حضرت آپ ہمارے ساتھ میر سہراب کے پاس چل کر ہماری تسفارش کریں۔

حضرت والا نے فرمایا: "میر سہراب سے مالیہ چھڑانا اور اس کا احسان مند ہونا بہت مشکل ہے۔ اس لیئے آپ صبر کریں۔ بمصداق اَلصَّبْرُ مِفْتَاحُ الْفَرَجِ (صبر فرحت وکشائش کی کنجی ہے) کام آسان ہو جائے گا۔ حضرت سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کے بموجب اگر اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف کچھ بھیج دیا تو ہم تمہیں دے دیں گے۔"

مگر سادات کرام بدستور پریشان رہے۔ انہوں نے خیال کیا کہ حضرت والا تو ایک درویش اور فقیر ہیں۔ ان کے پاس چار سو روپے کہاں سے آئیں گے؟ اس پریشانی کے عالم میں انہوں نے حضرت والا سے واپس چلے جانے کی اجازت مانگی۔ آپ نے ان کو تسکین دیتے ہوئے کچھ وقت انتظار کرنے کو کہا۔ لیکن سادات کرام واپس جانے

پر اصرار کرتے رہے۔ دریں اثنا حضرت والا کے تصرف اور آپ کی برکت سے ایک آدمی حاضر بحضور ہوا۔ اور اس نے چار سو روپے حضرت والا کی خدمت میں نذر کر دیئے۔

آپ نے اسی وقت چار سو روپے سادات کرام کو عطا فرما دیئے اور جانے کی اجازت دے دی۔

جمع کرنے کی شامت

ایک روز حضرت والا نے ارشاد فرمایا، ایک مرتبہ ہم نے اپنے گھوڑوں کے چارہ کے لیۓ جو کاشت کیۓ تھے۔ ان کا سرکاری مالیہ جو دس روپے بنتا تھا۔ ہم نے اسکی ادائگی کے لیۓ دس روپے بطور امانت اپنے پاس رکھ لیۓ۔ آٹھ دس دن گزر گئے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیں کچھ بھی نہ بھیجا۔ یہاں تک کہ فقراء فاقے کرنے لگے۔ بالآخر یہ اظہار ہوا کہ ہم نے جو دس روپے اپنے پاس رکھ چھوڑے ہیں یہ انہی کی شامت ہے۔ پھر ہم نے وہ دس روپے راہ خدا میں خیرات کر دیئے تو انہی دنوں میں اللہ تعالیٰ نے بند کردہ قفل کو احسان کی کنجی سے کھول دیا۔ ؎

ہر چہ داری صرف کن در راہِ اُو
لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا

تیرے پاس جو کچھ بھی ہے راہ خدا میں صرف کر دے۔ نیکی کو تب ہی پاؤ گے اگر وہ راہ خدا میں خرچ کرو گے۔

اپنے ہاتھ سے چھوڑ

حضرت والا ، جمعہ کے دن وعظ فرمانے کے بعد کرسی پر بیٹھے تھے کتاب آپ کے مبارک ہاتھوں میں تھی ۔ ایک شخص نے آپ سے مسئلہ پوچھا۔ یا حضرت ! بے نماز اور فاسق کو کھانا کھلانا یا کوئی چیز دینا جائز ہے یا نہیں ؟ آپ نے فرمایا " نیک اور مردِ صالح کو دینا چاہیئے " اس پر ایک بلوچی نے کھڑے ہو کر کہا " یا حضرت ! آپ کے مرید کہتے ہیں کہ بے نماز کو کھانا کھلانا بالکل جائز نہیں ہے " ؟

آپ نے یہ سن کر جماعت پر نظر ڈالی ۔ کتاب اپنے گھٹنوں پر رکھی اور فرمایا " اے یار ! تو اگر ہم سے پوچھتا ہے تو ہم یہ کہتے ہیں کہ ، اپنے ہاتھ سے چھوڑ ، پھر جسے چاہے دے ۔

سخاوت اور اعتماد علی اللہ

خلیفہ میاں نعمان کا بیان ہے کہ ایک روز حضرت والا نے خدام سے فرمایا " ہمارے سامان میں کوئی چیز موجود ہے " ؟ وہ بولے " بہت کچھ موجود ہے " فرمایا " جو کچھ بھی ہے سب لے آؤ " خدام نے سب چیزیں لا کر حاضر کر دیں ۔ آپ نے سو روپیہ نکال کر میرے پاس بطور امانت رکھ دیئے ۔ اور باقی سب کچھ سوالیوں کو تقسیم کر کے دے دیا ۔ پھر فرمایا " اے خلیفہ ! جماعت میں ایسا کوئی آدمی ہے جو یہ ایک سو روپیہ ، مرید فقیر چوپہ کو جس نے پہلے سوال کر رکھا ہے اسے پہنچا دے " قاضی محفوظ وہاں موجود تھا ۔ آپ نے

اسکو یہ دوپٹے دے کر فرمایا کہ یہ مرید فقیر جو یہ کو دے آؤ۔ اس کے بعد درگاہ مبارک پر تشریف لائے۔

اس سے پہلے آپ کا یہ معمول تھا کہ جب بھی سفر مبارک سے واپس آتے۔ پہلے قرض خواہوں کا قرض ادا کرتے تھے اور جو باقی بچتا گھر والوں نے جو قرض لیا ہوتا وہ بھی اس سے ادا فرما دیا کرتے تھے۔ اس کے بعد جو کچھ بچتا وہ سب شہر کے مساکین اور صاحبزادوں کو تقسیم فرما دیا کرتے تھے۔

اس مرتبہ شیخ گلاب جس کی دوکان سے حضرت والا ادھار لیا کرتے تھے۔ وہ حاجی ٹھارے اسے ملاقی ہوا۔ حاجی ٹھارے نے اسکو کہا " اس دفعہ ہمارے پاس آنے سے تجھے کچھ نہیں ملے گا " شیخ گلاب بولا۔ شاید اس سفر میں فتوحات نہیں ہوئیں " ؟ حاجی نے جواب دیا " نذرانے تو بہت زیادہ ملے تھے۔ مگر حضرت والا نے سب کچھ سوالیوں اور مسکینوں کو عطا فرما دیا ہے۔ شیخ گلاب گھبرا کر حضرت والا کی خدمت میں آیا۔ اور عرض کی " یا حضرت! ہم بھی سائل ہیں " آپ نے فرمایا " اللہ تعالیٰ تمہارے سوال کو بھی ضرور پورا فرمادے گا " شیخ گلاب نے پھر عرض کی " یا حضرت! ہمسایہ سوالیوں کا حق دوسرے سوالیوں سے زیادہ ہوتا ہے "

یہ سنکر حضرت والا نے غصہ سے اسکو کچھ جواب نہ دیا۔ وہ جب چلا گیا تو فرمایا " ان قرض خواہوں کو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ نہیں ہے۔ آئندہ ہم اس سے ادھار نہیں لیا کریں گے۔ حاضرین خدام نے بھی عرض کیا " یا حضرت! ہم اس سے ہرگز ادھار نہیں لیں گے۔

پھر حضرت والا کی توجہ و برکت اور اللہ کے فضل سے جلد ہی اس قدر آمدنی ہو گئی کہ تمام قرض خواہوں کے قرض ادا کرنے اور لین دین کے معاملات نمٹانے کے بعد بھی شہر کے مساکین اور سوالیوں اور صاحبزادوں اور خدمت گاروں کو پہلے سے بھی زیادہ تقسیم کیا جانے لگا۔

شیخ گلاب حضرت والا کی یہ کرامت و سخاوت دیکھ کر بڑا نادم ہوا۔ حضرت والا کی خدمت میں روتے ہوئے حاضر ہو کر بولا۔ یا حضرت! اس غلام کی دوکان سے آپ کے لین دین کا معاملہ رکھنے سے جو برکت مجھے حاصل ہوتی رہی ہے مجھے اس سے محروم نہ فرمائیں۔ حضرت والا نے فرمایا۔ تو نے جو بدگمانی کا اظہار کیا تھا اسی وجہ سے ہم تجھ سے اُدھار نہیں لیں گے۔ تم نے ہمارے سفر کو محض حصول دنیا کا ذریعہ سمجھ رکھا ہے۔ یہ صحیح نہیں۔ ہمارے سفر پر جانے کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ ہم امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی خدمت کریں۔ اور اللہ تعالیٰ ہماری وجہ سے کسی کو ہدایت دیدے۔

شیخ گلاب بولا۔ یا حضرت بے شک آپ حق فرماتے ہیں۔ ہم بیوقوفوں کا یہی خیال تھا۔ مگر اب ہم نے اس خیال سے توبہ کی۔ پھر شیخ گلاب کی منت سماجت کو دیکھ کر حضرت والا نے اس کے قصور کو معاف کر دیا۔ اور حسب سابق اس کی دوکان سے سودا سلف لیا جانے لگا۔

حضرت والا نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ۔ وہ جو غیب پر ایمان لاتے ہیں۔ طالب خدا کو اسباب ظاہری پر ہرگز اعتماد نہیں کرنا چاہیئے۔

میں رب العالمین ہو کر کیسے تھک جاؤں؟

ایک روز حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام، کوہ طور پر تشریف لیجا رہے تھے۔ راستے میں ایک آدمی ملا۔ اس نے عرض کی "یا کلیم اللہ! میں بیحد مسکین اور تنگدست ہوں۔ میں اور میرے گھر والے بھوکوں مر رہے ہیں۔ آپ اللہ کے دربار میں میری درخواست پیش فرمائیں کہ میرے رزق میں کشادگی ہو" حضرت موسیٰ علیہ السلام جب اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوئے تو اس آدمی کی درخواست بھی پیش کر دی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا "اے موسیٰ! اس شخص کی عمر لمبی اور رزق کم مقدر ہے۔ اس لیے اسکو اسکی عمر کے لحاظ سے تھوڑا تھوڑا رزق عطا کیا جاتا ہے۔ واپسی پر وہ شخص ملا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد سنا دیا۔

وہ شخص بولا "حضور! دوبارہ جب آپ اللہ سے ہم کلام ہوں تو میری یہ التجا پیش کر دیں۔ کہ میری پوری عمر کی جبقدر رزق مقدر ہے وہ سب مجھ کو ایک ہی دفعہ عطا فرما دی جائے تاکہ دو چار دن تو پیٹ بھر کر کھالیں آخر مرنا تو ہے۔ پھر اگر ہم بھوک کی شدت سے مر گئے تو کچھ حرج نہ ہوگا"

حضرت موسیٰ جب دوبارہ کوہ طور پر تشریف فرما ہوئے تو انہوں نے اس شخص کی التجا بارگاہ الٰہی میں پیش کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے اسکی درخواست قبول فرما[illegible]ر باقی ماندہ عمر کا تمام رزق یک بارگی اسکو عطا فرمایا۔

وہ شخص ہاتھی کی مانند بھوکا تھا۔ اس نے وہ سارا رزق ایک ہی دن میں پکوا لیا اور شہر کے اور گرد و نواح کے تمام مسکینوں اور محتاجوں کو دعوت عام دے کر فی سبیل اللہ کھلا دینے کے بعد اپنے بال بچوں کو کھلایا اور خود بھی خوب اچھی طرح شکم سیر ہو کر زندگی سے ہاتھ دھو کر سو گیا۔

جب وہ اگلی صبح اٹھا تو دیکھا کہ جس قدر رزق پکا کر کھلا دیا تھا اسی قدر رزق پھر موجود ہے۔ اس نے پھر اسی طرح کیا۔ سارا رزق پکوا کر مسکینوں اور محتاجوں کو کھلا دیا اور خود بھی مع اہل و اعیال شکم سیر ہو کر سو رہا۔ اس کے بعد روزانہ اسی طرح ہونے لگا وہ سارا رزق روزانہ پکوا کر کھلاتا اور کھاتا رہا۔ کچھ مدت بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس آدمی کو خوش حال اور آسودہ دیکھا تو حیران رہ گئے اور جب کوہ طور پر اللہ تعالیٰ سے ہمکلام ہوئے تو عرض کی "یا اللہ! اپنے اسرار سے صرف تو ہی واقف ہے۔ تو نے تو یہ فرمایا تھا کہ اس شخص کی پوری عمر کی روزی یہی ہے جو اسکو یکبارگی عطا فرما دی گئی۔ اسکو کھا لینے کے بعد وہ مر جائیگا لیکن وہ شخص تو ابھی تک نہ صرف یہ کہ زندہ ہے بلکہ خوشحال بھی ہے!"

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا "اے موسیٰ! میں اس کے قرض سے سبکدوش ہی نہیں ہو رہا۔ اس لئے کہ وہ ہر روز سارا رزق پکا کر میرے نام پر مسکینوں اور محتاجوں کو کھلا دیتا ہے اور میں اس کے معاوضہ میں جب اور رزق اسے عطا فرماتا ہوں تو وہ پھر میرے نام پر خیرات کر دیتا ہے۔ پھر جب وہ میرے نام پر دینے سے نہیں تھکتا تو میں جو رب العالمین ہوں اسکو مزید عطا فرمانے سے

کیونکر تھک جاؤں ؟

اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔

مَا عِنْدَکُمْ یَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللہِ بَاقٍ

یعنی جو کچھ تمہارے پاس ہے ختم ہو جائیگا اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے۔

یہ سودا نقد بہ نقدی ہے

ایک روز حضرت والا، درگاہ مبارک والی مسجد میں تشریف فرما تھے۔ ایک آدمی نے ایک روپیہ آپ کی خدمت میں بطور نذرانہ پیش کیا۔ آپ نے وہ روپیہ ایک سائل کو دیدیا۔ پھر کوئی دوسرا آدمی آیا اس نے بھی ایک روپیہ نذر کیا۔ آپ نے وہ روپیہ بھی کسی دوسرے سوالی کو عطا فرما دیا۔ پھر اُٹھ کر گھر کو چلے۔ راستے میں ایک شخص نے چار روپے پیش خدمت کیے۔ آپ نے یہ چاروں روپے، واحد ڈنہ فقیر کو دے دیئے اور فرمایا، ان سے فقراء کے لئے طعام پکا کر کھلا دو۔ پھر فرمایا۔ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں سوالیوں کو روپے دے دیئے اور اللہ تعالیٰ نے فقراء کے لئے مزید روپے عطا فرما دیئے۔

بصرہ کے کتوں کا بھی یہی حال ہے

حضرت والا نے فرمایا، ایک دن بزرگوں کی ایک جماعت حضرت رابعہ بصری علیہا الرحمتہ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ حضرت رابعہ نے ان سے پوچھا "تمہارا گزارہ کس طرح ہو رہا ہے"؟

انہوں نے کہا "اس طرح کہ اگر اللہ تعالےٰ کچھ بھیج دیتا ہے تو کھا لیتے ہیں ورنہ صبر کر لیتے ہیں"

حضرت رابعہ نے فرمایا "بصرہ کے کتوں کا بھی یہی حال ہے"

اس کے بعد مہمانوں نے پوچھا "مائی صاحبہ! آپ کا گذارہ کس طرح ہوتا ہے"؟

حضرت رابعہ نے فرمایا "مزدوری کرتی ہوں پھر جو کچھ ملتا ہے اس کے چار حصے کر کے تین حصے کھا لیتی ہوں اور ایک حصہ جلا دیا کرتی ہوں" وہ بولے، "یہ کیوں"! تین حصے کھا کر ایک حصہ جلا کیوں دیتی ہیں"؟

حضرت رابعہ نے فرمایا "تین حصے راہ خدا میں خیرات کر دیا کرتی ہوں۔ اور ایک حصہ کھا لیتی ہوں۔ پس حقیقتہً جو تین حصے راہ خدا میں دیتی ہوں وہ کھاتی ہوں اور ایک حصہ جو کھاتی ہوں گویا وہ جلا ڈالتی ہوں۔

دونوں اونٹ سائل کو دیدو

حضرت والا، ایک روز نازڑ کے سفر میں "ٹنڈہ بہادر خاں نظامانی" میں تشریف فرما ہوئے۔ جب سورج بلند ہو گیا تو آپ آرام کی خاطر کچھ

دیر کے لیے لیٹ گئے پھر اُٹھ کر حسبِ معمول وضو کیا۔ اتنے میں سعد اللہ فقیر نے گائے کے گوشت کا پلاؤ حاضرِ خدمت کیا۔ آپ نے تھوڑا سا پلاؤ کھایا۔ وہیں پر محمد حسین فقیر نظامانی نے دو اونٹ بطور نذرانہ خدمت میں پیش کئے۔ آپ نے دونوں اونٹ اسی وقت ایک سائل کو عطا کر دیئے جو آپ کے ہمراہ ہی تھا۔

نظامانی فقیر نے عرض کی "یا حضرت! ان میں ایک اونٹ باربرداری کے لیئے بہت اچھا ہے وہ آپ رکھ لیں" فرمایا "دونوں اونٹ سائل کو دیدو"۔

نظامانی فقیر نے دوبارہ عرض کی "یا حضرت! ان میں ایک اونٹ بہت خوبصورت اور طاقتور ہے وہ آپ رکھ لیں" آپ نے فرمایا "پہلے بھی ایسے ہی ہوا کرتا ہے"۔

سخی فاسق بھی اللہ کو پیارا ہے

ایک روز درگاہ مبارک میں فقراء بیٹھے آپس میں باتیں کر رہے تھے ایک فقیر نے کہا "مستی خان مری لوگوں کو کھانا بکثرت کھلاتا ہے۔ اس نے اپنے شہر میں دو مہمان خانے بنا رکھے ہیں۔ دونوں مہمان خانوں میں، فقیروں، مسکینوں اور دنیاداروں کو بھی کھانا کھلایا جاتا رہتا ہے"۔

دوسرے فقیر نے کہا "یہ دنیادار جو مسکینوں اور مسافروں کو کھانا کھلاتے ہیں، فقط نام و نمود کی خاطر اور اپنی شہوری کے لیئے ہی ایسا کرتے ہیں۔ خالصتہً اللہ کے لئے نہیں کرتے"۔

حضرت والا نے یہ گفتگو سن کر ارشاد فرمایا "یہ عبادت جو ہم فقراء کرتے ہیں اور خود کو بڑے مشائخ سمجھتے ہیں۔ اس سے ان دنیا داروں کی یہ سخاوت جو خواہ وہ نام و نمود کی خاطر ہی کرتے ہوں۔ بہت بہتر ہے (کہ اس سے خلقِ خدا کو نفع تو پہنچتا ہی ہے)

حدیث شریف میں ہے۔ اَلسَّخِیُّ حَبِیْبُ اللّٰہِ وَلَوْ کَانَ فَاسِقًا وَالْبَخِیْلُ عَدُوُّ اللّٰہِ وَلَوْ کَانَ زَاھِدًا۔

یعنی سخی اللہ کو پیارا ہے اگرچہ وہ فاسق ہی ہو اور بخیل اللہ کا دشمن ہے اگرچہ زاہد ہی ہو۔

شیخ سعدی علیہ الرحمتہ کا ارشاد ہے

بخیل ار بود زاھد بحر و بر
بہشتی نہ باشد بحکم خبر

بخیل خواہ بحر و بر میں عبادت کرنے والا ہو مگر حدیث پاک کے حکم کے بموجب جنتی نہیں ہو سکتا۔

مجذوب نے ہمارا امتحان لیا ہے

حضرت والا ایک سفر میں تھے کہ ستید پور کے مجذوب داؤد فقیر نے آپ سے کپڑے کا سوال کیا۔ آپ نے اپنے پہننے کا کپڑا اسکو دیدیا۔ پھر فرمایا "اس مجذوب کو کپڑے کی ضرورت نہ تھی۔ مگر اس نے ہمارا امتحان لیا ہے"

بحرِ سخاوت

میاں قابل شاہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ درگاہ مبارک کے فقراء اور حضرت والا کے گھر والے مسلسل سات دن سے فاقے کر رہے تھے۔ کھانے کے لیے کچھ نہ ملا تھا۔ آٹھویں دن، نہال فقیر ٹالپر جو حضرت والا کا مُرید تھا۔ ساڑھے تین ہزار روپے لایا۔ یہ روپے حضرت والا کے گھوڑوں کی قیمت تھی جو اس کے پاس بطور امانت رکھے ہوئے تھے۔ حضرت والا نے اسی وقت پانچسو روپے قرض خواہوں کو ادا کیے اور باقی تین ہزار روپے درگاہ مبارک کے فقراء اور مسکینوں اور محتاجوں کو تقسیم کر کے دے دیئے۔ سب روپے تقسیم ہو جانے کے بعد آپ کے گھر سے ایک مُریدنی بڑھیا حاضر بحضور ہوئی۔ عرض کی "یا حضرت! آپ کے چھوٹے چھوٹے بچے بھوک کی شدت سے نڈھال ہو چکے ہیں۔ وہ مزید فاقہ برداشت کرنے کے قابل نہیں رہے۔ اگر آپ ایک چوّنی عنایت فرما دیں تو کیا ہی اچھا ہو"۔

حضرت والا نے مسکراتے ہوئے فرمایا "اے اماں! اگر تو ذرا دیر پہلے آجاتی تو میں ایک چوّنی کے بجائے پانچ چوّنیاں دے دیتا۔ اس وقت تو ہم سب کچھ تقسیم کر چکے ہیں۔ اب تو کچھ بھی موجود نہیں"۔ ؎

قرار در کفِ آزادگاں نہ گیرد مال
نہ صبر در دلِ عاشق نہ آب در غربال

سخیوں کے ہاتھ میں مال و زر ٹھہرتا نہیں۔ جیسے کہ عاشق کے دل میں صبر اور چھلنی میں پانی نہیں ٹھہر سکتا۔

ضرورت مندوں کی خاطر قرض لینا

خلیفہ لقمان کا بیان ہے کہ میں نے ایک دن حضرت والا کی خدمت میں عرض کی کہ "یا حضرت! مہمانوں اور سوالیوں کی خاطر ہمیں قرض لینا پڑتا ہے۔ یہ قرض لینا کیسا ہے"؟

فرمایا "تم بھی قرض لیتے ہو"؟ میں نے عرض کی "یا حضرت خواہ مخواہ ضرورت پڑ جاتی ہے" فرمایا "یہ مسئلہ سوال کی ضرورت نہیں رکھتا۔

پھر فرمایا "ایک دن حضور علیہ السلام کے حضور ایک سوالی آیا۔ حضور نے فرمایا "اس وقت کچھ موجود نہیں ہے" سوالی نے پھر عرض کی "یا رسول اللہ! میں مسکین عیال دار ہوں۔ میں اپنے بال بچوں کو بھوکا چھوڑ کر آیا ہوں اور انہیں آپ کا دلاسہ دیکر آیا ہوں کہ تمہیں کچھ کھلانے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لیکر آتا ہوں"

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "جا! اور جا کر کہیں سے قرض لے کر گذارہ کر لے اور اس قرض کو ادا کرنا ہمارے ذمہ ہے" حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی "یا رسول اللہ! سوالیوں کے سوال پورے کرنے کی خاطر قرض لینا آپکے ذمے نہیں ہے" یہ بات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سخت ناگوار گذری تو حضرت ابو بکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "اے عمر! اللہ تعالیٰ کے خزانے بھرپور ہیں۔ تو کس لیے حضور کو منع کرتا ہے"؟

یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت پسند آئی۔ اور حضور مسکرا دیئے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس کا دل

وسیع ہے اور قرض لیتے وقت اور ادائیگی کے لئے کوئی وسوسہ پیدا نہیں ہوتا تو اس کے لئے کچھ مضائقہ نہیں۔ اور جو شخص پہلے قرض لے لے اور پھر دوسروں میں طمع رکھے اور دل میں وسوسے پیدا ہوں تو اسے قرض لینا جائز نہیں۔"

پیر کیسا ہونا چاہیئے اور مُرید کیسا؟

حضرت والا نے فرمایا کہ ، ایک مُرید نے اپنے مُرشد سے پوچھا پیر کیسا ہونا چاہیئے اور مُرید کیسا ؟ مُرشد نے فرمایا۔ تیرے اس سوال کا جواب پھر کسی وقت دوں گا۔ کچھ وقت بعد ایک دن وہ مُرید اپنے مُرشد کی خدمت میں حاضر ہوا تو مُرشد نے حکم دیا کہ اس طرف کو چلا جا۔ حسب الحکم مُرید اسی طرف کو روانہ ہو گیا۔ چلتے چلتے ایک شہر میں جا پہنچا اس شہر میں اسکو ایک پیر بھائی مل گیا۔ اس نے پوچھا، کہاں جا رہے ہو۔؟

اس نے بتایا کہ مجھے مرشد نے صرف یہ کہا تھا کہ اس طرف کو چلا جا۔ میں حکم کی تعمیل میں اسی طرف چلا جا رہا ہوں۔ یہ سن کر وہ پیر بھائی اسکو اپنے گھر لے گیا۔ جب رات گذر گئی تو صبح کو پیر بھا نے اسکو ایک ہزار روپے دیکر کہا۔ تجھکو مُرشد نے اس نذرانہ کی وصولی کے لیئے ہی بھیجا ہے۔ تم یہ نذرانہ لیجا کر مُرشد کی خدمت میں پہنچا دو اور چلتے وقت ایک سو روپے مزید دیکر کہا۔ یہ لو۔ یہ تیرا سفر خرچ ہے۔

وہ شخص اپنے پیر بھائی سے رخصت ہو کر روانہ ہوا تو اسے معلوم ہوا کہ اس شہر میں ایک فاحشہ عورت ہے جو بے حد حسین ہے۔ اور وہ صرف اپنا منہ دکھلانے کے عوض ایک سو روپیہ فیس لیتی ہے۔ اس شخص کے دل میں اشتیاق پیدا ہوا۔ اور اس نے ارادہ کر لیا کہ میں بھی ایک سو روپیہ دیکر اس حسینہ کا منہ دیکھ چلوں۔

وہ اس فاحشہ کے پاس گیا اور اسکو ایک سو روپیہ دیکر اس کا منہ جو دیکھا تو دیکھتے ہی اس پر عاشق ہو گیا اور اسکی زلف گرہ گیر کا اسیر ہو کر رہ گیا۔ از خود وارفتہ ہو کر اس نے وصل کی خواہش کا اظہار کیا تو وہ فاحشہ بولی "میں ایک رات کی صحبت کے عوض ایک ہزار روپیہ فیس لیا کرتی ہوں" اس شخص نے اپنے پیر صاحب والی نذرانے کی رقم ایک ہزار روپیہ اس فاحشہ کے نذر کر دی اور وہیں شب باش ہو گیا۔ رات کے وقت جب اس نے صحبت کا ارادہ کیا تو اچانک غیب سے ایک آواز آئی کہ "یہ اس بُرے کام سے بچ جائے" لیکن اس نے بدمستی میں اس شعر کے مصداق کچھ پروانہ کی۔ ؎

کافر گرسنہ در خانۂ خالی پُر خواں!

عقل باور نہ کند کز رمضان اندیشد

بھوکا کافر جب دیکھے کہ گھر میں اور کوئی نہیں اور دستر خوان پر طعام رکھا ہوا ہے تو عقل تسلیم نہیں کرتی کہ وہ ماہ رمضان کا احترام کرے گا۔

اس نے دوسری مرتبہ دست درازی کی۔ تو اس نے خوفناک آواز سنی کہ "او بے شرم! ہوش کر، خود کو غضب میں مبتلا نہ کر۔" پھر بھی اس نے کچھ پرواہ نہ کی۔ تیسری مرتبہ جو اس نے اس عورت کی طرف ہاتھ بڑھایا تو اس کے منہ پر اس زور کا غائبانہ طمانچہ پڑا کہ بے ہوش ہو کر گرا۔ کچھ دیر بعد جب وہ ہوش میں آیا تو اس عورت نے پوچھا "تیرا کوئی مرشد بھی ہے"؟ وہ بولا! ہاں ہے" وہ بولی "تیرا مرشد کامل اور مکمل ہے جو تجھ کو بدکاری میں مبتلا ہونے نہیں دے رہا۔ تجھے بھی

چاہیے کہ تو اس بُرے فعل سے باز آجائے۔ تو میں بھی تیرے ساتھ چل کر اس مرشد کامل کی مُرید ہو جاتی ہوں۔" وہ شخص مان گیا۔
اس فاحشہ نے ایک ہزار اور ایک سَو روپیہ واپس کر دیا۔
دونوں چل کر پیر صاحب کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ اسوقت پیر صاحب نے اپنے مُرید سے فرمایا۔" پیر ایسا ہونا چاہیئے۔ اور مُرید بھی ایسا ہونا چاہیئے۔" وہ عورت تائب ہو کر مُرید ہو گئی۔ اور پیر صاحب نے نکاح پڑھ کر ان دونوں کو رشتۂ ازدواج میں منسلک کر دیا۔
اور اس طرح اپنے مرشد کامل کے کرم سے وہ شخص جُرم زنا سے بچ رہا اور اپنے مقصد میں بھی کامیاب ہو گیا۔

آدمی اسی کیساتھ ہو گا جس سے اس کی محبت ہے

حضرت داتا علیہ الرحمتہ نے ارشاد فرمایا کہ ایک عابد وزاہد شخص اور ایک بادشاہ یکے بعد دیگرے فوت ہو گئے۔ کسی ولی اللہ نے خواب میں دیکھا کہ عابد وزاہد جہنم میں ہے۔ اور بادشاہ جنت میں ہے اس ولی اللہ نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی۔ یا اللہ اسمیں کیا راز ہے؟ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب ملا کہ عابد وزاہد دنیاداروں سے محبت رکھنے کی وجہ سے جہنم میں ہے اور بادشاہ فقراء کی محبت اور ان سے صحبت اختیار کرنے کی وجہ سے جنت میں ہے۔ حدیث شریف میں ہے اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ ۔ آدمی اس کے ہی ساتھ ہو گا جس سے اسکی محبت ہے۔

نگاہِ ولی کی تاثیر

خلیفہ محمود کا بیان ہے کہ حضرت والا کا ایک مرید بمقام "جھوک" رہتا تھا۔ جھوک کے قریب نہر کے کنارے صوفی فضل اللہ فقیر نے کچھ دن آکر قیام کیا۔ اتفاقاً حضرت والا کا یہ مرید صوفی فضل اللہ کے پاس چلا گیا تو صوفی مذکور کو دیکھتے ہی اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھا۔ نماز ذکر و فکر اور سب عبادتیں بھلا بیٹھا حتیٰ کہ اسکو اپنے ستر تک ڈھانکنے کا احساس بھی نہ رہا۔

ایک روز خلیفہ میاں علی بخش اور خلیفہ میاں سعید خان اس شخص کو میرے پاس لے کر آئے اور بولے کہ اسے حضرت والا کی خدمت میں حاضر کر کے اس حالت سے نجات دلائیں۔ احباب کے کہنے پر میں نے اسکو لیجا کر حضرت والا کے حضور پیش کر دیا۔ صورت حال عرض کر کے میں نے التجا کی کہ "یا حضرت! اس پر توجہ فرمائیں تاکہ یہ شخص پھر ہوش و حواس میں آکر ذکر و فکر کرنے اور نماز پڑھنے لگے۔

حضرت والا نے فرمایا "یہ اس حال میں بھی اللہ تعالیٰ سے مشغول ہے۔ اللہ تعالیٰ واحد ہے" لیکن جب میں نے بڑی منت سماجت کی تو آپ نے اس شخص پر شفقت کے ساتھ توجہ فرمائی۔ حضرت والا کے توجہ فرماتے ہی، اس پر سے صوفی فضل اللہ کا اثر زائل ہو گیا وہ جذب کی حالت جاتی رہی اور ہوش و حواس میں آکر پہلے کی طرح، ذکر و فکر، نماز اور روزہ میں مشغول ہو گیا۔

ولی اللہ کا تصرف

حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ، ایک ولی اللہ جنگل بیابان میں رہتا تھا۔ اسکو کسی شرعی مسئلہ میں کچھ اشکال درپیش ہوا۔ اس مقام سے دور فاصلے پر ایک قافلہ حج کو جا رہا تھا۔ اس قافلے میں ایک متبحر عالم بھی شامل تھا۔ اس ولی اللہ کے تصرف سے وہ قافلہ راستہ بھول کر اسی مقام پر آپہنچا۔ اس ولی اللہ نے اس متبحر عالم سے اپنا اشکال حل کرالیا۔ اس کے بعد اس عالم نے ولی اللہ سے کہا کہ آپ کسی بڑے شہر میں جاکر قیام فرمالیں۔ جہاں بہت سے علماء موجود ہوں گے۔ تاکہ آپ کو جب کبھی کسی مسئلہ کے دریافت کرنے کی ضرورت پیش آئے وہیں آپ علماء سے مسئلہ حل کرالیا کریں۔

اس بزرگ نے جواب دیا۔ ہمیں اسی جگہ قیام کرنا مناسب ہے۔ اگر پھر کبھی ہمیں کسی مسئلہ میں کوئی اشکال پیش آیا تو اللہ تعالیٰ تو دہی کسی آپ جیسے عالم کو راستہ بھلا کر ہمارے پاس پہنچا دے گا اور ہم اس سے یہیں مسئلہ حل کرالیں گے۔

مرشد کا فیض ضرور رنگ لاکر رہتا ہے

ایک روز حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ مرشد کامل کا فیض اور توجہ اس سانپ کے زہر کی مانند ہے۔ جس نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ڈنگ لگایا تھا جبکہ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ غار ثور میں تھے۔ اس سانپ کے زہر کا اثر بوقت وصال ظاہر ہوا تھا۔

اسی طرح مرشد کامل کا فیض مرید کو فی الحال مل جائے گا اور اگر فی الحال نہ ملا تو بھی مرید کی وفات کے وقت ضرور بالضرور اس سانپ کے زہر کی طرح مرشد کے فیض کا اثر ظاہر ہو کر رہے گا۔"

مولانا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ ؎

دامن او گیر زود تر بے گماں
تا رہی از آفت آخر زماں

مرشد کا دامن جلد از جلد پکڑ لے۔ تاکہ تو آخری وقت کی آفت سے بچ سکے۔

فیض اپنے مرشد ہی سے مل سکتا ہے

نظر علی ٹالپور کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ "لاڑ" کے سفر میں میں حاضر تھا۔ میں نے حضرت والا پیر سائیں روضے دھنی کی خدمت میں عرض کی "یا حضرت میں اگرچہ "نواری" والے بزرگوں کا مرید ہوں تاہم میں آپ سے آپ کے مریدوں جیسی عقیدت رکھتا ہوں۔ مجھ پر بھی توجہ کی عنائیت فرمائیں" آپ نے تمثیل میں جواب دیا کہ بھینس دودھ دیتے وقت اپنے بچے کو پہچان کر ہی سارا دودھ تھنوں میں اُتارا کرتی ہے۔ اس کے بعد دودھ دوہنے والا نکالا کرتا ہے۔ بھینس کبھی دوسری کے بچے کو دیکھ کر تھنوں میں دودھ نہیں اُتارتی۔ اس تمثیل میں بچے سے مراد نسبت والا مرید ہے وہ جب مرشد کے حضور آتا ہے تو اس کا مرشد نہایت خوش ہوتا ہے۔ اور اس وجہ سے مرشد پر علم غیبی اور فیض نازل ہوتا ہے۔

اور پھر مُرشد مُرید کو فیض عطا فرماتا ہے یہاں تک کہ اس مرید کے طفیل حاضرین مجلس بھی بہرہ یاب ہوتے ہیں جس طرح بھینس کے بچے کے سبب دودھ دوسروں کو ملتا ہے۔

اگر دنیا دار، بے نسبت، قبض والا کسی ولی کے حضور آتا ہے تو نہ صرف یہ کہ ولی اللہ کی طبیعت پر گراں گذرتا ہے۔ بلکہ قبض کے سبب دوسرے بھی فیض سے محروم رہ جاتے ہیں۔ ؎

؎ بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد
بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد!

(مولائے روم علیہ الرحمۃ)

در فیضِ حق بند جب تھا نہ اب کچھ
فقیروں کی جھولی میں اب بھی ہے سب کچھ
یہ اللہ والے ہیں دیتے ہیں سب کچھ
مگر چاہیئے ان سے لینے کا ڈھب کچھ

(ابو البحسان قادری)

حیوانات بھی اولیاء سے محبّت رکھتے ہیں

خلیفہ میاں غازی خان کا بیان ہے کہ میں درگاہ مبارک پر حاضر رہا کرتا تھا۔ ایک دن حضرت والا نے فرمایا۔ کل "لاڑ" کے سفر پر روانہ ہوں گے" اس رات آدھی شب گذرنے کے بعد درگاہ شریف کی مسجد میں کوّوں نے بہت شور مچایا۔ ان کا شور سن کر سب جاگ پڑے۔ تھوڑی دیر بعد کوّے حضرت والا کے مکان کی طرف چلے گئے اور وہاں شور مچانے لگے۔ صبح حضرت والا، فقیروں کی جماعت کے ساتھ سفر پر روانہ ہو گئے۔ جب "مہیسر" کے گاؤں کے قریب پہنچے تو محمد شریف مہیسر نے عرض کی۔ یا حضرت! گاؤں میں چل کر ہمارے گھروں میں بھی زیارت کرا دیں"

حضرت والا، جب اس کے گھر میں داخل ہوئے میں آپ کی گھوڑی کو پکڑ کر باہر کھڑا رہا۔ جب باہر تشریف لائے تو میں نے اپنی گھوڑی پرے ہٹائی اور حضرت والا کی گھوڑی آپ کے سامنے کر دی۔ آپ سوار ہوئے تو میری گھوڑی حضرت والا کے قریب آگئی۔ میں نے اپنی گھوڑی کو پرے ہٹایا تو آپ نے فرمایا "یہ بھی ہماری محبّت کی وجہ سے ہمارے نزدیک آئی ہے۔ پھر فرمایا "اے غازی خان! رات کو جب کوّے شور مچا رہے تھے تم اس وقت جاگ رہے تھے۔ یا نہیں؟ میں نے عرض کی "ہاں جناب" فرمایا "یہ کوّے بھی ہمیں "او داع" کہنے آئے تھے۔ اگرچہ حیوانات، آدمیوں کی بولی نہیں بولتے تاہم وہ بھی اولیاء اللہ سے محبّت اور دوستی رکھتے ہیں"

جیسا اعتقاد مُرشد سے ہو گا مُرید بھی ویسا ہی ہو جائیگا

خلیفہ میاں لقمان کا بیان ہے کہ ایک روز حضرت والا نے فرمایا۔ اگر مُرید مُرشد کو کامل سمجھے گا تو مُرید بھی کامل ہو جائیگا۔ اور اگر مُرشد کو مُرلی سمجھے گا تو خود مرید بھی مُرلی بن جائیگا۔ جیسا اعتقاد مرشد سے رکھے گا مُرید بھی ویسا ہی ہو جائے گا لیکن یہ اعتقاد اپنے دل میں ہی رکھنا چاہیئے۔ زبان پر نہ لائے۔ اور شریعت کی حد سے گزرنا نہیں چاہیئے۔

مرشد کی محبت کیسی ہو؟

حضرت والا علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے کہ مُرشد کامل کی ظاہری صورت حضرت یوسف علیہ السلام کے جُبّے کی مانند ہے جس سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی دوبارہ بحال ہو گئی تھی سچے مُرید کو اپنے مرشد کے ساتھ ایسی محبت اور عشق ہونا چاہیئے۔ جیسے حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام سے تھا۔ پس مُرشد کی صورت کو جُبّے کی طرح اپنے دل کی آنکھوں پر رکھے تاکہ اُسے حقیقی دید حاصل ہو جائے اور یوں کہنے لگے۔ ؎

بہر چہ مے نگرم صورت تو مے بینم
ہر آنچہ در نظرم جلگی تو مے آئی

جس چیز پر بھی نگاہ ڈالتا ہوں، مجھے تیری ہی صورت دکھائی دیتی ہے۔ میری نظر میں جو کچھ کہ آتا ہے فی الجملہ تو ہی آتا ہے۔

جس نے مجھے دیکھا اس پر آتش دوزخ حرام ہے

ایک دن حضرت والا علیہ الرحمتہ دیھ مد دریا خان نظامانی "میں صادق فقیر نظامانی کی دعوت پر تشریف فرما ہوئے۔ مجلس میں باقر فقیر نظامانی نے آپ کی خدمت عرض کی "یا حضرت! سلطان العارفین بایزید بسطامی قدس اللہ باسرارہ کا ارشاد ہے کہ "جس نے مجھے دیکھا اس پر دوزخ کی آگ حرام ہے" مجھے تعجب ہے کہ حضور سرکار دوعالم صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے والوں میں سے بھی کتنے ہی منافق رہ گئے۔ سب کے سب صحابی نہ بن سکے۔!

حضرت والا نے فرمایا "شیخ بایزید بسطامی کا ارشاد برحق ہے لیکن یہ خصوصیت صرف بایزید سے ہی نہیں بلکہ یہ خصوصیت ہر ولی کامل کو حاصل ہے۔ کفار ومنافقین نے سرکار دوعالم صلے اللہ علیہ وسلم کو ہرگز نہیں دیکھا۔ اس پر قرآن مجید کی نص شاہد ہے کہ فرمایا "وَتَرٰاھُم یَنظُرُونَ اِلَیکَ وَھُم لَا یُبصِرُونَ" آپ انہیں دیکھیں گے کہ گویا وہ آپ کو دیکھ رہے ہیں حالانکہ وہ دیکھتے نہیں ہیں۔ ؎

کافراں دیدند احمد را بشر
چوں نہ دیدند از وے انشق القمر

(مولائے روم علیہ الرحمتہ)

کفار نے احمد مجتبےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو محض ایک بشر کی حیثیت سے دیکھا۔ جب کہ وہ یہ نہ دیکھ سکے کہ اس لباس بشریت میں وہ کونسی قوت پوشیدہ ہے جس نے چاند کے ٹکڑے کر ڈالے۔

حق کو دیکھنے سے حق یاد آتا ہے

حضرت والا علیہ الرحمتہ نے فرمایا۔ لوگ کہتے ہیں کہ اولیاءؑ کی زیارت سے خدا یاد آتا ہے۔ اس میں ایک نکتہ ہے۔ وہ یہ کہ بندہ کو دیکھنے سے خدا یاد نہیں آتا بلکہ حق کو دیکھنے سے حق یاد آتا ہے۔ اس کے لئے حدیث شاہد ہے۔ اِذَا رُءُوْا ذُکِرَ اللہ۔ اسی طرح مثنوی شریف میں بھی ہے۔ ؎

ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا
اُو نشیند در حضورِ اولیاءؑ

جو شخص خدا سے ہم نشینی چاہتا ہے وہ اولیاء کے حضور میں بیٹھا کرے۔

ہر کہ شد دور از حضور اولیاءؑ
در حقیقت گشت او دور از خدا

جو شخص اولیاء کے حضور سے دور رہا۔ درحقیقت وہ خدا سے دور ہو گیا۔

فَاِنَّہٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللہِ

گنہگار فقیر کا بیان ہے کہ ایک رات بعد از نماز عشاء حضرت والا مصلّے پر بیٹھ رہے۔ میں نے آگے بڑھ کر مٹھی چاپی شروع کر دی اسی دوران، میرے دل میں خیال آیا کہ جس نے خواب میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی گویا کہ اس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہو بہو دیکھ لیا۔ اور جس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام سنا اُسے

بھی لطف آ جاتا ہے پس اللہ تعالیٰ کا ہم پر بیحد احسان ہے کہ ہم اپنے پیر و مرشد کے وجود میں ذات رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا مشاہدہ کر کے روبرو زیارت کر رہے ہیں"!

حضرت والا نے میرے دل کے اس خیال پر مطلع ہو کر، یکایک مجھے اپنی آغوش میں لیکر فرمایا: "اس میں کچھ بھی شک نہیں۔ یقیناً ایسا ہی ہے"

مولانا رومی علیہ الرحمتہ کیا خوب فرماتے ہیں: ؎

حالِ تو دانند یک مُو بمُو
زانکہ پُر ہستند از اسرارِ ہُو

اولیاء اللہ تیرے ایک ایک حال کو مو بمو جانتے ہیں۔ اس لیے کہ یہ نفوسِ قدسیہ اسرارِ الٰہی سے پُر ہیں۔

اولیأ مظہر ذات وصفاتِ الٰہی ہیں

خلیفہ محمود نظامی کا بیان ہے کہ حضرت والا نے ایک روز فقیر کو مخاطب کر کے فرمایا: "کہ اے محمود! جو مرید یوں سمجھے کہ میرا مرشد مجھ سے دُور ہے اور میرے احوال کو نہیں جانتا تو وہ فیض سے محروم رہ جاتا ہے۔ ؎

ایں جہاں صورت است معنٰے دوست
در بہ معنٰے نظر کنی ہمہ اوست

یہ جہان "صورت" ہے۔ معنیٰ "دوست" ہے۔ اور اگر تو اس معنےٰ میں نظر کرے تو سب کچھ "وہی" ہے۔

اولیا اللہ کی مثال

حضرت والا نے ارشاد فرمایا۔ ولی اللہ کی مثال اس شکاری کی ہے جو پرندوں جیسا لباس سر پر رکھ کر پرندوں کا شکار کرتا ہے۔ یعنی۔ اللہ تعالےٰ اسے بشریت کا لباس پہنا کر دنیا میں اہل محبت کا شکار کراتا ہے۔ ؎

در لبشر رو پوشش گشت است آفتاب
فہم کن واللہ اعلم بالصواب

لباسِ بشر میں آفتاب حقیقت چھپا ہے۔ سمجھنے کی کوشش کر حال کو صحیح طور پر اللہ ہی جانتا ہے۔

جن آنکھوں سے میں نے دیکھا ہے تو نے نہیں دیکھا

حضرت والا نے فرمایا کہ ایک بزرگ کسی شہر میں وارد ہوا۔ وہاں ایک کوڑھی شخص کو دیکھا تو بڑا پریشان ہوا۔ اس پر رحم کھا کر یوں دعا کی کہ یا اللہ! جس بزرگ ہستی کو میری آنکھوں نے دیکھا ہے اس کے صدقے میں اس کوڑھی کو تندرستی عطا کر دے!

یہ دعا مانگ کر بزرگ روانہ ہو گیا اور وہ کوڑھی اسی وقت تندرست ہو گیا اور تندرست ہوتے ہی اس بزرگ کے پیچھے دوڑا۔ اس کے پاس پہنچ کر بولا کہ اے مردِ خدا! تیری آنکھوں نے کس کو دیکھا ہے۔ جس

کے صدقے میں مجھے تندرستی کی نعمت حاصل ہو گئی"؟

بزرگ نے فرمایا "شیخ بایزید بسطامی کو (قدسنا اللہ باسرارہ)

وہ بولا "میں نے شیخ بایزید بسطامی کی بارہ برس خدمت کی تو مجھ کو کوڑھ کی بیماری لگی"

بزرگ نے فرمایا "جن آنکھوں سے میں نے دیکھا ہے اُن آنکھوں سے انہیں تو نے نہیں دیکھا"

چُپ رہ، کہیں اغیار نہ سُن لیں

غلام محمد نظامانی کا بیان ہے کہ ایک دفعہ جبکہ حضرت والا علیہ الرحمۃ لاڑ کے سفر میں تھے۔ میں نے جذبۂ عشق سے مغلوب ہو کر حضرت والا کو آغوش میں لیکر عرض کی "یا حضرت! آپ عین مظہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں" حضرت والا نے اپنا ہاتھ مبارک میرے منہ پر رکھ دیا اور فرمایا "چپ رہ، کہیں نامحرم اور اغیار نہ سُن لیں"!

حافظ شیرازی علیہ الرحمۃ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

در خرابات مغاں نور خدا مے بینم

ایں عجب بیں کہ چہ نورے زکجا مے بینم

مستوں کے مے کدہ میں نور خدا دیکھ رہا ہوں، یہ عجیب بات دیکھ کہ کیسا نور، کہاں سے دیکھ رہا ہوں۔

فیضانِ غوث الاعظم

حضرت پیر سائیں روضے دھنی علیہ الرحمتہ نے فرمایا۔ حضرت غوث الاعظم قدس اللہ باسرارہٖ کے مناقب میں ہے کہ آپ کا ایک مُرید فوت ہوا قبر میں اس سے منکر نکیر نے سوال کیا۔ مَنْ رَّبُّکَ وَمَنْ نَبِیُّکَ وَمَا دِیْنُکَ تیرا رب کون ہے تیرا نبی کون ہے اور تیرا دین کونسا ہے۔؟

اس نے تینوں سوالات کا جواب دیا "عبدالقادر، عبدالقادر عبدالقادر"!

ملائکہ بارگاہِ رب العزت میں حاضر ہوئے۔ بولے " یا اللہ! یہ بندہ ہمارے سوالات کے جواب میں کہتا "عبدالقادر، عبدالقادر، عبدالقادر" حکم ہوا " اسے جاکر عذاب دو"

ملائکہ اسے عذاب دینے جب قبر میں آئے۔ دیکھا کہ غوث اعظم قبر میں تشریف فرما ہیں۔ آپ نے ملائکہ سے فرمایا کہ اسے عذاب نہ دو۔ لیکن، ملائکہ نہ رُکے، تو آپ نے ملائکہ سے گُرز چھین کر فرمایا " بارگاہِ الٰہی میں جاکر کہو کہ یہ شخص میرا مُرید ہے۔ اس نے مجھ کو پہچانا ہے۔ اور میں نے تجھ کو پہچانا ہے" ملائکہ نے بارگاہِ الٰہی میں یہ واقعہ عرض کیا تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا " جاؤ، اور شیخ عبدالقادر سے معذرت کرکے اپنے گُرز اٹھا لاؤ" ۔

پیر رہ کبریت احمد ۔۔ ۔۔۔۔۔۔ است
سینۂ او بحر اخضر آمد است

مزاراتِ اولیاؑ سے علوم

ظاہری و باطنی کا حصول

حضرت والا فرمایا کرتے تھے کہ حضرت سلطان العارفین بایزید بسطامی نے ایک مرتبہ فرمایا کہ میرے بعد، بڑی مدت کے بعد، شہر خرقان، میں ایک ایسا شخص پیدا ہوگا جو ظاہری و باطنی علوم میری قبر سے حاصل کرے گا۔ جب حضرت ابوالحسن خرقانی علیہ الرحمتہ پیدا ہوئے تو آپ بچپن میں ہی سلطان العارفین کی قبر پر حاضری دینے لگے اور ان سے ظاہری و باطنی علوم حاصل کر لیئے اور حضرت ابوالحسن خرقانی کے فرزند نے بھی اپنے والد بزرگوار کی طرح سلطان العارفین بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ کے مزار مبارک سے ظاہری و باطنی علوم حاصل کئے اور ان کو سلسلہ نقشبندیہ کی نسبت بھی انہی سے حاصل ہوئی۔

مُرشد اور مُرید کی مثال

حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ مُرشد کامل کنوئیں کی طرح ہے۔ اس کنوئیں میں جو پانی ہے وہ نورِ خدا کی مانند ہے۔ اور مُرید گھڑے کے مانند ہے۔ اس کی ارادت رَسّے کی مثل ہے۔ پس اگر گھڑے کو مضبوط رَسّے سے باندھ کر کنوئیں میں ڈالا جائیگا۔ تو پانی سے بھر کر نکلے گا۔

حافظ شیرازی علیہ الرحمتہ نے کیا خوب فرمایا ہے۔ ؎

درخراباتِ مغاں نورِ خدا مے بینم
وایں عجب بیں کہ چہ نورے زکجا مے بینم

مستوں کے شراب خانہ میں نورِ خدا کا مشاہدہ کر رہا ہوں اور یہ عجب بات دیکھ کہ کیسا نور کہاں سے دیکھ رہا ہوں۔

لعاب دہن لگانے سے سانپ کا زہر کافور ہوگیا

فضل فقیر نظامانی علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ بہادر فقیر کھوکھر نے بتایا کہ ایک دن حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہٖ ہماری دعوت سے فارغ ہوکر آگے کو روانہ ہوئے۔ راستہ میں آپ کی سواری کے عین سامنے ایک فقیر کو سانپ نے ڈس لیا۔ اور فقیر چلنے سے بے بس ہوکر رہ گیا۔ حضرت والا نے اخلاق محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے مطابق اس فقیر پر رحم کرتے ہوئے اس سے پوچھا۔ اس فقیر نے عرض کی کہ یا حضرت مجھ کو سانپ نے کاٹ لیا ہے۔ اسی وقت دریائے رحمت جوش میں آگیا۔ آپ اپنے گھوڑے سے اتر آئے اور اپنا لعاب دہن ڈنگ کے مقام پر مل دیا۔ اسی وقت سانپ کا زہر کافور ہوگیا اور فقیر بالکل تندرست ہوکر دوسرے پیدل فقیروں کے ہمراہ گھوڑے کے آگے آگے دوڑنے لگا۔

بارش تھم گئی، بادل چھٹ گئے

رمضان فقیر سہتہ علیہ الرحمتہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں درگاہ مبارک پر حاضر تھا کہ تین چار دن بارش مسلسل برستی رہی۔ حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ العزیز نماز اشراق کے بعد چند فقیروں کے ہمراہ مسجد شریف میں تشریف فرما تھے اور بارش برس رہی تھی۔ آپ نے فرمایا: آج یہاں کے جولاہوں میں سے کوئی بھی نہیں آیا ہے۔ نامعلوم کس کام میں مشغول ہیں۔ ہم یہاں نہیں رہتے، مدینہ منورہ چلے جاتے ہیں۔ اتنے میں ایک جولاہا فریاد کرتا ہوا آیا بولا۔ یا حضرت! بارش زیادہ ہونے کی وجہ سے ہمارے گھر منہدم ہو گئے ہیں۔ بچے بھوکے مر رہے ہیں۔" حضرت والا نے فرمایا۔ پہلے تو یہ لوگ بارش طلب کرتے ہیں اور پھر بیزار بھی ہو جاتے ہیں۔" یہ ارشاد فرما کر آپ مسجد شریف کے صحن میں آئے۔ انگلی مبارک سے آسمان کی طرف اشارے کے ساتھ کچھ لکھا اور کچھ پڑھا بھی۔ اسی وقت بارش تھم گئی اور بادل بھی چھٹ گئے۔

قلیل طعام کثیر ہو گیا

سید کمال شاہ علیہ الرحمتہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ العزیز کی دعوت کی۔ میرے پاس صرف گیارہ ٹوپے چاول اور دس سیر گھی موجود تھا۔ موسیٰ فقیر نظامانی نے کہا کہ جماعت بہت زیادہ ہے اور سامان بہت کم ہے۔ حضرت والا نے فرمایا۔ جو کچھ موجود ہے۔ جا کر پکواؤ۔ انشاء اللہ العزیز بہت ہو جائیگا۔

میں نے جا کر طعام تیار کرایا۔ آپ تشریف لے آئے اور فرمایا کہ یہ فقیر دل کو کھانا کھلاؤ۔" آپ کی برکت سے ساری جماعت نے شکم سیر ہو کر کھایا اور دوسرے آدمیوں نے بھی خوب کھایا۔ بہت سے آدمی کھانا اپنے گھر والوں کے لیے بھی اٹھا لے گئے۔ پھر بھی طعام جُوں کا تُوں بچ رہا۔

قُمْ بِاِذْنِ اللہ اور قُمْ بِاِذْنِی کی توضیح

ایک دن حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہٖ کے حضور عرض کی گئی یہ یا حضرت! حضرت شاہ شمس الدین تبریزی رحمتہ اللہ علیہ نے بادشاہ کے مُردہ بیٹے کو زندہ کرنے کے لئے دو مرتبہ "قُمْ بِاِذْنِ اللہ" کہا۔ تو بادشاہ کا بیٹا زندہ نہ ہوا۔ تیسری مرتبہ جب انہوں نے جوش میں آکر " قُمْ بِاِذْنِی " کہا تو وہ زندہ ہو گیا۔

اسکا کیا سبب تھا؟" آپ نے ارشاد فرمایا۔ قُمْ بِاِذْنِ اللہ (اللہ کے حکم سے اُٹھ) کہتے وقت حضرت تبریزی کی نظر اپنی ہستی پر تھی۔ مگر قُمْ بِاِذْنِی (میرے حکم سے اُٹھ) کہتے وقت آپ کی ہستیٔ موہوم حق میں گُم تھی۔ اس لیئے بادشاہ کا بیٹا زندہ ہو گیا۔"

اے عزیز! ایسے ہی مقام کے بارے میں کسی بزرگ نے کیا ہی خوب فرمایا ہے۔" ؎

من نمے گویم انا الحق یار مے گوید بگو
چوں نمے گویم، مرا دلدار میگوید بگو

انا الحق (میں حق ہوں) میں خود نہیں کہتا۔ مگر میرا یار کہتا ہے کہ کہو۔ اگر میں نہیں کہتا تو کہتا ہے کہ ضرور کہو "

علم مافی الارحام

خلیفہ غازی خان ٹالپر علیہ الرحمتہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میاں قابل شاہ نے حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ کی خدمت میں عرض کی " یا حضرت! اجازت ہو تو آپ کے گھوڑے سے اپنی گھوڑی کا ملاپ کرادوں "؟ حضرت والا نے فرمایا " سفر کے بعد اجازت دیں گے۔ جب آپ دوسرے شہر میں تشریف فرما ہوئے تو میاں صاحب نے پھر اجازت چاہی۔ آپ نے اس سے فرمایا " دیکھ لو۔ کہیں یہ گھوڑی حاملہ ہی نہ ہو "؟ میاں صاحب نے عرض کی " مجھ کو یقین ہے کہ گھوڑی حاملہ نہیں ہے " بالآخر اس نے گھوڑی کے ساتھ گھوڑے کا ملاپ کرا دیا۔ جب رات آئی تو گھوڑی نے حمل ساقط کر دیا۔ دوسرے دن حضرت والا نے میاں قابل شاہ سے فرمایا " گھوڑی نے حمل ساقط کر دیا ہے، کیا؟ میاں صاحب نے عرض کی " جی ہاں، مگر یا حضرت! اب تک اس گھوڑی کے حاملہ ہونے کے بارے میں کسی نے بھی نہ بتایا تھا "!

حضرت والا نے فرمایا۔ ہم نے تو کہہ دیا تھا کہ گھوڑی حاملہ ہے۔ میاں صاحب نے عرض کی " یا حضرت! میں نے یہ سمجھا تھا کہ آپ مذاقاً فرماتے ہیں " آپ نے فرمایا " ہم جھوٹ کے ساتھ ہرگز خوش طبعی نہیں کیا کرتے "

ایسا کشف تو گدھی کو بھی ہوتا ہے

خلیفہ محمود نظامانی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں کہ ابتدا سلوک میں فقیر کو کشف صدور و کشف قبور بہت حاصل تھا۔ میں نے یہ کیفیت حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ کے حضور عرض کی تو آپ نے فرمایا " میاں ناصر علی شاہ کو بکثرت کشف ہوتا تھا۔ انہوں نے یہ کیفیت بڑے فخر کے ساتھ میاں قابل شاہ کے سامنے بیان کی۔ میاں قابل شاہ نے جواب دیا کہ " ایسا کشف تو گدھی کو بھی ہوتا ہے۔ جب وہ لڑکوں کو دیکھتی ہے تو بھاگ اٹھتی ہے۔ جب آدمیوں کو دیکھتی ہے تو بھاگتی نہیں "

پھر حضرت والا نے فرمایا " طالب کو ان امور میں محو نہیں ہو جانا، چاہیئے۔ کہ ان سے وہ عجب میں گرفتار ہو جائے۔ یہ طالب کیلئے روکاوٹیں ہیں "

خواجہ محمد بابا سماسی کی پیش گوئی

حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ نے بیان فرمایا کہ " ایک مرتبہ خواجہ محمد بابا سماسی علیہ الرحمتہ بخارا میں تشریف لائے تو فرمایا " بخارا کے فلاں محلے سے ہم کو ایک " مرد " کی خوشبو آ رہی ہے۔ جس سے ساری دنیا فیض یاب ہوگی۔ کچھ وقت کے بعد بخارا میں خواجہ بہاؤالدین نقشبند قدسنا اللہ باسرارہ تولد ہوئے۔ سید امیر کلال علیہ الرحمتہ (جو خواجہ سماسی کے مرید اور خلیفہ تھے) نے فرمایا " وہ مرد "

پیدا ہو گیا ہے ۔"

ایک مرتبہ خواجہ بہاؤالدین نقشبند علیہ الرحمتہ کو ان کے بچپن میں کسی بیماری کی وجہ سے ان کے والد ماجد علیہ الرحمتہ خواجہ محمد بابا سماسی علیہ الرحمتہ کے حضور دعا کرانے کے لیے لیکر آئے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ "یہ لڑکا وہی مرد ہے جسکی خوشبو ہمکو آیا کرتی تھی۔ اے دوستو! اس کا دیدار کرو۔

پیر سائیں کے خلیفہ کی کرامت

ایک دن حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ نے ارشاد فرمایا کہ "خلیفہ میاں الھ رکھیہ علیہ الرحمتہ نے بیان کیا کہ ایک دفعہ دوران سفر مغرب کے وقت۔ ایک پیالہ دودھ سے بھرا ہوا نذرانہ ملا۔ اس وقت مجھ کو یہ حدیث شریف یاد آگئی کہ ایک دن کسی صحابی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دودھ کا ایک پیالہ پیش کیا۔ آنحضرت نے اس میں سے پہلے کچھ دودھ پی لیا۔ پھر صحابہ کرام علیہم الرضوان کو شکم سیر کر کے پلایا تو بھی وہ پیالہ دودھ سے اُسی طرح بھرا رہا۔ خلیفہ صاحب نے کہا کہ میرے دل میں بھی خیال آیا کہ حضور علیہ السلام کی متابعت کی خاطر یہ پیالہ بھر دودھ ساری جماعت کو پلانا چاہیئے۔ سو اس میں سے پہلے میں نے خود پیا۔ اس کے بعد میں نے جماعت کو دودھ پینے کو کہا۔ بفضلہ تعالیٰ سب فقیروں نے دودھ پیا۔ پھر بھی وہ پیالہ اُسی طرح دودھ سے بھرا رہا۔

اولیاء اللہ انتقال فرماتے ہیں

مرتے نہیں

خلیفہ محمود نظامانی علیہ الرحمتہ کا بیان ہے کہ میں حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ العزیز کی خدمت بابرکت میں حاضر تھا کہ آپ نے ارشاد فرمایا "خلیفہ محمد حسین اس دنیا سے رحلت کرنے کے بعد بھی ہر شب جسد عنصری کے ساتھ اپنے گھر آتا اور اپنی اہلیہ سے ملاقات کیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تو نے اس راز کو ظاہر نہ کیا تو میں ہمیشہ تیرے پاس آتا رہوں گا" بعد میں اسکی اہلیہ نے خلیفہ کی والدہ (اپنی ساس) سے جو اس کا ذکر کیا تو اس کا آنا بند ہوگیا"

اَلَاۤ اِنَّ اَولِیَاءَ اللّٰہِ لَا یَمُوْتُوْنَ وَلٰکِنْ یَنْتَقِلُوْنَ مِنْ دَارٍ اِلٰی دَارٍ

خبردار! اولیاء اللہ مرتے نہیں بلکہ وہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں انتقال فرماتے ہیں۔

اولیا را ہست قدرت از اِلٰہ

خلیفہ محمود نظامانی علیہ الرحمتہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ العزیز قلات سے واپسی پر کشتی میں سوار ہوکر دریا پار کر رہے تھے۔ ملاحوں نے کشتی کو چلایا تو اچانک کیچڑ میں جا پھنسی۔ کشتی میں سوار جماعت معہ سادات کرام نیچے اتر پڑے۔

حضرت والا کشتی کے مہرے پر بیٹھے رہے، میں بھی بعارضہ بخار و اسہال مریض ہونے کے باعث آپ کے سامنے بیٹھا رہا۔ چند فقیروں نے کشتی کے رسوں کو پکڑ کر کھینچا اور چند نے کشتی کے دونوں اطراف سے دھکا دیکر کیچڑ سے نکالنے کی کوشش کی لیکن کشتی کیچڑ سے نکلتی ہی نہیں تھی۔ بالآخر جب سب تھک ہار کر رہ گئے تو حضرت والا نے وہیں بیٹھے ہی کشتی کی کلی میں ہاتھ ڈال کر اپنی طرف کھینچا تو کشتی کیچڑ سے نکل آئی اور پانی میں تیرنے لگ گئی۔ مگر کسی کو اس ماجرا کی خبر نہ لگی۔ اس امر کا صرف مجھے ہی علم تھا جو کہ آپ کی خدمت میں روبرو بیٹھا ہوا تھا۔"

دریا نے اپنا رُخ موڑ لیا

حیدر فقیر نظامانی علیہ الرحمتہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ (پریان لُو شریف کے قریب) دریا نے "اُرا بند" کو توڑ ڈالا۔ وہاں کے زمینداروں نے میری صلاح پوچھی کہ اب کیا کیا جائے۔؟ ان دنوں میں میر غلام حیدر کا کامدار تھا۔ میں نے انہیں مشورہ دیا کہ تم حضرت پیر سائیں قدس اللہ سرہٗ الاقدس کی خدمت میں جا کر یہ ماجرا عرض کرو۔ اس کے علاوہ اور کوئی چارۂ کار نہیں ہے۔ وہ لوگ حضرت والا کے حضور حاضر ہوئے اور عرض کی "یاحضرت! خدا کے واسطے ہمارے ساتھ دریا کے کنارے تک تشریف لے چلیئے۔ آپ نے ان کی درخواست قبول کر لی اور دریا کے کنارے پر آئے۔ جہاں سے پانی زمین کو چیر رہا تھا۔ حضرت والا، زمین کے چرے ہوئے ایک ٹکڑے پر جا پہنچے۔ آپ نے وہاں دو رکعت نماز پڑھ کر

دعا فرمائی۔ اسی دن دریا نے اپنا رخ موڑ کر اس زمین کو چھوڑ دیا اور سات کوس دوسری جانب ہٹ کر بہنے لگا۔ پھر آج تک دریا نے اس طرف کا رُخ نہیں کیا۔ اور ابھی تک اُسی بہاؤ پر بہہ رہا ہے تاہم وہ کٹی پھٹی زمین آج تک اُسی حال میں موجود ہے۔

وفات کے بعد، زندگی

ایک دن حضرت پیر سائیں قدس اللہ باسرارہ نے بودک فقیر ٹالپر سے فرمایا کہ " ہمارا ایک مرید تگیو نامی دیھ سنیاری کا باشندہ تھا۔ وہاں کے شاہ صاحبان اس سے عناد رکھتے تھے۔ اس پر بے جا اعتراضات کرتے رہتے تھے۔ جب وہ فقیر وفات پا گیا تو ان سادات کرام میں سے ایک سید صاحب جنازے میں شریک ہو کر قبرستان گیا۔ جب اس فقیر کو قبر میں اتار کر لحد کو اینٹوں سے بند کر چکے پاؤں کی جانب سے کفن پر لپٹا ہوا کپڑا کھینچ کر نکالا گیا تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ فقیر لحد میں سرہانے کی طرف دیکھ رہا ہے۔ یہ واقعہ اس سید صاحب نے بھی دیکھا اور اس نے یہ واقعہ اپنے دوسرے عزیزوں کو آکر سنایا۔ یہ سن کر وہاں کے سیدوں نے عناد چھوڑ دیا اور حضرت والا کے حضور حاضر ہو کر مرید ہو گئے۔

تو بارش برسنا شروع ہو گئی

خلیفہ محمود نظامانی علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ حضرت پیر سائیں قدس اللہ باسرارہ العزیز قلات کے سفر سے واپس ہوتے ہوئے دیھ شادی میں تشریف فرما ہوئے۔ وہاں کے باشندے تین سال سے بارش نہ ہونے کی وجہ سے نہایت پریشان تھے۔ فاقوں میں وقت بسر کر رہے تھے وہ حضرت والا کو دیکھ کر بڑے خوش ہوئے۔ اور فقیروں کے لیے حسب توفیق طعام بھی لے آئے اور گھوڑوں کے لیے گھاس دانہ بھی اٹھا لائے انہوں نے حضرت والا کے حضور درخواست پیش کی "یا حضرت! ہم آپ کی آمد مبارک کے بڑے مشتاق تھے۔ اب آپ ایسی توجہ فرمائیں کہ تنگی ختم ہو جائے اور فراوانی دارزانی ہو جائے۔ حضرت والا نے ان کی حالت پر رحم فرماتے ہوئے دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیئے اور یوں دعا کی:

"ہم کو دشت و بیابان سے گذر جانے کی مہلت مل جائے"

اس کے بعد آپ سوار ہو کر روانہ ہوئے۔ دشت و بیابان سے گذر کر جب آپ بمقام "دڈھ" پہنچے تو بارش برسنا شروع ہو گئی اور اس قدر بارش ہوئی کہ جب تک کہ ہم درگاہ مبارک پر پہنچے بدستور برستی ہی رہی۔

تو نے ’ڈھول‘ کو کہاں چھوڑا؟

حسن فقیر نظامانی علیہ الرحمتہ کا بیان ہے کہ حضرت پیر سائیں قدس اللہ باسرارہ العزیز سفر میں تھے کہ ایک عورت مُرید ہونے کی نیت سے اپنے گھر سے روانہ ہوئی۔ سفر کرتی ہوئی وہ ایک ایسے مقام پر پہنچی جہاں نہ کوئی آبادی تھی اور نہ پانی دکھائی دیتا تھا۔ وہاں پہنچ کر اسکو پیاس نے اسقدر نڈھال کیا کہ بے اختیار زمین پر گر پڑی۔ اور اپنی زندگی سے مایوس ہو گئی۔ اتنے میں کیا دیکھتی ہے کہ کوئی شخص پانی سے بھری ہوئی مشک لے کر اس کے پاس آیا اور اسکو پانی پلا دیا۔ عورت نے اس سے پوچھا تیرا نام کیا ہے۔؟ وہ بولا ”میرا نام ’ڈھول‘ ہے۔ جب وہ عورت حضرت والا کے حضور پہنچی تو آپ کے پاس بہت سے آدمیوں کو دیکھ کر دُور کھڑی ہو کر رونے لگی حضرت والا نے فقیروں سے فرمایا ”اسکو جگہ دیدو“ آپ نے اس کا نام لیکر فرمایا ”اماں! آگے آؤ“ جب وہ آگے آکر حاضرِ خدمت ہو گئی تو آپ نے فرمایا ”تو نے ’ڈھول‘ کو کہاں چھوڑا“؟ یہ سنتے ہی وہ عورت وجد میں آ گئی اور جذبے کی شدت سے بیہوش ہو گئی۔“

اپنی اور دوسروں کی وفات کا علم

فیروز فقیر نظامانی علیہ الرحمتہ کا بیان ہے کہ ”میں درگاہ مبارک پر حضرت پیر سائیں قدس اللہ باسرارہ کی خدمت میں حاضر تھا حضرت والا نے بعد نماز عشاء گھر تشریف لے جاتے وقت مجھ ضعیف

سے فرمایا کہ "باغیچہ میں آکر تجھ سے کچھ مشورہ کرنا ہے" فقیر دفور مسرت سے اُسی وقت اُٹھ کر باغیچہ میں پہنچ گیا اور انتظار میں بیٹھ رہا۔ وہ ۱۸ ذی الحجہ ۱۲۳۳ھ ہجری کی شب تھی۔ حضرت والا آدھی رات کے بعد باغیچہ میں جلوہ افروز ہوئے۔ بندہ آپ کے حضور حاضر تھا۔ مسرتوں پر مسرتیں اور فرحتوں پر فرحتیں نصیب ہوئیں۔ اور اس کے بعد جدائی کا وقت یاد آیا جو وقت کہ ہر کسی پر ضرور آنے والا ہے۔ میں نے اس بارے میں حضرت والا سے عرض کرتے ہوئے یہ سندھی شعر پڑھا۔ ؎

اڳيي آءُ مران پوءِ مَنجيان پرين ڏيءَ

اسان ۽ پريان هوُن برابر ڏينهڙا

نہ تو میں محبوب سے پہلے مروں اور نہ ہی اس کے بعد زندہ رہوں۔
تمنّا یہ ہے کہ ہمارے اور محبوب کے دن ایک برابر ہوں۔

یا حضرت! اس جہان سے جانا ضرور ہے۔ ہم مریدوں کیلئے دولت دیدار جو ہر دو عالم میں بے مثل ہے۔ ہمیں ایسا نہ ہو کہ ہم اس سے محروم ہو کر مبتلائے فراق ہو جائیں" حضرت والا کچھ دیر خاموش رہے پھر فرمایا کہ "یہ ہمارے اختیار میں تو نہیں ہے لیکن تو ہمارے بعد آئے گا۔ ہم تیرے استقبال کے لیے اور مرحبا کہنے آئیں گے"
اس کے بعد اگلے سال یکم شعبان کو حضرت والا انتقال فرما گئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون!

تو ہمارا نشان بر ہے

عبد اللہ فقیر ساکن ٹھٹھہ علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ ایک دن حضرت پیر سائیں قدس اللہ اسرارہ العزیز کشتی میں سوار تھے۔ میں بھی حاضر بحضور رہا۔ میرے دل میں خیال آیا کہ "میرے بھی کیا نصیب ہیں کہ سارا جہان تو حضرت والا کے فیوض برکات سے سیراب ہو گیا ہے اور میں ہوں کہ محروم ہوں اور پیاسا اور رنج دائم ہے میری آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ حضرت والا تو ظاہرا و باطنا روشن ضمیر تھے۔ آپ نے اپنی مہر مبارک لعاب دہن مبارک سے تر کر کے میرے رخسار پر لگا دی اور فرمایا "تو ہمارا نشان بر ہے"

کشف و کرم

حسین فقیر عمرانی علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ درگاہ مبارک کی طرف جا رہا تھا۔ جب بہت قریب پہنچ گیا تو یکایک دل میں خیال پیدا ہوا کہ "اللہ تعالیٰ تو ہماری شہ رگ سے بھی قریب تر ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں وارد ہے (اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم) نَحْنُ اَقْرَبُ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ۔ تو میرا مرشد بھی قریب ہے اور ہم مریدوں کے حال احوال سے بخوبی واقف ہے۔ پھر ان کی خدمت میں جانے کی کیا ضرورت ہے" اس خیال پر اعتماد کر کے میں وہیں سے واپس ہو گیا۔ اور ایک دن کا سفر طے کر کے جب دیکھ "رہرہ"

پہنچی تو وہاں میرے ایک پیر بھائی نے مجھ سے پوچھا "تو واپس کیوں آگیا ہے۔؟ میں نے انکو ساری بات بتادی۔ تو اس نے کہا "یقیناً ایسے ہی ہے۔ تاہم مرشد کے حضور ظاہری زیارت سے زیادہ فیض حاصل ہوتا ہے" جب میں نے پیر بھائی سے یہ سنا تو وہاں سے پھر درگاہ مبارک کو روانہ ہوگیا۔ یہاں تک کہ میں نے حضرت پیر سائیں قدس اللہ سرہ الاقدس کی خدمت میں حاضر ہوکر آپ کی زیارت کی۔ اور اللہ تعالےٰ کا شکر بجا لایا" حضرت والا نے فرمایا "اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے۔ نحن اقرب الیہ من حبل الورید تو یہ بالکل صحیح ہے۔ بیشک اللہ جل شانہٗ انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ لیکن جو اسکو پہچانتا نہ ہو اسے لازم ہے کہ وہ دوسروں پر اعتماد وارادت رکھے۔

پھر آپ نے فرمایا "گذشتہ بادشاہوں کا یہ دستور تھا کہ جو شخص انکو پہچانتا ہو تا وہ ان کو تنگ راستے سے گذارا کرتے تھے۔ اس کے بعد میرے ساتھیوں نے جو مسواکیں لائی تھیں۔ حضرتِ والا کے حضور نذر کیں۔ آپ نے ان سے گفتگو فرمائی اور پوچھا کہ "یہ مسواکیں کہاں سے لائے ہو"؟ وہ ادب کی وجہ سے خاموش رہے اور کچھ جواب نہ دیا" میرے پاس بھی ایک ٹیڑھی میڑھی مسواک تھی۔ جو کہ حضرت والا کی خدمت میں پیش کرنے کے قابل نہ تھی۔ میں نے سوچا "اگر میں بھی مسواک حضور میں پیش کرسکتا تو کیا ہی خوب ہوتا۔ معاً آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا "اگر کوئی ہمیں ٹیڑھی میڑھی مسواک بھی دیگا، تو ہم قبول کرلیں گے" تو میں نے بھی وہی مسواک نذر حضور کردی۔ آپ نے انکو اپنے ہاتھ میں لیکر فرمایا "ان مسواکوں میں

ہے جو تجھکو پسند ہو اُٹھالے"۔ میں نے کوئی مسواک نہ اٹھائی۔

آپ نے دو تین مرتبہ یہی ارشاد فرمایا۔ اور حاضرین نے بھی کہا کہ اَلْاَمْرُ فَوْقَ الْاَدَبْ تعمیلِ حکم ادب سے برتر ہے۔ ؎

امر بہتر از ادب گفتہ رسولؐ
امر را بگزین تا گردی قبول

رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے فرمایا ہے کہ امر ادب سے بہتر ہے۔ امر کو قبول کرتا کہ تو مقبول ہو جائے۔

اس کے بعد میں نے ایک سیدھی مسواک اٹھالی"۔ اس پر حضرت والا نے فرمایا "دیکھ! اللہ تعالیٰ کس قدر کریم ہے کہ اس لے ٹیڑھی کے بدلے میں سیدھی عنایت فرمادی۔ پھر اچھی چیز کے عوض نہ جانیں کیسی نعمت عطا فرمائے گا"۔

ہم تم کو معنوی مقصد حاصل کرائے بغیر نہیں چھوڑینگے

عمر فقیر علیہ الرحمتہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں درگاہ مبارک پر حاضر ہو کر حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ العزیز کی خدمت میں قدم بوس ہوا۔ اس کے بعد ایک دن مسجد شریف میں آپ کے حضور بیٹھا تھا کہ میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اس قدر فاصلہ طے کر کے آیا ہوں لیکن فائدہ تو کچھ بھی نظر نہیں آتا"۔

حضرت والا نے اس عاصی کے دل میں یہ خیال فاسد آتے ہی، بہ آواز بلند فرمایا "ہمارے دوستو! ہم تم کو معنوی مقصد

حاصل کرائے بغیر نہیں چھوڑیں گے۔ آخری ساعت میں بھی تمہیں اللہ تعالیٰ کا دیدار کرادیا جائے گا۔" ؎

جامِ جہاں نماست ضمیرِ منیرِ دوست
اظہارِ احتیاج خودآں جا چہ حاجت ست

دوست کا روشن دل، جامِ جہان نما ہے۔ اس کے حضور اپنی حاجت بیان کرنے کی کیا حاجت ہے۔؟

حضرت رابعہ بصریؒ کی کرامت

حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ نے ارشاد فرمایا کہ "ایک دن حضرت بی بی رابعہ بصری قدسنا اللہ باسرارھا ایک قافلے کے ساتھ گدھے پر سوار ہو کر سفر حجاز مقدس پر روانہ ہوئیں۔ اتفاقاً راستہ میں گدھا مرگیا۔ بی بی صاحبہ وہیں بیٹھ گئیں۔ اہل قافلہ نے آپ کو ساتھ چلنے کے لیے کہا۔ مگر رابعہ بصری نے فرمایا کہ "جس نے میرے گدھا کو مار ڈالا ہے وہی اُسکو زندہ کردے تو میں تمہارے ساتھ چلوں گی ورنہ یہیں بیٹھی رہوں گی"۔ قافلہ روانہ ہوگیا اور بی بی صاحبہ وہیں رہ گئیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے ان کے گدھے کو زندہ کردیا تو پھر بی بی صاحبہ گدھے پر سوار ہو کر قافلے سے آن ملیں۔ اور مکہ شریف پہنچ کر آپ نے اس گدھے کو فروخت کردیا۔"

اتباعِ شریعت سے انحراف نہ کرو

حضرت والا، ماہِ رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں اعتکاف میں تھے۔ ایک دن نمازِ عصر کے بعد دعا مانگ کر مصلے پر کھڑے ہوئے اور فرمایا: "اے دوستو! اگر ہمت ہو تو اپنے رب کی طرف دوڑو۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ فَفِرُّوا إِلَى اللهِ۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی متابعت سے ہرگز روگردانی نہ کرو۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی جانب اس راہ کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں ہے۔" اتنا ارشاد فرما کر آپ اعتکاف والی جگہ میں تشریف لے گئے۔ خلیفہ میاں لقمان کہتے ہیں کہ نمازِ مغرب کے بعد میں مسجد کے صحن میں کھڑا تھا کہ حضرت والا پھر اعتکاف والی جگہ سے باہر تشریف لائے۔ میں نے جونہی آپ کو دیکھا۔ فرطِ مسرت سے بے تاب ہو کر میں نے اپنا بازو آپ کی جانب دراز کر کے کہا: "میرا مرشد آیا ہے۔" لیکن ایسا کرنے پر میں فوراً پشیمان ہوا کہ میں نے ایسا کیوں کیا۔ آپ آگے بڑھے اور مصلے پر بیٹھ گئے تو میں نے عرض کی: "یا حضرت! مرشد کی جانب بازو دراز کرنا درست ہے یا نہیں؟" آپ نے فرمایا: "ہم نے یہ مسئلہ کسی کتاب میں دیکھا نہیں ہے۔" پھر فرمایا: "قریب آؤ۔" میں قریب ہوا تو آپ نے مجھ سے بغلگیر ہو کر فرمایا: "کھوکھروں کے گاؤں میں گئے تھے؟" میں نے عرض کی: "ہاں جناب!" آپ نے فرمایا: "وہاں کے لوگ کس حال میں ہیں؟" میں نے عرض کی: "وہ اچھی طرح ذکر فکر میں مشغول ہیں۔" یہ سن کر آپ نہایت مسرور ہوئے۔ دریں اثناء تمام جماعت کو پتہ چل گیا کہ حضرت والا تشریف لائے ہیں

اور سب آکر جمع ہو گئے۔

سلطان فقیر جو عالم استغراق میں تھا۔ اس نے عرض کی :۔ یا حضرت! آپ نے فرمایا ہے کہ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی متابعت کرو۔ سو اگر پوری متابعت یعنی حقیقی متابعت حاصل ہوگی تو بڑی اچھی بات ہے ورنہ محض ظاہری متابعت تو ہم سے نہ ہو سکے گی۔

آپ نے اس پر اپنی ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا کہ ہمکو ظاہری متابعت ہی حاصل ہو جائے تو بھی غنیمت ہے اور آپ نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی۔ اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم، قُل اِن کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ وَ یَغۡفِرۡ لَکُمۡ ذُنُوۡبَکُمۡ وَاللّٰہُ غَفُوۡرٌ الرَّحِیۡمٌ ۔ ترجمہ۔ اے محبوب! تم فرمادو کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار بن جاؤ۔ اللہ تم کو دوست رکھے گا۔ اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔"

صد کتاب وصد ورق در نار کن
روئے دل را جانب دلدار کن

(مولائے روم علیہ الرحمۃ)

سینکڑوں کتب وسینکڑوں اوراق آگ میں جھونک اور اپنے دل کا منہ دلدار کی جانب کرلے۔

داڑھی کی مقدار اور سر کے بال

حضرت والا نے فرمایا کہ داڑھی کی لمبائی کی مسنون حد ایک مشت برابر ہے۔ آپ بھی مشت بھر سے بڑھ جانے والے داڑھی کے بال کترا دیا کرتے تھے۔ ایک دن آپ نے ایک مرید کی داڑھی ذرا لمبی دیکھی تو آپ نے اپنے ہاتھ مبارک سے بالوں کا زائد حصّہ کاٹ دیا تھا۔ سر کے بالوں کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ ان کا منڈانا بھی سنت ہے اور رکھ لینا بھی سنت ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے موقع کے سوا کبھی سر مبارک نہیں منڈایا تھا۔"

اس طعام کو ثرید کہتے ہیں

ایک دفعہ حضرت والا ، ریگستان ، تھر ، کے علاقہ میں سفر کر رہے تھے کہ ایک فقیر نے آپ کی دعوت کی۔ اس فقیر نے پکی ہوئی باجری جس میں گھی پڑا ہوا تھا۔ اور سالن اور دہی پیش کیا۔ آپ نے باجرے کے دلیہ میں سالن اور دہی ملا دیا۔ اور فرمایا کہ عرب میں اس طعام کو ثرید کہتے ہیں۔ پھر حدیث شریف کی یہ روایت بیان فرمائی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ (اُمّ المومنین) عائشہ (رضی اللہ عنہا) کو تمام دنیا کی عورتوں پر ایسی فضیلت حاصل ہے۔ جیسے ثرید کو تمام طعاموں پر۔"

طعام سے قبل پورے ہاتھ دھونے سے برکت ہوتی ہے

خلیفہ سید غلام حسین کا بیان ہے کہ ایک سفر میں بندہ، حضرت والا کی خدمت میں حاضر تھا۔ جب کھانا لایا گیا تو میں نے صرف اپنے ہاتھوں کی انگلیاں دھوئیں۔ یہ دیکھ کر آپ نے میرے ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر کلائیوں تک دھوئے۔ فرمایا کہ اسطرح ہاتھوں کو دھونا سنّت ہے۔ اس کے بعد فرمایا۔ جو شخص پورے ہاتھ نہیں دھوئے گا۔ اس کے طعام میں برکت نہیں ہوگی۔ اس کے علاوہ یہ تکبّر کی علامت بھی ہے۔ اور جو شخص پورے ہاتھ دھوئے گا۔ اس کے طعام میں برکت بھی ہوگی اور تکبّر سے بھی محفوظ رہے گا۔

اتّباعِ سنّت، ظاہری و باطنی امراض کا علاج ہے

ایک مرتبہ حضرت والا نے فرمایا۔ "حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کی پیروی میں اسقدر خوبیاں اور بہتریاں ہیں جو حد و شمار سے باہر ہیں۔ اتباع سنت سے باطنی فائدہ یہ حاصل ہوگا کہ محبوب حقیقی تک وصال کی نعمت سے مشرف ہوگا۔ اور چونکہ سنت نبوی میں تمام طب کا خلاصہ آجاتا ہے۔ اس لیئے سنت پر استقامت رکھنے والا ظاہری امراض سے بھی بچا رہے گا۔ تو ثابت ہوا کہ 'اتباعِ سنّت' تمام امراض ظاہری و باطنی کا مکمل علاج ہے۔"

ہم سنّت ترک نہیں کریں گے

ایک دفعہ آپ موسم سرما میں سفر کرتے ہوئے کسی گاؤں میں پہنچے۔ مولا ڈنہ فقیر نے حضرت والا کے وضو کرنے کے لئے آگ کے قریب جگہ تیار کی۔ لیکن وہ جگہ ایسی تھی کہ جہاں قبلہ رُخ بیٹھ کر وضو نہ کیا جا سکتا تھا۔ حالانکہ آپ کا معمول تھا کہ آپ ہمیشہ قبلہ رُخ بیٹھ کر وضو کیا کرتے تھے۔ جب آپ وضو کرنے اُٹھے تو مولا ڈنہ فقیر نے عرض کی: "یا حضرت! وضو کے لیے میں نے یہ جگہ تیار کی ہے۔ آپ نے اس جگہ کو دیکھ کر فرمایا: "یہاں بیٹھ کر قبلہ رُخ وضو نہیں کیا جا سکتا۔ ہم سنّت ترک نہیں کریں گے۔" یہ فرما کر آپ باہر نکلے اور ٹھنڈی ہوا میں بیٹھ کر آپ نے وضو کیا۔

وہ ہمارا نہیں، طنبورے کا مُرید ہے

عبداللہ فقیر ساکن "کھور داہ" کا بیان ہے کہ احمد خان ولد جلال خان نظامانی اور میری آپس میں دوستی تھی۔ احمد خان حضرت والا کے خاص مُریدوں میں سے تھا اور اسے فقیرانہ اشعار سننے کا بڑا شوق تھا۔ اور میں ایسے اشعار سنانے میں بڑا مشتاق تھا۔ ہم دونوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ ایک طنبورہ بنائیں اور پھر اس کو بجا کر اشعار گایا کریں۔ اور ہم نے یہ بات پکی کر لی۔ اس کے بعد ایک دن ہم حضرت والا کے حضور بیٹھے تھے کہ ایک فقیر نے فتح محمد شاعر کی طرف سے حضرت والا کو سلام پہنچا کر عرض کی: "یا حضرت! فتح محمد نے

عرض کی ہے کہ، میں درگاہ کا مُرید ہوں، اس بندے کو اپنی توجہ خاص سے بہرہ یاب فرمائیں۔ فتح محمد شاعر بھی تھا اور وہ اپنے پاس ایک طنبورہ رکھتا تھا۔ جس کو وہ بجا کر اشعار گایا کرتا تھا۔ حضرت والا نے اس فقیر کے جواب میں فرمایا " فتح محمد ہمارا مُرید نہیں ہے بلکہ وہ طنبورے کا مُرید ہے۔ ہم سے اس کا کچھ بھی تعلق نہیں " ا

آپ کا یہ ارشاد سنتے ہی ہم نے طنبورہ بنانے کا خیال دل سے نکال دیا۔

ہم تمہارے ساتھ گناہ میں حصہ دار نہیں بنیں گے

ایک دن حضرت والا کی خدمت میں چند آدمی حاضر ہوئے انہوں نے شکایت کی کہ آپ کے فلاں مُرید ہمارے گاؤں میں رہتے ہیں۔ ہم بیاہ شادی میں ڈھول بجاتے ہیں تو وہ ہم سے جھگڑا کیا کریں "

حضرت والا نے فرمایا۔ آئندہ وہ تمہارے ساتھ جھگڑا نہیں کریں گے " انہوں نے پھر عرض کی کہ آپ انکو یہ بھی تاکید کر دیں کہ وہ ہمیں ڈھول بجانے سے بھی نہ روکیں " !

آپ نے فرمایا " ہم تمہارے ساتھ گناہ میں حصہ دار نہیں بنیں گے۔ باقی اتنا سمجھا دیں گے۔ کہ وہ تم لوگوں سے جھگڑا نہ کریں "!

الجوعُ طعامُ اللہِ

ایک مرتبہ حضرت والا نے فرمایا "اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ہمیں یہ توفیق دی ہے۔ کہ اگر ہم چاہیں تو پوری جماعت کو گوشت پلاؤ اور عمدہ کھانا کھلاتے رہیں۔ مگر اس طرح کرنے سے طالبان حق اور پیٹ پرستوں کا فرق ظاہر نہیں ہو سکے گا۔ اس لئے فقر و فاقہ کو اختیار کیا گیا ہے۔ کیونکہ حدیث شریف میں وارد ہے۔ اَلْجُوْعُ طعامُ اللہِ۔ یعنی بھوک اللہ تعالیٰ کا طعام ہے۔

اور دوسرے یہ کہ فاقہ کشی میں حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی متابعت بھی ہے۔ اس لیے بھوک کو بہتر سمجھا گیا ہے" ؎

تیری خاک میں ہے اگر شرر تو خیال فقر و غنا نہ کر
کہ جہاں میں نان شعیر پہ ہے مدار قوت حیدری (اقبال)

لاٹھی دائیں اور تسبیح بائیں ہاتھ میں رکھنی چاہیئے

حضرت والا نے فرمایا "علماء اہل ظاہر کہتے ہیں کہ تسبیح دائیں ہاتھ اور لاٹھی بائیں ہاتھ میں رکھنی چاہیئے" یہ عجیب بات ہے کہ لاٹھی کا رکھنا سنت ہے اور اسکو یہ بائیں ہاتھ میں اور تسبیح جو کہ ایک بدعت ہے۔ اسکو دائیں ہاتھ میں رکھنے کا حکم دیتے ہیں۔ مگر ہم یہ کہتے ہیں کہ اس کے برخلاف عمل کرنا لازم ہے۔ پس لاٹھی دائیں ہاتھ میں اور تسبیح بائیں ہاتھ میں رکھنی چاہیئے"

نماز با جماعت نہ پڑھنے والوں کی گوشمالی

جامع ملفوظات خلیفہ محمود نظامانی کا بیان ہے کہ حضرت والا نے حکم دے رکھا تھا کہ جو شخص نماز با جماعت ادا نہ کرے اسکو پانچ کوڑے لگائے جائیں اور اس کام کے سرانجام دینے کیلئے چند آدمی مقرر کر دیئے گئے تھے۔ اور یہ آدمی حسب الحکم نماز با جماعت میں سستی کرنے والوں کو پوری پوری سزا دیتے تھے۔ مگر اس کے باوجود۔ کتنے ہی آدمی جماعت میں حاضری سے قاصر رہ جایا کرتے تھے۔ پھر آپ نے جماعت میں حاضر نہ ہونے والوں پر پانچ پیسے کے حساب سے جرمانہ مقرر فرما دیا (واضح رہے کہ اس زمانہ میں پانچ پیسے بھی بڑی رقم تھی۔ مترجم) یہ جرمانہ نماز با جماعت ادا نہ کرنے والوں سے وصول کیا جاتا رہا۔ لیکن اس کے باوجود جب ایسے لوگ راہ راست پر نہ آئے۔ اور پیسے بھی بہت جمع ہو گئے تھے۔ یہاں تک کہ ایک ایک آدمی کے سات سات۔ آٹھ آٹھ روپے جمع ہو چکے تھے تو اب حضرت والا نے حکم دیا کہ سب کو ان سے لئے گئے پیسے واپس کر دیئے جائیں۔

پھر اس بارے میں آپ نے بڑے صاحبزادے حضرت میاں صبغت اللہ شاہ علیہ الرحمتہ سے پوچھا کہ بھئی! اب کیا کرنا چاہیئے؟! صاحبزادے صاحب نے عرض کی کہ جناب! جو شخص آئندہ نماز کے لئے وقت پر حاضر نہ ہو تو اس کو پکڑ کر کمرے میں سارا دن

قید رکھا جائے۔ تاکہ جن نفسانی اُمور کی بنا پر وہ وقت پر پہنچ نہیں سکتا۔ ان سے رُکا رہے۔ اس لئے یہی سزا اس کے لئے مناسب رہے گی" حضرت والا نے یہی حکم جاری فرما دیا۔

ہم تمہارے گھر میں اکیلے نہیں جائینگے

ایک مرتبہ حضرت والا "منڈو محمد خان ٹالپور" میں تشریف فرما ہوئے۔ ایک سید صاحب نے عرض کی "یا حضرت! ہمارے گھر والوں کو زیارت کرانے تشریف لے چلیں" آپ اُنکی درخواست قبول فرماتے ہوئے اس کے ساتھ روانہ ہوئے۔ جب گھر کے دروازے پر پہنچے تو سید صاحب نے عرض کی۔ یا حضرت! میں یہیں ٹھہرتا ہوں۔ آپ اندر جا کر زیارت کرادیں" آپ نے فرمایا کہ اگر آپ ہمارے ساتھ چلیں گے تو ہم اندر جائیں گے ورنہ ہم بھی نہیں جائینگے۔ کیونکہ شریعت کا یہی حکم ہے" کسی نے کیا ہی خوب کہا ہے۔ ؎

کسے کو در شریعت راسخ آید
طریقت راہ خود بر دے کشاید
شریعت را مقدم دار اکنوں
طریقت از شریعت نیست بیروں

جو شخص شریعت پر پورا اُترتا ہے۔ طریقت اس پر اپنی راہ کھول دیتی ہے۔

ہر امر میں شریعت کو مقدم رکھ۔ کیونکہ طریقت، شریعت سے باہر نہیں ہے۔

شریعت سَر کا تاج ہے

حضرت والا نے فرمایا۔ اہل ظاہر کہتے ہیں کہ شریعت۔ ازار (پاجامہ) اور طریقت کرتہ اور حقیقت چادر اور معرفت دستار کی طرح سمجھنا چاہیئے۔ لیکن ہمارا مذہب اور طریقہ یہ ہے کہ شریعت، جسکو اہل ظاہر ازار (پاجامہ) سمجھتے ہیں یہ ہمارے لئے دستار اور سَر کا 'تاج' ہے۔

ترکِ نماز باجماعت پر تعزیر

میر نو فقیر بلیجو کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں درگاہ مبارک پر حاضر تھا کہ نماز باجماعت پڑھنے میں سستی کرنے والے ایک شخص کو پکڑ کر لایا گیا اور تعزیر دینے کے لیئے اسکو شکنجہ میں کَسنے لگے۔ حضرت والا نے ایسے لوگوں کے لیئے یہی حکم صادر فرما رکھا تھا۔ فقیر نے عرض کی "یا حضرت! اس شخص کے پاؤں پھنسی پھوڑوں سے پہلے ہی زخمی ہیں۔ اگر اسکو شکنجے میں دیا گیا تو اس کا خون پیپ بن جائے گا" آپ نے فرمایا "اگر اسکو شکنجے میں کَسنے سے خون اور پیپ نکل آیا۔ تو بہتر ہے۔ آخرت کے عذاب سے تو بچ جائے گا" اسکے بعد جب آپ تلاوت قرآن سے فارغ ہوئے تو خلافِ معمول اس گنہگار کی حالت پر رحم فرماتے ہوئے اس کے پاس کھڑے ہوئے اور فرمایا "یار، ہم یہ فقط تم لوگوں کی خیر خواہی کے لئے کرتے ہیں۔ آپ کے اتنا فرمانے سے اس شخص کے دل میں آتش محبت بھڑک اُٹھی۔

اور بے اختیار ہو کر حضرت والا سے بغلگیر ہو گیا حالانکہ اس کے پاؤں شکنجہ میں کسے ہوئے تھے اور پنڈلیاں خون سے بھری ہوئی تھیں۔ حضرت والا نے بھی اسکو گلے سے لگا لیا۔

عمل کے بغیر کمال حاصل نہیں ہوتا

ایک مرتبہ حضرت والا نے فرمایا کہ جس شخص کے شرعی اعمال ناقص ہیں یعنی وہ شریعت پر پورا عامل نہیں ہے۔ اسکے عقیدہ توحید میں خامی ہے۔ اسکی توحید کی کمالیت میں بھی نقص واقع ہو گا[1]

عورت شیشے کی مانند ہے

حضرت والا نے فرمایا۔ بیوی کی مثال شیشے کی مانند ہے۔ اور بیوی پر سختی کرنا ایسا ہے۔ جیسا کہ شیشے پر پتھر مارنا۔ اس لئے اسکے ساتھ زیادہ سختی کا رویہ نہ رکھا جائے۔ اور اسکو دین کے کام سکھانے میں زیادہ کوشش کرنی چاہیئے۔ پھر اگر وہ فرماں برداری کرے تو بہتر ہے اور اگر دین کے کاموں میں سستی کرے تو اس کے ساتھ صحبت اور میل جول بند رکھا جائے۔ پھر اگر اسی سے سدھر گئی تو بہتر اور اگر اس پر بھی وہ نہ سدھرے تو اس کے نان ونفقہ میں کمی اور تنگی کی جائے۔ پھر اگر اس پر بھی نہ سدھرے تو پھر اسکو طلاق دے دینی چاہیئے۔

---

[1] یعنی اسکو معرفت الٰہی میں کمال حاصل نہ ہو سکے گا۔ (ابوالحسنات قادری)

اندھے صوفی

ایک دفعہ حضرت والا نے فرمایا۔ شریعت بڑی دولت ہے شریعت اللہ کی بڑی نعمتوں میں سے ایسی ایک نعمت ہے۔ جسکی تعریف سے زبان قاصر ہے مگر موجودہ زمانہ کے اندھے صوفیوں پر تعجب ہے جو کہا کرتے ہیں کہ یہ شریعت اور طریقت میں اختلاف ہے اور بڑا فرق ہے۔ مثلاً اگر کوئی چھوٹا سا ناسمجھ بچہ راستے سے ہٹ کر ایسے مقام پر چل جا رہا ہو کہ آگے کنواں ہو اور دوسرا کوئی شخص اسکا ہاتھ پکڑ کر اس غلط راہ سے ہٹا کر صحیح راستہ پہ لے آئے۔ تو اسکو اختلاف کیونکر کہا جا سکتا ہے۔ بلکہ اس بچہ کی مخالفت تو یہ ہو گی کہ اسکو اس کے حال پر رہنے دیا جائے کہ بھلے وہ کنوئیں میں جا گرے۔ سو شریعت بھی گمراہوں کو سیدھے راستے پر لگانے والی ہے۔ پھر شریعت کو طریقت سے مختلف کیونکر قرار دیا جا سکتا ہے۔

اتباعِ سنت ہی منزلِ مقصود تک پہنچنے کا راستہ ہے

حضرت والا نے فرمایا کہ حضرت میاں صاحب (والد ماجد) قدس اللہ سرہ مجھے اور میرے دوسرے بھائیوں کو اکثر یہی فرمایا کرتے تھے کہ ہم جو تمہیں ظاہری علم پڑھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ اس لئے نہیں کہ علم کی وجہ سے مخلوق میں تمہاری عزت و آبرو

پڑھے اور نہ اس لئے کہ تم قاضی یا عالم بنو بلکہ ہماری یہ کوشش صرف اس غرض سے ہے کہ تم سنت نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے واقفیت حاصل کرو اور تمہیں اسپر عمل کرنے کی استقامت حاصل ہو۔ اس لئے کہ دنیا و آخرت میں منزل مقصود تک پہنچنے کا صرف یہی راستہ ہے۔ اور بس ۔"

بغیر ساز کے سنیں گے ورنہ نہیں

ایک دفعہ حضرت والا سفر کرتے ہوئے موضع " لاٹھی " میں تشریف فرما ہوئے۔ یہ گاؤں جیسلمیر سے مشرق کی جانب تیس کوس کے فاصلے پر واقع ہے۔ ہمراہی فقراء زیادہ سفر کرنے اور لمبی مسافت طے کرنے کی وجہ سے تھک کر چور ہو چکے تھے۔ اس دوران چند دنوں سے کوئی کافیاں گانے والا بھی موجود نہ تھا۔ اس لیئے وہاں دعوت دینے والے سے حضرت والا نے فرمایا کہ اگر یہاں کوئی گانے والا ہو تو ہم اس سے کوئی کافی سن ہی لیں۔ عرض کی گئی کہ حضور! یہاں ایک گویا ہے جو نہایت دلکش کافیاں سنایا کرتا ہے۔ اور سرود کے فن میں کمال رکھتا ہے۔ آپ نے اسی وقت اسکو بلالیا۔ گویا آیا مگر اپنے ساتھ " سارنگی " بھی لیتا آیا۔ آپ نے فرمایا ہم راگ سنیں گے لیکن ساز کے ساتھ نہیں۔ سارنگی رکھ دو اور بغیر ساز کے کچھ کہو تو سنیں۔" گویے نے عرض کی " یا حضرت! میں ساز کے بغیر گا نہیں سکوں گا۔" اس پر حاضرین مجلس نے عرض کی " قبلہ! اس میں کوئی ہرج نہیں۔ اسکو اجازت دیجیئے

کر بھلے یہ ساز کے ساتھ ہی سُنا دے۔ آپ نے چند ثانیئے غور کر کے فرمایا: "ساز کے ساتھ راگ سُننا خلاف شرع ہے۔ اس لیئے ہم راگ ہی نہیں سنیں گے۔ ہاں اگر صرف زبان سے کچھ کہے گا تو سُن لیں گے ورنہ نہیں۔ تب اس گوّیے نے مندرجہ ذیل دو بیت ایک ہندی اور دوسرا سندھی ساز کے بغیر سنائے۔

کاڈھ کلیجہ بھوں دھروں، رے کاگا اُڈ جاؤ
بیت ہندی جس نگری میں ساجن بسے: اوہ دیکھیے تم کھاؤ

بیت سندھی

کدی کانگا توڑیان ھینئُ تُرو منجھ ھتن
وجي کام دلایت ۾ اگیان محبیب
تو ںھاماں پچن تہ ھي قربانی کیرُ تیو

ہندی اور سندھی بیت قریب قریب مترادف المعنیٰ ہیں۔
یعنی۔ اے کوّے میں اپنا کلیجہ نکال کر زمین پر رکھ دیتا ہوں۔ تیرے ہاتھوں میں رکھ دیتا ہوں تو اسکو وہاں لیجا جہاں میرا محبوب رہتا ہے۔ پھر اسکے سامنے بیٹھ کر تو اسے کھا۔ تاکہ محبوب دیکھے اور شاید وہ تجھ سے یہ پوچھے کہ یہ کون قربان ہوا ہے۔؟ جس کا کلیجہ تو کھا رہا ہے۔

(فقیر ابوالحسان قادری غفرلہٗ)

لطفِ عبادت

خلیفہ میاں لقمان کا بیان ہے کہ حضرت والا ایک دن "ٹنڈہ قیصر نظامانی" میں تشریف فرما ہوئے۔ نماز مغرب کے بعد انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ قاضی محمد اکرم نے اپنا کچھ حال بیان کرنا ہے لیکن وہ خلوت کا متلاشی ہے۔ اسوقت فرصت ہے۔ اُسے تلاش کر کے لے آؤ۔ میں نے قاضی کو حاضر بحضور کر دیا۔ قاضی نے عرض کی۔ "یا حضرت ظاہری عبادت گراں گزرتی ہے۔ یہ تکلیف محض ہے۔ تکلیف سے طبیعت بیزار ہو گئی ہے۔ میرا خیال ہے کہ دل سے مشغول رہوں"؟

آپ نے ارشاد فرمایا "اے یار! تمہیں عبادت کرنے میں کون سا لطف آئے گا جو تم سرے سے عبادت کو تکلیف ہی سمجھتے ہو اور تمہارے عقیدے میں فساد واقع ہو چکا ہے۔ حضرت والا فرماتے تھے کہ طالب کو چاہیے کہ ظاہر کو نہ چھوڑے۔ منصور بحالت سکر جب اَنَا الحق کہتا تھا تب بھی وہ ہر رات تین سو نفل پڑھا کرتا تھا۔ اُن سے کسی نے پوچھا "یہ کیا ہے۔ ؟ کہ اَنَا الحق بھی کہتے ہو اور اس قدر عبادت بھی کرتے ہو"؟

حضرت منصور علیہ الرحمتہ نے جواب دیا "جب وجودِ اصلی، وجودِ ظلی میں نزول کر کے خورد و نوش اور نیند وغیرہ سے لطف اندوز ہوتا ہے تو پھر عبادت سے کیوں لطف نہ اٹھائے"۔

مرد دوسروں کا بوجھ اٹھایا کرتے ہیں

خلیفہ محمود نظامانی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ جبکہ ابھی مجھ پر سکر کی کچھ حالت طاری تھی۔ میں نے حضرت والا کی خدمت میں عرض کی "یا حضرت! حالتِ سُکر و غفلت میں سالک کی جو نمازیں رہ گئی ہوں انکی قضا ہے یا نہیں"؟ آپ نے فرمایا "ہاں، ان کی قضا ہے"!

میں نے پھر عرض کی "یا حضرت! سکر و غفلت کی حالت میں جبکہ وہ خود سے بھی غافل ہوتا ہے۔ اور اپنی معرفت میں خود عارف ہوتا ہے۔ پھر اس پر قضا کیونکہ لازم ہو گی"؟

اس مسئلہ پر بہت طویل بحث چلی۔ آخر میں حضرت والا نے فرمایا "مَرد دوسروں کا بوجھ اپنے سر پہ اٹھایا کرتے ہیں۔ وہ اپنا بوجھ کیوں کر رہنے دیں گے"؟

درجہ کمال

حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ العزیز جب مرضِ وفات میں نڈھال ہو گئے تھے۔ اس وقت بروز جمعرات بوقتِ سہ پہر آپ کا ایک مُرید آپ کے ہاتھوں کے ناخن تراشنے لگا۔

آپ نے اسی روز کے گذرنے کے بعد جمعرات کو وصال فرمایا تھا۔ اسوقت آپ پر شدّتِ علالت اور کامل استغراق کی حالت طاری تھی۔ بہ ظاہر آپکو دنیاوی اُمور کا کچھ ہوش نہ تھا۔ آنکھیں بند کیے آرام سے لیٹے ہوئے تھے۔ تاہم جب وہ مُرید پہلے آپ کی خنصر اُنگ

یعنی چھنگلی کا ناخن تراشنے لگا حالانکہ ترتیبِ مسنون کے بموجب پہلے انگشتِ شہادت کا ناخن تراشنا چاہیئے تھا۔ آپ نے فوراً چھنگلی سے چھڑالی اور انگشتِ شہادت آگے کر دی۔ اور پھر اسی طرح ترتیبِ مسنون کے مطابق اسکو اپنی انگلیاں دیتے گئے۔ حالانکہ آپ کی مبارک آنکھیں بدستور بند تھیں اور بخار و استغراق میں غوطہ زن تھے۔

صاحبزادہ صاحب شکنجہ میں

پیر صاحب پاگارا علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں کہ مولٹو خدمتگار نے بتایا کہ ایک مرتبہ میں اور صاحبزادہ والا تبار میاں محمد شاہ علیہ الرحمتہ نماز باجماعت میں شریک نہ ہوئے تھے تو حضرت پیر سائیں قدس سرہٗ نے ہم دونوں کے لیئے حکم صادر فرمایا کہ ان دونوں کو نماز میں سستی کرنے والوں کے لیئے جو شکنجہ بنا ہوا ہے اس میں کس دیا جائے۔ جب ہمیں شکنجہ میں کس دیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اب ان سے پانچ پانچ پیسے جرمانہ وصول کر کے چھوڑ دیا جائے۔

مولٹو کا بیان ہے کہ میرے پاس پانچ پیسے تھے وہ میں نے دیکر آزادی حاصل کر لی۔ مگر صاحبزادہ صاحب کے پاس پیسے موجود نہ تھے۔ اس لیئے انہوں نے اپنا کپڑا رہن رکھ کر آزادی حاصل کی۔ بعد ازاں پانچ پیسے دیکر اپنا کپڑا لے آئے۔

سنّت کی متابعت، سادہ خوراک میں ہے

خلیفہ محمود علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت والا کی خدمت میں عرض کی " یا حضرت! میں نے کسی کتاب میں دیکھا ہے کہ حضرت غوث الثقلین قدسنا اللہ باسرارہ کا طعام تیار کرنے کے لیے صرف سات تولہ غذا پر پینتالیس ۴۵ روپیہ لاگت آتی تھی۔ حضور ایسا لطیف طعام تناول فرمایا کرتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ " طعام لطیف کے کھانے سے ہم پر لطائف و اسرار منکشف ہوتے ہیں"

اگر آپ بھی لطیف و عُمدہ کھانا تیار کرایا کریں تو کتنا اچھا ہو" آپ نے فرمایا " غوث اعظم کا ارشاد صحیح و برحق ہے۔ لیکن سنت کی متابعت، سادہ خوراک میں ہے۔ جو بجائے خود تمام باتوں سے زیادہ لطیف اور اعلیٰ ہے۔ لہٰذا ہمیں سادگی ہی پسند ہے"

آپ کے مُرید سر کیوں نہیں منڈاتے؟

ایک مرتبہ میاں عبدالجلیل شاہ نے جو مخدوم محمد زمان علیہ الرحمۃ (لواری) کا مُرید تھا۔ حضرت والا سے پوچھا " یا حضرت آپ کے مُرید سر کیوں نہیں منڈاتے۔؟ فرمایا " فرعون کے پاس ایک مسخرہ تھا۔ جو حضرت موسیٰ علیٰ نبیّنا و علیہ السلام کا بہروپ بنا کر آپ کا مذاق اڑایا کرتا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام جس طرح عصا مبارک ہاتھ میں پکڑتے اور جیسا لباس پہنتے اور جس طرح اُٹھتے بیٹھتے اور چلتے پھرتے یا بات کرتے تھے تو وہ مسخرہ بھی اسی طرح کا لباس پہن کر، لاٹھی ہاتھ میں پکڑتا

اور نقلیں اتارتا تھا۔ پھر جب فرعون غضب الٰہی میں گرفتار ہوا۔ اللہ تعالےٰ نے اسکو اس کے ساتھیوں سمیت دریائے نیل میں غرق کر دیا تو وہ مسخرہ ڈوبنے سے محفوظ رہ گیا۔ تب حضرت موسیٰ علیٰ نبینا و علیہ السلام نے بارگاہ رب العزت میں عرض کی، یا اللہ جسقدر تکلیف و اذیت مجھے اس مسخرے سے پہنچی اسقدر فرعون سے بھی نہ پہنچی تھی۔ اس کے باوجود یہ مسخرہ عذاب غرق سے بچ رہا۔ اسکی کیا وجہ ہے"؟ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا "اے موسیٰ، اگرچہ یہ مسخرہ نہایت برا شخص ہے۔ تاہم چونکہ یہ تیری مشابہت کیا کرتا تھا۔ اور تو میرا دوست ہے پھر میں اسکو کیونکر غرق کر دیتا جو میرے دوست جیسی شکل بنایا کرتا تھا"؟

یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد حضرت والا نے فرمایا "جب کہ ایسا موذی مسخرہ بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی محض ظاہری مشابہت بنانے کے سبب عذاب الٰہی سے محفوظ رہ گیا تو پھر حضرت سید المرسلین محبوب رب العالمین محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنے والوں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مشابہت اختیار کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ کے انعامات و اکرام کی بارش کیوں نہ ہوگی"؟

ہم جا کر تیرا گھر جلا دیتے ہیں

ایک دفعہ درگاہ مبارک پر رہنے والا ایک شخص نماز کے لیئے دیر سے آیا۔ اور جماعت میں شریک نہ ہوا۔ حضرت والا، اس پر سخت ناراض ہوئے۔ اور فرمایا "ہم جا کر تیرا گھر جلا دیتے ہیں" اس طرح غصہ میں تین بار فرمایا۔ پھر فرمایا "ورنہ توبہ کر کہ آئندہ

تو پھر نماز باجماعت ادا کرنے میں سستی نہیں کرے گا۔! خلیفہ محمود کہتے ہیں کہ حضرت والا کے اس قدر غصہ میں آنے اور اس طرح فرمانے سے مجھ کو سخت عبرت حاصل ہوئی۔ اور تعجب بھی کہ آپ فرماتے ہیں۔ تیرا گھر جلا دیں گے۔!

پھر کچھ عرصہ بعد۔ مجھے حدیث شریف کی کتاب میں ایک روایت نظر آئی۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی، اسی طرح ایک صحابی کو فرمایا تھا کہ ہم جاکر تیرا گھر جلا دیتے ہیں اس لیئے کہ وہ صحابی بھی نماز باجماعت میں شریک نہ ہوا تھا۔ ؎

جانِ جسمِ مصطفےٰ بود آں امام
زاں سبب یک قول و فعل آمد تمام
ہر کہ خواھد سیرتش را آگہی
گوشمائل را بخواں در صبح و شام

صحبت کی قضا ممکن نہیں

صاحبزادہ میاں جمال شاہ علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ نے فرمایا: "مرشد مکرم حضرت میاں صاحب قدس اللہ سرہ الاقدس "دیھ مزار" میں تشریف فرما ہوئے۔ حقائق آگاہ بزرگ میاں عبدالرحمان علیہ الرحمۃ اعتکاف میں بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے جب سنا کہ حضرت میاں صاحب قدس سرہ تشریف لائے ہیں تو اعتکاف چھوڑ کر آپ کے حضور حاضر ہو گئے۔ ان کے متعلقین نے ان سے پوچھا: "حضرت! آپ نے اعتکاف کو توڑ کر حضرت میاں صاحب کے حضور حاضر ہونے کو ترجیح دی۔ اس کا کیا سبب ہے"؟ انہوں نے فرمایا۔ "اعتکاف کی قضا ہے مگر صحبت کی قضا ممکن نہیں۔ اگر یہ وقت ہاتھ سے جاتا رہے تو پھر ہاتھ نہیں آتا۔ پھر آپ نے شعر پڑھا۔

صحبت سپرین جي هي پٽ وڏي ڳالهه
قضائي نماز، وقت ويا ٿا ڊ ويچهڙو

حضرت خواجہ ناصر الدین عبید اللہ احرار قدسنا اللہ باسرارہ اپنے مریدوں سے فرمایا کرتے تھے۔ نماز فوت ہو جائے تو اسکی قضا ہے۔ لیکن اگر صحبت کا وقت ضائع ہو جائے تو اسکی قضا نہیں۔

صحبتِ شاں خاک را اکسیر کرد — لطفِ شاں در ہر دلے تاثیر کرد

اولیاء اللہ کی صحبت نے خاک کو اکسیر کر دیا۔ ان کے لطف نے ہر دل میں تاثیر کر دی۔

ادبِ صحبت

صاحبزادہ والا تبار میاں محمد شاہ علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ نماز ظہر کے بعد درگاہ شریف کی مسجد میں میں حضرت والا پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہٖ کے حضور میں حاضر تھا۔ بہت سے اور مُرید بھی حاضر تھے۔ دریں اثناء، اوپر سے ٹڈی دل اڑتا ہوا گذرا۔ اور ٹڈیوں نے اُڑتے ہوئے جو مینگنیاں کیں وہ حاضرین مجلس پر گریں تو حاضرین نے سر اٹھایا اور اوپر دیکھنا شروع کیا۔ یہ حرکت، حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہٖ پر گراں گذری اور آپ نے رنجیدہ ہو کر فرمایا طالبانِ حق کو مرشد کے حضور اس طرح بیٹھنا چاہیئے کہ خواہ ان پر آسمان ٹوٹ پڑے تو بھی وہ نظر پھیر کر اِدھر اُدھر نہ دیکھیں۔

صحبتِ مرشد سے قلب کی صفائی ہوتی ہے

ایک دفعہ حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہٖ نے فرمایا یہ جو طالب اپنے مُرشد کی صحبت اور حضور میں حاضر رہتا ہے۔ تو روز بروز اس کے دل میں ایک تِل برابر صفائی حاصل ہوتی رہتی ہے۔ اور ایک ایک تِل برابر سیاہی اس کے دل پر سے اُترتی جائے گی۔ اس لئے اس کی صحبت سے ہرگز جُدا نہ ہونا چاہیئے۔ لیکن اگر یہ صحبت

میسّر نہ ہو تو پھر دو اڑھائی گھنٹے روزانہ اپنے مرشد کے ملفوظات پڑھتا یا سنتا رہے۔ اس طرح پڑھنے اور سننے والے کے دل پر تل برابر سیاہی بھی قائم نہ رہے گی۔ مگر تل برابر صفائی کا حصول صحبت مرشد کے بغیر محال ہے۔" ؎

یک زمانہ صحبتے با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

اولیاء اللہ کی گھڑی بھر صحبت اختیار کر لینا سو سالہ بے ریا طاعت (عبادت) سے بہتر ہے۔

اَمرد لڑکوں، عورتوں اور نااہلوں کی صحبت سے بھاگو

حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ العزیز فرمایا کرتے تھے کہ اپنے مرشد کی صحبت بالالتزام کرنی چاہیئے۔ بلا ضرورت اس سے ایک گھڑی کے لیئے بھی جُدا نہ ہو۔ اور اَمرد لڑکوں، عورتوں اور نااہلوں کی صحبت سے یوں بھاگنا چاہیئے جیسے کہ شیطان اور نفسِ پلید سے جو انسان کا اندرونی دشمن ہے۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ عورتوں کی زیادہ صحبت اختیار کر لینے سے قلب سیاہ ہو جاتا ہے۔" ؎

صحبت صالح ترا صالح کند
صحبت طالح ترا طالح کند

نیک کی صحبت تجھ کو نیک بنا دے گی اور بُرے کی صحبت تجھ کو بُرا بنا دے گی۔

اہلِ اللہ کی صحبت نقد سودا ہے

حضرت [illegible] قدس اللہ سرہٗ الاقدس نے فرمایا کہ اہلِ اللہ کی صحبت نقد سودا ہے یعنی یکدم فائدہ پہنچانے والی ہے۔ اور اہلِ ظاہر کی صحبت اُدھار کی مانند ہے۔ مطلب یہ کہ کاملین کی صحبت سے اس جہاں ہی میں ذوق، شوق اور روحانی فرحت حاصل ہوتی ہے جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ " لا یشقی جلیسھم " یعنی ان کے پاس بیٹھنے والا بدبخت اور بے نصیب نہیں رہتا۔ اور اہلِ ظاہر کی صحبت اُدھار کی مانند یوں ہے کہ جو کوئی ان کی صحبت میں رہے گا۔ یہ اسکو صرف وعظ و نصیحت اور وعدے وعید آخرت کے سنائیں گے۔ باقی ذوقی ذوق و شوق اور اطمینان قلب جبکہ ان کے پاس ہی نہ ہو گا تو وہ دوسروں کو کہاں سے دیں گے۔ ؟

مخدوم میاں عبدالرحیم منگریؒ قدس سرہٗ نے کیا ہی خوب فرمایا ہے۔ ؎

هي سودا ر كت هٿان   هر هٿان هٿ گهرن

یہ اُدھار کے روادار ہیں اور وہ ہاتھوں ہاتھ مانگتے ہیں۔

ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا   گو نشیند در حضور اولیا
ہر کہ شد دور از حضور اولیا   در حقیقت گشت او دور از خدا

جو شخص اللہ تعالیٰ کی ہمنشینی چاہتا ہو اسکو کہو کہ وہ اولیاء اللہ کے حضور بیٹھے۔

جو شخص حضوری اولیاء سے دور ہوا، درحقیقت وہ اللہ تعالیٰ سے دور ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور ناراضگی کا معیار

ایک دفعہ حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ نے فرمایا "ایک مرتبہ اس وقت کے بزرگوں نے حضرت بی بی رابعہ بصری سے پوچھا "آپ اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور اس کا ناراض ہونا کیونکر معلوم کر لیتی ہیں"؟

بی بی صاحبہ علیہ الرحمہ نے جواب دیا "جب اللہ تعالیٰ کچھ دوست بن بلائے میرے گھر آجاتے ہیں تو میں سمجھ لیتی ہوں کہ اللہ جل شانہٗ ہم پر راضی ہوگیا ہے۔ اور جب وہ کنی کترا کر چلے جاتے ہیں اور سلام بھیج دیتے ہیں تو میں سمجھ جاتی ہوں کہ آج اللہ تعالیٰ مجھ سے خوش نہیں ہے۔

ہم تو صرف یہ دعا مانگیں کہ!......

حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ نے فرمایا "حضرت ناصر الدین خواجہ عبید اللہ احرار قدس اللہ سرہٗ الاقدس کا ارشاد ہے کہ نماز فوت ہو جائے تو اس کی قضا ہے لیکن صحبت رہ جائے تو اس کی قضا ممکن نہیں" اسی بزرگ قدس سرہٗ نے ایک دفعہ اپنے مریدوں سے فرمایا کہ "اے یارو! جمعہ کے دن میں ایک ساعت ایسی ہے کہ اس میں جو دعا مانگی جائے وہ مقبول ہوتی ہے۔ پس تم میں سے کسی کو جب یہ ساعت دستیاب ہو جائے تو آیا تم اس ساعت میں اللہ تعالیٰ سے کیا مانگو گے۔؟ ہر شخص نے اپنے دل کی خواہش بیان کر دی۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے فرمایا "اگر وہ ساعت

اللہ تعالیٰ ہمکو میسّر کر دے تو ہم صرف یہ دعا مانگیں کہ یا اللہ ہمکو اہلِ جمعیت کی صحبت عطا فرما"۔

صحبت کسی صاحب دل ہی سے کرنی چاہیئے

حضرت پیر ما ئیں قدسنا اللہ باسرارہٖ نے فرمایا "ایک مرتبہ ہم کسی کام سے " احمد پور " گاؤں میں گئے۔ وہاں ایک بزرگ تھا۔ اس سے ملاقات کا اتفاق ہوا۔ اس بزرگ نے توحید کی بہت ہی باتیں بیان کیں۔ جن کے سُننے سے ایسا ذوق وشوق حاصل ہوا کہ وہاں بہت سارا وقت لگ گیا۔ پھر جب ہم وہاں سے واپس ہو کر حضرت میاں صاحب (والد ماجد و مرشد مکرم) قدس سرہٗ کے حضور پُرنور میں حاضر ہوئے۔ تو آپ نے پوچھا کہ "اے بابا! اتنی دیر کہاں لگا کر آئے ہو"؟ میں نے عرض کی "یا حضرت! فلاں بزرگ سے ملاقات کا اتفاق ہو گیا تھا۔ جس نے توحید کے بارے میں بڑی باتیں سنائیں۔ ان کے سُننے سے دل کو ذوق وشوق حاصل ہو رہا تھا۔ اسی لئے وہاں دیر لگ گئی"!

آپ نے چند ساعت خاموش رہ کر فرمایا "اے بابا! بزرگ اچھا ہے مگر اس کے پاس صرف 'قال' ہے۔ 'حال' سے وہ خالی ہے۔ صحبت کسی صاحب دل ہی سے کرنی چاہیئے"!

ان کو دیکھنے سے خدا یاد آتا ہے

ایک دفعہ حضرت والا قدس سرہٗ نے فرمایا۔ "حدیث شریف میں وارد ہے کہ قیامت کے دن جب مومن پل صراط سے گذریں گے تو دوزخ فریاد کرے گا کہ جُز ، جُز یا مومن نُورک لیطفئُ ناری۔ یعنی اے مومن جلد جلد گذر جا کیونکہ تیرا نُور میری نار کو ٹھنڈا کئے دے رہا ہے۔ پھر فرمایا۔ دنیا داروں کے خیالات بھی دوزخ کی مثال ہیں۔ پھر جب وہ کسی اہل کمال کی خدمت میں آتے ہیں تو ان کے خیالات واہیہ کا دوزخ اہل کمال کے نُور سے ٹھنڈا پڑ جاتا ہے۔ جیسا کہ ایسے اہل کمال کے بارے میں حدیث میں وارد ہے کہ اذا رُءوا ذُکر اللہ یعنی ان کو دیکھنے سے خدا یاد آتا ہے۔"

مرشد کی اولاد کا ادب

حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ نے فرمایا کہ ایک دفعہ ہمارے استاد حافظ صاحب علیہ الرحمتہ درگاہ مبارک میں حضرت میاں صاحب قدس اللہ سرہٗ الاقدس کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ کے لئے کھانا لایا گیا۔ آپ نے کھانا کھایا اور مسجد میں ہی شب باش ہو گئے۔ بعد نماز عشا حضرت میاں صاحب نے مجھے اور میرے بھائی میاں مرتضےٰ حسین شاہ کو حکم فرمایا کہ تم رات کو حافظ صاحب کی خدمت میں رہنا تاکہ حافظ صاحب تنہائی محسوس نہ کریں۔ حضرت میاں صاحب کے حکم کی تعمیل میں ہم دونوں حافظ صاحب کی

خدمت میں حاضر ہو گئے۔ کچھ دیر بعد ہمیں نیند کا غلبہ ہوا اور ہم دونوں بھائی حافظ صاحب کے دائیں اور دوسرا بائیں طرف سو گئے۔ حافظ صاحب نے میاں مرتضیٰ علی شاہ سے فرمایا " بابا! تم بھی اپنے بھائی کی طرف ہو کر سو رہو " مگر اس نے کہا کہ " میں یہیں سو رہوں گا۔

اس رات حافظ صاحب شب بھر سوئے نہیں۔ ہم دونوں کے درمیان بیٹھے رہے۔ رات کو جب بھی میری آنکھ کھلی تو میں نے دیکھا کہ آپ بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس وقت تو ہمیں ان کے جاگتے رہنے کا سبب معلوم نہ ہو سکا تھا مگر اب معلوم ہوا کہ ہم دونوں بھائیوں کے لحاظ اور ادب کی وجہ سے حافظ صاحب نہ سوئے تھے۔ کہ کہیں ان کے مرشد کی اولاد کی جانب پشت نہ ہو جائے۔

بے ادبی کا نتیجہ بے نصیبی ہے

حضرت پیر سائیں قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا کہ استاد ایک ہی رکھنا چاہیئے کیونکہ استاد کے آداب بہت بڑے اور حقوق بہت زیادہ ہیں۔ اگر استاد زیادہ بنائے جائیں گے تو ان سب کے حقوق و آداب کی نگہداشت مشکل ہوگی۔ ورنہ بے ادبی کا نتیجہ بے نصیبی ہے۔ اسی لیئے اگرچہ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے اَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ کا حکم بھی آچکا تھا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرف بھی منہ کرو گے اُدھر ہی اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی ذات اقدس تمہارے سامنے ہے۔ تو بھی۔ سجدہ کرنے کے لئے بیت المقدس

شریف کی سمت مقرر کر دی گئی۔ اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ اگر ہر طرف سجدہ کر لینا مقرر ہو جاتا تو تمام اطراف کے حقوق آداب کسی سے پورے نہ ہو سکتے۔ باقی ایک طرف کے حقوق آسانی سے ادا کئے جا سکتے ہیں۔ اس لئے ایک ہی سمت مقرر کر دی گئی۔"

سلطان محمود غزنوی اور ایاز کا قصہ

حضرت پیر سائیں قدس سنا اللہ باسرارہ فرمایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ سلطان محمود غزنوی علیہ الرحمۃ پر کچھ لوگوں نے اعتراض کیا کہ سلطان محمود کس لئے "ایاز" پر عاشق ہو گیا ہے۔ ایاز تو بظاہر کچھ خوبصورت بھی نہیں۔ اس لئے بادشاہ کا اس پر عاشق ہونا بے جا ہے۔

سلطان نے جب یہ اعتراض سنا تو فرمایا "میرا عشق ایاز کی خوب سیرتی پر ہے نہ کہ خوبصورتی پر" اس بات کی صداقت کے اظہار کیلئے، امتحاناً، ان اعتراض کرنے والے امراء، اور وزراء اور ایاز سمیت ایک کنویں پر آیا اور سب کو مخاطب کر کے فرمایا "آج میں تم سب کو اس کنویں میں ڈلواؤں گا۔ مگر یہ خیال رکھنا کہ خبردار کسی کے کپڑے پانی سے تر نہ ہوں۔ سب نے کہا "جیسے سلطان کی مرضی" سلطان نے ایک ایک کر کے سب کے ہاتھ پاؤں بندھوا دیئے اور انکو کنویں میں ڈلوا کر باہر نکلوایا۔ جب وہ کنویں سے نکلے تو سب کے کپڑے پانی سے تر تھے۔ سلطان نے کہا "میں نے تمہیں کہا تھا کہ اپنے کپڑے تر نہ ہونے دینا۔ پھر تم نے میرے حکم کے برخلاف کیوں کیا"؟ وہ بولے حضور! آپ ہی نے تو

ہمارے ہاتھ پاؤں بندھوا دیئے تھے۔ پھر ہم اپنے کپڑے تر ہونے سے کیوں کر بچا سکتے تھے"!

اس کے بعد سلطان نے ایاز کو طلب کیا اور اسکو بھی وہی فہمائش کی جو اُمراؤ وزراء کو کی تھی۔ پھر اس کے ہاتھ پاؤں بندھوا کر کنوئیں میں ڈلوا دیا۔ تھوڑی دیر بعد ایاز کو کنوئیں سے نکالا گیا تو اس کے کپڑے بھی تر تھے۔ سلطان نے دوسروں سے زیادہ سختی کے ساتھ عتاب فرمایا اور سخت ناراضگی کے ساتھ پوچھا کہ، ایاز! تم نے میرے حکم کی خلاف ورزی کیوں کی"؟ ایاز نے بڑی عاجزی و بے چارگی کے ساتھ عرض کی، سلطان محترم! بے شک یہ میری غلطی ہے کہ میں کپڑوں کو تر ہونے سے نہ بچا سکا۔ تاہم میں، حضور کی مہربانی اور عفو و درگذر کا خواستگار ہوں۔

ہر چہ شہ گفت حق آں عین ست
لیکن تقصیر بندہ بے عین ست

جو کچھ سلطان نے فرمایا بے شک وہی حق و صحیح ہے۔ لیکن بلاشبہ یہ اس بندے ہی کی تقصیر ہے۔

گناہ گرچہ نہ بود اختیار ما حافظ
تو در طریق ادب باش گو گناہ من ست

اے حافظ اگرچہ گناہ ہمارے اختیار سے نہیں۔ تاہم تو ادب کے طریق پر رہ اور کہہ دے کہ میرا ہی گناہ ہے۔

اے عزیز! آپ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ پیری، مریدی کے آداب کو پوری طرح بجالانا چاہیئے۔ پیر کو چاہیئے

سلطان محمود کی طرح ہو جائے اور مرید کو چاہیئے کہ ایاز بن کر رہے جیسے کہ وہ آزمائش کی کسوٹی پر خالص کھرا نکلا اور دوسرے کھوٹے نکلے۔ اسی طرح مرید کو بھی اپنے مرشد کے ادب والی کسوٹی پر کھرا ہونا چاہیئے۔

لقمان حکیم نے بے ادبوں سے ادب سیکھا

خلیفہ میاں لقمان علیہ الرحمتہ کا بیان ہے کہ حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ نے فرمایا۔ حضرت لقمان حکیم علیہ الرحمتہ سے پوچھا گیا کہ "آپ نے ادب کس سے سیکھا"؟

فرمایا "بے ادبوں سے اور وہ اس طرح کہ ان کے جو کام میری نظر میں بُرے لگتے تھے تو میں سمجھ لیتا تھا کہ ان کے یہ کام کسی کو بھی پسند نہیں۔ پھر میں ان کاموں سے احتراز کرتا گیا۔ تو میں ادب والا بن گیا۔

یہ طعام اس کتے کو کھلا دو

کرم فقیر ساند علیہ الرحمتہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ کی خدمت میں عرض کی "یا حضرت! اس غلام کو حضور کی ذات اقدس کے علاوہ دوسرے کسی بھی خلیفے یا مرید سے التفات نہیں رہی مگر آپ سے دل کا کلی تعلق ہے آپ نے جواباً فرمایا "کوئی بزرگ اپنے کسی مرید کے ہاں مہمان ہوا۔ وہ مرید ان کے لئے مکلف طعام تیار کر کے لایا۔ اتنے میں ایک

کتّا دروازے سے اندر آ گیا۔ بزرگ نے کہا "یہ طعام اٹھا کر اس کتّے کو دے کہ وہ کھائے" مرید نے عرض کی "یا حضرت! یہ طعام آپ کھائیں میں کتّے کو دوسری روٹی بھجوا دیتا ہوں" اس پر اس بزرگ نے اپنے ہاتھ سے وہ طعام اس کتّے کو کھلا دیا۔ مرید نے پوچھا۔ اس کتّے کی آپ اس قدر تعظیم و تکریم کیوں کرتے ہیں"؟ بزرگ نے فرمایا "اس کتّے کا ہم رنگ و ہمشکل ایک کتا ہمارے مرشد کی گلی میں رہتا تھا۔ اس لئے میں اس کا ادب کر رہا ہوں"

مفاد پرست کی دوستی

ایک دفعہ حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ نے ارشاد فرمایا "کسی جولاہے کی ایک چرواہے کے ساتھ دوستی تھی۔ اس چرواہے نے ایک مٹنے کی لکڑی جس سے تانے کا رسہ باندھتے ہیں جنگل سے کاٹ کر اس جولاہے کو لا کر دی تھی۔ اتفاقاً ان دنوں قحط پڑ گیا جس کی وجہ سے چرواہے کی سب بھینسیں بھوک اور فاقوں سے نڈھال ہو گئیں۔

وہ چرواہا بھوک اور فاقوں سے مجبور ہو کر شرم دحیا کو بالائے طاق رکھتے ہوئے۔ روٹی کا آسرا کر کے روزانہ اس جولاہے کے گھر پہنچ جایا کرتا تھا۔ جولاہا بیچارا خود قحط کی سختیاں جھیل رہا تھا۔ اور اس کے اہل وعیال بھی سخت تنگی کی حالت میں تھے۔ اس کے باوجود وہ تھوڑے بہت چاول پکاتے اس میں سے کچھ بھوکے چرواہے کو بھی دے دیتے تھے۔

چرواہا۔ چاول کھا کر اس لکڑی کے مُنے سے ٹیک لگا کر کہتا "یہ مُنّا ایسے جنگل سے کاٹ کر لایا تھا جس میں مست شیر رہتے ہیں"۔ بیچارا جولاہا، خاموشی سے ایکی بات سُنتا اور برداشت کرتا تھا۔ اور اس تھوڑے سے طعام پر ناچار صبر کر لیتا تھا۔ بالآخر، اس چرواہے کے روز بروز آنے سے وہ تنگ آگیا۔ ایک دن جبکہ وہ چرواہا یار، حسب معمول اس مُنّے کی تعریف کر رہا تھا۔ اور اس پر اپنا احسان جتا رہا تھا۔ جولاہے نے وہ مُنّے کی لکڑی اکھاڑ پھینکی اور بولا۔ لے اُٹھا اپنا مُنّا اور ہماری جان چھوڑ"۔

اے عزیز! اس ارشاد سے واضح ہوا کہ دنیاوی مطلب رکھنے والے کی دوستی کو اتنی ہی بقا ہے۔ جتنی کہ اس چرواہے اور جولاہے کی دوستی کو ہوئی۔

شرائطِ دوستی

حضرت پیر سائیں قدس اللہ سرہٗ الاقدس نے فرمایا کہ دوستی و محبت کے شرائط یہ ہیں۔ اپنے محبوب کی محبت میں کسی کو شریک نہ کرے۔ محبوب کی صحبت کو بے مثال سمجھے۔ محبوب کے دوستوں کو دوست رکھے اور اس کے دشمنوں کو دشمن رکھے۔ اگر یہ شرائط نہیں ہیں تو دوستی بھی نہیں ہے"۔

عطار ذمہ دار نہیں ہے

حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہٖ فرمایا کرتے تھے کہ اگر کوئی

شخص عطّار (عطرفروش) کی دوکان پر جائے اور عطّار اس کے بدن پر عطر خالص کا ایک قطرہ لگا دے۔ جس سے اس کا تمام بدن خوشبودار ہو جائے۔ پھر اگر وہ شخص خود کو گندگی سے آلودہ کر لے تو عطّار ذمہ دار نہیں ہے"

اے عزیز! عطّار سے مراد مُرشد کامل ہے اور عطر خالص معنوی فیض اور شخص سے مراد ہے مُرید مبتدی جو کہ ہنوز فناہ و بقا کے مقام تک نہیں پہنچا اور گندگی سے مُراد ہے محبّتِ دنیا۔

مرشد کامل، فیض معنوی کے ایک قطرہ سے مُرید کے بدن اور روح کو معطّر کر دیتا ہے۔ اور اس شخص کا گندگی سے آلودہ ہو کر لوٹنا، دنیا کی محبّت میں ملوّث ہونا ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ اَلدُّنیا کَنیفَۃُ الاٰدَم (دنیا آدمی کا بیت الخلاء ہے) اسکی محبت میں محو ہو جانا تمام بدن پر گندگی مل دینا ہے۔ ؎

سگ دوں ہمت استخواں جوید
بچۂ شیر مغزِ جاں جوید

دُوں ہمت کمینہ کتا ہڈی تلاش کرتا ہے۔ شیر کا بچّہ مغزِ جاں تلاش کرتا ہے۔

محبت اور دوستی کی شرائط

حضرت والا علیہ الرحمۃ نے فرمایا ؒ دوستی اور محبت کی شرائط یہ ہیں کہ محبوب کی محبت میں کسی کو شریک نہ کرے اور محبت کو بے مثال سمجھے اور محبوب کے دوستوں کو دوست رکھے اور اس کے دشمنوں کو اپنا

دشمن سمجھے۔ اگر یہ شرائط موجود نہیں ہیں تو محبت اور دوستی بھی نہیں ہے۔

ہمنشیں کا اثر

حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ جمعہ کے دن منبر پر وعظ بیان فرما رہے تھے کہ یکایک بلا اختیار آپ کی زبان پر توحید کے اسرار جاری ہو گئے۔ شیخ علیہ الرحمۃ نے کچھ دیر خاموش رہ کر ایک آدمی سے فرمایا۔ دیکھو تو اس مجلس میں کون آیا ہے۔ جس کی وجہ سے توحید کے یہ اسرار میری زبان پر جاری ہو گئے ہیں۔

وہ آدمی تعمیل ارشاد میں حاضرین مجلس کو دیکھتا گیا۔ بالآخر اس نے دیکھ لیا کہ مسجد کے ایک کونے میں شیخ منصور حلاج علیہ الرحمۃ بیٹھے ہیں

صالحین کی صحبت کایا پلٹ دیتی ہے

حضرت والا نے فرمایا جس وقت اصحاب کہف، دقیانوس کے شہر سے نکل کر جنگل کو روانہ ہوئے۔ تو انہیں ایک چرواہا ملا اور پوچھا کہ یارو کہاں جا رہے ہو؟ انہوں نے کہا "ہم اللہ تعالیٰ کی طرف جا رہے ہیں" چرواہا بولا "میں بھی تمہارے ساتھ اللہ کی طرف چلتا ہوں اور وہ ان کے ساتھ ہو لیا۔ چرواہے کا کتا بھی ان کے ساتھ چلا۔ دو تین قدم چلنے پر جب انہوں نے دیکھا کہ کتا بھی پیچھے آ رہا ہے۔ تو انہوں نے پوچھا تو کہاں جا رہا ہے۔؟ کتے نے زبان حال

سے جواب دیا۔ میں بھی تمہارے ساتھ جاؤں گا۔ انہوں نے کہا تو ہمارے ساتھ نہ چل کیونکہ تو ہمارا ہم جنس نہیں ہے۔ کتے نے کہا۔ اللہ کی طلب کے لئے جنسیّت شرط ہے تو تم بھی واپس ہو جاؤ۔ تم بھی اللہ کی جنس کے نہیں ہو۔" یہ کہہ کر ان کے ساتھ چلتا گیا۔ ؎

سگ اصحاب کہف روزے چند
پئے نیکاں گرفت مردم شد

سگ اصحاب کہف نے چند روز نیک لوگوں کی صحبت اختیار کی تو وہ آدمی بن گیا۔

یک نظر فرما کہ مستغنی شوم زابنائے جنس
سگ کہ شد منظور نجم الدین سگاں را سر فراست

ایک نظر فرما دیں کہ ابنائے جنس سے مستغنی ہو جاؤں۔ جو کتا حضرت نجم الدین کبریٰ علیہ الرحمۃ کا منظور نظر ہو گیا وہ کتوں کا سردار ہو گیا۔

کفار سے دوستی نہ کی جائے

خلیفہ میاں لقمان علیہ الرحمۃ والغفران کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ نے سید میاں تجل شاہ سے فرمایا: "آج ہم ایک جگہ سے آرہے تھے کہ آپ کے بیٹے سید سوڈھل شاہ کو دیکھا کہ وہ ایک بانٹے (ہندو) سے بات چیت کر رہا تھا۔ آپ اسے منع کر دیں کہ کہیں وہ ہندوؤں سے دوستی کی کوئی نسبت رکھتا ہو۔" پھر آپ نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی۔ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَ عَدُوَّکُمْ اَوْلِیَآءَ۔ یعنی، اے مومنو! میرے اور اپنے

دشمن یعنی کفار و مشرکین کو دوست نہ بنا لینا۔"

یہ سب احدیت کا اتحاد ہے

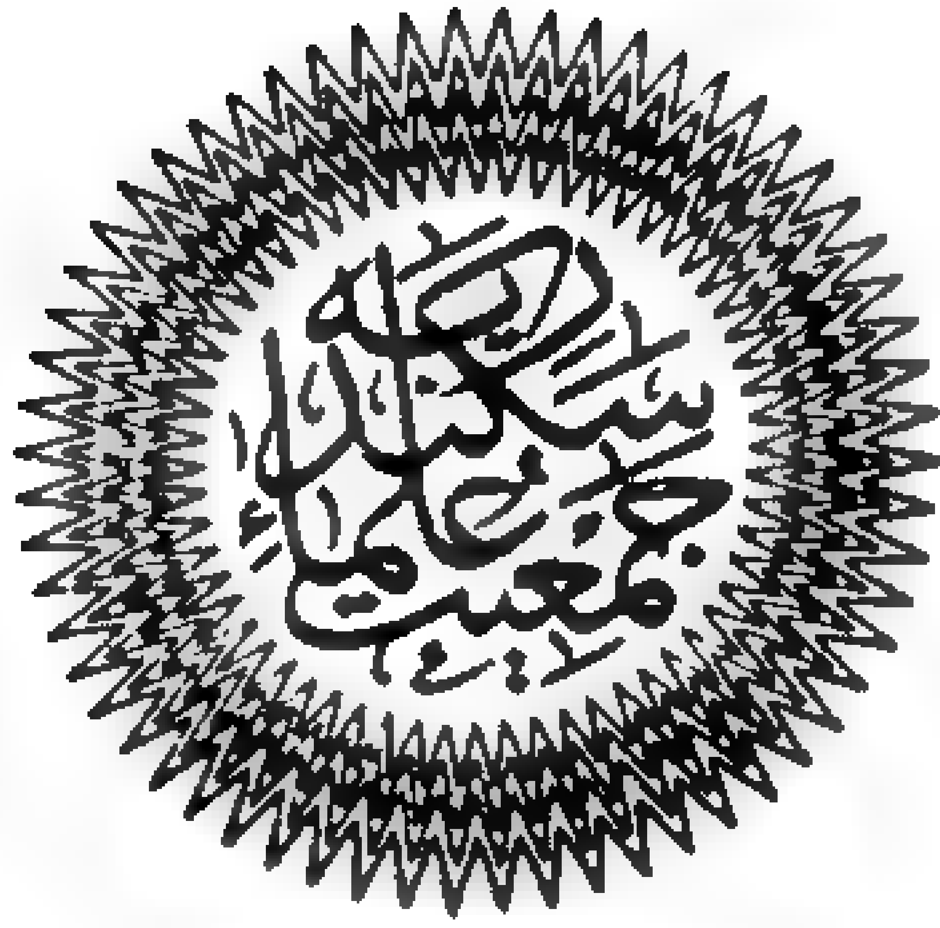
خلیفہ میاں لقمان علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت پیر مُیں قدسنا اللہ باسرارہ العزیز دریا پار دھیہ چھک کے سفر سے واپس ہو کر درگاہ مبارک کو تشریف لے جا رہے تھے۔ میں بھی ان کی خدمت میں حاضر ہو کر زیارت سے مشرف ہوا۔ اور ان کے ہمراہ درگاہ مبارک پر آ گیا۔ میرا معمول تھا کہ ہمیشہ رات کو آپ کے حضور حاضر رہا کرتا تھا۔ مگر اس دن فقراء کی کثیر جماعت مجتمع تھی اور جگہ بھی قدرے تنگ تھی۔ اس لئے مجھے وہاں رہنے کی جگہ میسر نہ ہوئی۔ اور میں خلیفہ میاں امید علی کے کہنے کے بموجب ایک علیحدہ مکان میں قیام پذیر ہو گیا۔ لیکن چونکہ میری طبیعت اس محبوب کریم مرشد مربی کی نوازشات کی ہلی ہوئی تھی اس لئے آپ کی جدائی سے میری طبیعت اس طرح پریشان اور بے قرار ہو گئی جیسے مچھلی گرم ریت پر تڑپتی اور بیقرار ہو جاتی ہے۔ بالآخر بے تاب ہو کر وہاں سے اُٹھ کر حضرت والا کی مجلس میں حاضر ہو گیا۔ دیکھا کہ تمام مجلس آدمیوں سے کھچا کھچ بھری ہے۔ آپ کا چہرۂ انور دیکھنے کے اشتیاق میں کئی آدمی ایک دوسرے پر چڑھے بیٹھے ہیں۔ اور کئی ایڑیاں اٹھائے کھڑے ہیں۔ گذرنے کی مطلق گنجائش نہ تھی۔ تاہم جوں توں کر کے آدمیوں کے درمیان سے گزرنا پڑتا آگے بڑھ کر حضرت صاحبزادہ میاں عطا کے پیچھے دو زانو بیٹھ گیا۔ اس وقت فقیر مولود پڑھ رہے تھے۔ حضرت والا نے میری جانب متوجہ ہو کر فرمایا۔" یہ مولود پڑھنے

والے تمہاری جماعت میں سے ہیں"؟ میں نے عرض کی "یا حضرت! میں کون ہوتا ہوں۔ اس تمام موجودات کے ذرّوں کو آپ کے آفتاب بر حقیقت کی شعاعوں نے وجود بخشا ہے۔ اور اپنے عشق اور محبت میں رقصاں بنا رکھا ہے۔ یہ عاجز بھی درگاہ کا ایک غلام ہے"۔

آپ نے مسکرا کر فرمایا "تم میں اور ہم میں کچھ فرق نہیں ہے۔ یہ سب احدیت کا اتحاد ہے"۔ میں نے جب دیکھا کہ حضرت والا خوش و خرم ہیں تو میں نے اپنا حال عرض کیا کہ "یا حضرت! لوگ ہمیں طعنے دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تمہیں جو بظاہر نہ دیکھنے سے بیقراری ہوتی ہے سو یہ بھی تمہاری کمی اور نقصان کی علامت ہے کیونکہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ تم لوگ صورتوں کے مقید ہو۔ معنےٰ تک نہیں پہنچے ہو"۔ اس بات پر دلیل یہ دیتے ہیں کہ دیکھئے کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ) حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ کی ظاہری رؤیت سے مشرف نہ ہوئے تھے اس کے بعد با وجود کمالیت کو پہنچے ہوئے تھے۔

آپ نے فرمایا "حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ اپنی والدہ کے حقوق کی ادائیگی میں پابند تھے۔ مگر دیکھئے کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کبھی بھی حاضر نہ ہوئے تھے۔ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صحبت سے کبھی جدا نہ ہوئے تھے۔ پھر ان دونوں میں سے تم کس کا مرتبہ بڑا اور کمال عالی سمجھتے ہو"۔ میں نے عرض کی کہ یا حضرت! حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضرت

اویس قرنی رضی اللہ عنہ پر بڑی فضیلت حاصل ہے"۔ آپ نے فرمایا:" اس فضیلت کا سبب یہی صحبت شریف ہی تو ہے"۔!



جبکہ اللہ و رسول بھی زبانِ خلق سے نہ بچے۔ تو.....

ایک دفعہ حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ نے تمثیلاً ارشاد فرمایا کہ "ایک بزرگ اپنے بیٹے کو گھوڑے پر سوار کر کے خود پیدل ایک راستہ سے جا رہا تھا۔ چلتے چلتے راستے میں چند آدمیوں کی ایک جماعت ملی۔ انہوں نے بزرگ سے پوچھا "یہ نوجوان کون ہے"؟ وہ بولا "یہ میرا بیٹا ہے" اس پر اُن آدمیوں نے اس کو جھڑکتے ہوئے کہا "تم نے یہ کیا ہی بے ادبی کی روش اختیار کر رکھی ہے۔ کہ تو باپ ہو کر پا پیادہ چل رہا ہے۔ اور تیرا بیٹا گھوڑے پر سوار چلا آ رہا ہے"!

بزرگ نے ان کی بات سن کر بیٹے کو اتارا اور خود گھوڑے پر سوار ہو گیا اور بیٹے کو پا پیادہ آگے آگے چلنے کو کہہ دیا۔ کچھ دور تک چلنے کے بعد ان کو کچھ دوسرے آدمی ملے۔ انہوں نے پوچھا کہ "یہ لڑکا تیرا کیا لگتا ہے"؟ بزرگ نے بتایا کہ "یہ میرا بیٹا ہے"! وہ کہنے لگے۔ "تو تو کوئی بڑا ہی بے حیا ہے بڑا بے حس آدمی ہے کہ اپنے کم سِن بیٹے کو پا پیادہ چلا رہا ہے۔ اور خود گھوڑے پر سوار ہے" بزرگ نے ان کی یہ بات سن کر یوں کیا کہ اس نے اپنے ساتھ اپنے بیٹے کو بھی گھوڑے پر بٹھا لیا اور آگے بڑھا۔ راستے میں انہیں چند آدمیوں کی تیسری جماعت ملی۔ یہ لوگ ان دونوں کو گھوڑے پر اکٹھے سوار دیکھ کر بولے "تم تو کوئی بڑے بے انصاف اور ظالم آدمی دکھائی دیتے ہو۔ تمہیں خدا کا بھی کچھ خوف نہیں کہ بیچارے مسکین ضعیف گھوڑے پر دونوں چڑھ بیٹھے ہو"؟ ان کا یہ اعتراض سن کر۔

باپ اپنے بیٹے سمیت گھوڑے سے اُتر پڑا۔ اور گھوڑے کی لگام ہاتھ میں پکڑ خود گھوڑے کے آگے چلنے لگا۔ اسکا بیٹا گھوڑے کے پیچھے گھوڑے کو ہنکاتے ہوئے چلنے لگا۔ ذرا آگے بڑھے تو انہیں چوتھی جماعت ملی۔ انہوں نے جب یہ دیکھا کہ گھوڑا خالی چل رہا ہے اور یہ دونوں پیدل سفر کر رہے ہیں۔ تو دیکھ کر خوب ہنسے۔ اور بولے یہ تم تو کوئی بڑے ہی مُورکھ اور بیوقوف آدمی دکھائی دیتے ہو کہ خالی گھوڑے کو ہانکتے ہوئے خود پیدل چلے جا رہے ہو"؟

اس پر باپ نے اپنے بیٹے کو سمجھاتے ہوئے کہا" اے بیٹے! میں نے تجھے اپنے ہمراہ اس لئے لایا ہوں کہ تجھ کو بطور امتحان لوگوں کا اختلاف دکھاؤں۔ سو۔ دیکھتا جا اور ہوش کے ساتھ رہنا۔ کہ ان ظاہر بین صورت پرستوں کا یہ حال ہے کہ تو کسی بھی طرح ان سے اپنی جان چھڑا نہیں سکے گا۔ جیسا کہ کسی بزرگ کا ارشاد ہے۔ ؎

قیل انّ الالٰہ ذو ولد   قیل انّ الرسول قد کھنا
ما نجیٰ اللہ والرسول معًا   من لسان الوریٰ فکیف انا

یعنی۔ نالائق لوگوں نے اللہ تعالیٰ پر یہ افترا کیا کہ، معاذ اللہ، اسکا بیٹا ہے۔ جیسے کہ عیسائی اور یہودی حضرت عیسٰے علیہ السلام اور حضرت عزیر علیہ السلام کے بارے میں کہتے ہیں۔ اور کچھ بدبختوں نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کہانت کا بہتان باندھا تھا۔ پس جب کہ اللہ تبارک وتعالےٰ اور اس کا رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم بھی زبان خلق سے محفوظ نہ رہے تو پھر میں کیونکر محفوظ رہ سکوں گا"

اے عزیز! طالب کو چاہیئے کہ لوگوں کے کہنے سننے پر کان نہ دھرے۔ ورنہ لوگوں کے اختلافات میں سرگرداں ہوکر غار ہلاکت میں جاگرے گا۔ اس لیے ان کے کہنے اور سننے سے گونگے بہرے ہوکر عمر بسر کرنی چاہیئے۔

صفائی قلب کا طریقہ

خلیفہ میاں نعمان علیہ الرحمتہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت پیر ہمیں قدسنا اللہ باسرارہ العزیز نے تمثیلاً فرمایا۔ اگر کوئی حوض پلید پانی سے بھرا ہوا ہو اور اسکے چاروں طرف سے پلید پانی کی چار نالیاں بہتی ہوئی اسمیں پڑ رہی ہوں تو اس حوض کو پاک وصاف کرنے کی خواہ کتنی بھی کوشش کی جائے اور گھڑوں سے پانی نکالا جائے تو نہ اس کا پانی کم ہوگا۔ اور نہ حوض ہی پاک وصاف ہو سکے گا۔ لہٰذا اس حوض کو پاک وصاف کرنے کی یہی ایک ترکیب کارگر ہو سکتی ہے کہ پہلے تو وہ پلید پانی کی بہتی ہوئی نالیاں جو اس حوض میں پڑ رہی ہیں۔ انکو بند کیا جائے۔ پھر حوض میں جو پلید پانی موجود ہو اسکو نکال کر حوض کو دھو کر صاف کر دیا جائے۔ تو پھر پاک ہو جائے گا۔ پھر وضاحت کرتے ہوئے۔ ارشاد فرمایا کہ انسان کا دل حوض کے مانند ہے اور اس کے حواس اور رگیں جو افعال غیر مشروع اور پراگندہ خیال سے پُر ہیں بہ بمنزلۂ گندی نالیوں کے ہیں۔ اور اشغال ذکر و فکر حوض دل کو پاک وصاف کرنے کے لیئے گھڑے کے مانند ہیں۔ پس اگر کوئی شخص اپنے حواس ظاہری و باطنی کو افعال غیر مشروع سے

بند نہ کرے تو صفائیٔ قلب کے لئے اشغالِ ذکر و فکر سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ اس کے لئے چاہیئے کہ پہلے اپنے حواس کو افعالِ ممنوعہ سے بند کرے۔ پھر "لا" کے گھڑے سے موجودہ پلیدی کو فنا کر دے تو پھر دل کا حوض پاک و صاف ہو جائے گا۔ کسی بزرگ نے کیا ہی خوب فرمایا ہے۔ ؎

لب بہ بند و چشم بند و گوش بند
گر نہ بینی سرِ حق بر من بخند

یعنی غیر مشروع اور افعال ممنوعہ سے اپنے لب۔ آنکھیں اور کان بند کرلے۔ اس کے بعد بھی اگر تجھ کو اسرارِ الٰہی دکھائی نہ دیں تو پھر تو بے شک میرا مذاق اُڑانا۔

چھوٹی سی صراحی اور بھرے ہوئے مٹکے

خلیفہ میاں لقمان علیہ الرحمتہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہٖ نے فرمایا کہ "قصبہ لوہ کے بزرگان سادات نے ہمیں کہلا بھیجا کہ "تجھ کو ایک صراحی ہاتھ لگ گئی ہے اور اسی پر تو نے دنیا میں اسقدر جوش اور شورش برپا کر رکھی ہے" اور ہمارے پاس مٹکے بھرے رکھے ہیں تو بھی کچھ غوغا نہیں ہے" ہم نے اس کے جواب میں انہیں کہلا بھیجا کہ ہم کو جو چھوٹی سی صراحی عطا ہوئی ہے۔ اسکو ہم امتِ محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم سے چھپا کر نہیں رکھیں گے۔ بلکہ ہم اس سے خلقِ خدا پر ایثار و بخشش کر رہے ہیں۔ لیکن اگر مٹکے بھرے ہوئے بھی کسی کونے میں رکھے ہوں گے اور کسی کو

ان سے نفع نہ پہنچا تو ایسے بے سُود مٹے خواہ ہوئے یا نہ ہوئے۔

اوّلین بدعت

ایک دن حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ نے ارشاد فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال مبارک کے بعد جو اوّلین بدعت لوگوں میں پیدا ہوئی وہ شکم سیر ہو کر کھانے کی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں کسی ایک آدمی نے بھی پیٹ بھر کر کھانا نہ کھایا۔ اس بارے میں حدیث شریف وارد ہے۔ اَلْکَافِرُ یَاْکُلُ فِیْ سَبْعَۃِ اَمْعَاءٍ وَالْمُؤْمِنُ یَاْکُلُ فِیْ اَمْعَاءٍ وَّاحِدٍ (یعنی کافر سات انتڑیوں میں کھاتا ہے۔ اور مومن ایک آنت میں کھاتا ہے)

دوسروں کے ہاتھوں کی طرف نہ دیکھو

خلیفہ میاں لقمان علیہ الرحمتہ کا بیان ہے کہ ایک روز حضرت پیر سائیں قدس اللہ سرہٗ الاقدس نے ارشاد فرمایا کہ "ایک دن حضرت حاتم اصم علیہ الرحمتہ نے اپنے مریدوں سے پوچھا کہ "اگر تم سے کوئی یہ پوچھے کہ حاتم اصم کی مریدی سے تمہیں کیا حاصل ہوا ہے اور اس نے تمہیں کیا تلقین کی ہے تو تم اسکو کیا جواب دو گے"؟ وہ بولے" ہم یہ جواب دیں گے۔ کہ اس نے ہمکو علم سکھایا ہے" آپ نے فرمایا" ہم کو تو علم کچھ بھی حاصل نہیں ہے۔ تو تمہیں علم کیونکر حاصل ہو گیا؟" انہوں نے کہا" ہم کہیں گے کہ اس نے ہم کو حکمت سکھائی ہے" آپ نے فرمایا" حکمت تو مجھ کو بھی حاصل نہیں ہے"! اس پر مریدوں

نے عرض کی "یا حضرت! پھر ہم اسکو کیا جواب دیں جو حکم آپ فرمائیں"؟ آپ نے فرمایا "پوچھنے والوں کو یہ جواب دو کہ حاتم تم نے ہمکو یہ نکتہ سکھایا ہے کہ جو کچھ تمہارے ہاتھ میں ہو اسی پر راضی رہو۔ دوسروں کے ہاتھوں کی طرف نہ دیکھو"۔

فخر اور خود بینی کا انجام

حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ نے فرمایا "ایک دن حضرت یوسف علیہ السلام نے آئینہ میں اپنا چہرہ مبارک دیکھا تو آپ نے سمجھا کہ میں سارے جہان سے زیادہ حسین ہوں۔ دل میں خیال گذرا کہ اگر مجھ کو فروخت کریں تو بے انتہا قیمت ہاتھ آئے۔ اس لیے اللہ تبارک و تعالی نے آپ کو تھوڑی سی قیمت کے عوض بکوا دیا۔ جیسا کہ آیت مبارکہ میں ہے

وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُودَةٍ وَكَانُوا فِيهِ مِنَ الزَّاهِدِينَ

یعنی حضرت یوسف کے بیچنے والوں نے آپ کو چند کھوٹے سکوں کے عوض بیچ دیا۔ جبکہ انہیں یوسف علیہم السلام میں کوئی دلچسپی نہ تھی۔

اے عزیز! دیکھ خود یوسف علیہ السلام جو حسن میں یکتا اور نبی مکرم تھے۔ ان کو ذرا سے وہمی فخر پر جو کہ حقیقت میں آفتاب تھے۔ غیرت حق نے بے نیازی کے ساتھ تھوڑے سے کھوٹے سکوں کے عوض بکوا چھوڑا۔ پھر دوسری ایسی کون سی ہستی ہے جو یہاں پر دم مار سکے"؟

یہ تنگیٔ رزق کا باعث ہے

محمد خان نظامانی علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ ایک دن حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہٖ نے فرمایا: "جو شخص چولہے میں ہاتھ دھوئے گا اور چارپائی پر روٹی کھائے گا اس کا رزق تنگ ہو جائے گا۔

صاحبزادگان کو وصیت

حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہٖ نے اپنے صاحبزادگان کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا:"

۱۔ کسی شخص کی کسی بھی چیز میں خصوصاً مال میں لالچ نہ رکھنا۔

۲۔ کسی کے پاس رشتہ طلب کرنے نہ جانا۔

۳۔ دنیا داروں کی دوستی یا ان کی طرف میلان نہ رکھنا۔

۴۔ اہلبیت کی عزت کرنے والے کو سب سے فوقیت دینا۔

۵۔ چور کی طرف داری ہرگز نہ کرنا کیونکہ بھیڑیئے پر رحم کرنا بھیڑوں پر ظلم کرنے کے مترادف ہے۔"

صاحبزادگان و خلفاء کو وصیّت

خلیفہ میاں لقمان علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ العزیز نے مرض وفات میں صاحبزادگان و خلفاء کو وصیّت کرتے ہوئے فرمایا: "تمام حاضرین اور غائبان خبردار رہیں کہ "ہمارا طریقہ، محمدی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) طریقہ ہے۔ جو جہالت

اور بدعت سے پاک ہے۔ اس سلسلہ میں اگر کوئی بدعتی بن جائے تو اس کو جماعت سے خارج رکھنا۔ اور اس کے ساتھ کوئی تعلق نہ رکھنا۔ اس ہدایت پر عمل کرنا اور استقامت رکھنا۔"

ظلم کا وبال - احسان کا فائدہ

حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ نے مخلوق پر احسان کرنے کے فوائد بیان فرماتے ہوئے مثال دی کہ "لقمان ماپر" اگرچہ دیندار و پرہیزگار اور بزرگان لواری کا مُرید ہے۔ لیکن غریبوں پر ظلم ڈھانے کی وجہ سے اسکی جاگیر ویران وغیر آباد ہو گئی ہے۔ اور "مستی خان مری" اگرچہ کسی طریقے میں داخل نہیں۔ اور اسقدر دیندار بھی نہیں ہے۔ مگر صاحبِ احسان و مروت ہے۔ اور غرباء و رعیت سے ہمدردی کرنے والا ہے۔ اس لیئے اسکی تمام جاگیر آباد ہے۔

خدمتِ خلق کا جذبۂ بے مثال

خلیفہ میاں لقمان علیہ الرحمتہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ "لاڑ" کے سفر میں تھے کہ جماعتِ فقراء میں بخار آنے لگا۔ اور حضرت پیر سائیں قدس اللہ سرہٗ کو بھی بخار لاحق ہوا۔ سر اور بدن میں درد کے ساتھ اسہال کی بھی شکایت ہوگئی۔ اس وقت آپ موضع "پنوترہ" میں تھے وہاں سے چلنے لگے تو آپ نے سینہ مبارک پر ایک کپڑا ڈال لیا۔ دوسرا کپڑا بدن پر لپیٹا اور تیسرا کپڑا سر پر مضبوطی سے باندھ کر سوار ہوئے۔ راستہ میں بھی آپکو متعدد بار اسہال آئے۔ میاں احمد خان نظامانی نے

جو کہ حضرت والا کے راسخ الاعتقاد مُریدوں میں سے تھا۔ ایک اگالدان لئے آپ کے ہمراہ چل رہا تھا۔ جب حضرت والا کو تھوکنے کی حاجت ہوتی تو وہ حضرت والا کے آگے اُگالدان کر دیتا تھا۔ الغرض اسقدر تکلیف لاحق ہونے کے باوجود آپ فقیروں کی دعوتوں پر تشریف فرما ہو رہے تھے۔ آپ نے جب فتح علی ساکن کھٹیان پر ان کی دعوت پر تشریف فرما ہوئے۔ اسوقت مرض شدت اختیار کر چکا تھا۔ یہاں تک کہ قضائے حاجت کے لیئے جانا بھی دشوار ہو گیا۔ یہ دیکھ کر پوری جماعت متفکر ہو گئی تاہم اس قدر علیل ہونے کے باوجود حضرت والا ریگستانی فقراء کی دعوتوں پر پہنچنے کے لیئے بالکل تیار ہو گئے۔ آپ کے بھائی محمد سلیم اور میاں قابل شاہ اور طریقہ کے مشائخ سب وہاں موجود تھے۔ ان سب نے آپس میں صلاح کرنے کے بعد بندہ سے کہا کہ آپ حضرت والا سے عرض کریں کہ "یا حضرت! آپ کی ناسازیٔ طبع کے باعث پوری جماعت اور درگاہِ مبارک پر تمام اہل خانہ بہت متفکر اور بڑی تشویش میں ہیں۔ اگرچہ حضور اپنی اس کیفیت علالت سے مطلقاً بے نیاز ہیں۔ مگر ہم مسکینوں اور اہالیان درگاہ مبارک پر رحم فرماتے ہوئے۔ درگاہ مبارک پر چلے چلیں کہ سات آٹھ دن سفر کر کے درگاہ مبارک پر پہنچ جائیں۔ جب صحتِ کلّی حاصل ہو جائے تو اس کے بعد ریگستان کا سفر اختیار فرمالیں۔ انہی دنوں خلیفہ میاں اسماعیل "ٹھوڑے" کا باشندہ آیا تھا۔ جس نے بتایا ہے کہ درگاہ مبارک کا راستہ پانی اور سیلاب سے محفوظ ہے۔ درگاہِ مبارک پر پہنچنا آسان ہے۔" بندہ نے ان سب کی طرف سے یہ ساری حقیقت حضرت والا کی خدمت میں عرض کر دی۔ آپ نے پوری

بات سن کر بڑے غصہ سے فرمایا۔ تم نے خوب سمجھا۔ ہم نے ریگستان کے مسکین فقراء سے دعوتوں پر پہنچنے کا وعدہ کر لیا ہے اور انہوں نے قرض وغیرہ اُٹھا کر دعوتوں کی تیاری کر رکھی ہے۔ ان کے ساز و سامان کو ضائع کر دینا جائز نہیں ہے۔ ہمکو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مخلوق کی خدمت کرنے کا حکم ملا ہوا ہے۔ پھر اس وقت تو ہم سوار ہونے کی بھی طاقت رکھتے ہیں اور جاتے ہیں لیکن اگر سوار ہو کر چلنے کی بھی طاقت نہ رہے تو اس حالت میں بھی ہم خود کو چارپائی پر اُٹھوا کر بھی وہاں پہنچیں گے۔ اور خلقِ خدا کی خدمت سے خود کو سبکدوش کریں گے اور تم نے جو یہ خیال کیا ہے کہ درگاہ مبارک پر صحت یاب ہو کر پھر سفر کریں۔ اللہ تعالیٰ شافیٔ مطلق ہے۔ یہاں وہاں وہی ایک ہے"!

حالت و استدراج

حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی صاحبِ حال کسی راستے پر چلا جا رہا ہو اور راستے میں کسی کُتّے کو بیٹھا پائے۔ اور وہ اس کُتّے کو اٹھا کر خود وہاں سے گزرے تو اسکی حالت سلب کر لی جائے گی۔ اگر سلب نہ ہوئی تو درحقیقت یہ حالت، نہ ہوگی۔ استدراج ہوگا۔

حضوریٔ قلب اور نفیٔ ماسوی اللہ

حسن فقیر کا بیان ہے کہ میں نے حضرت والا کی خدمت میں عرض کی "یا حضرت! حضوریٔ قلب کے لیے بھی کوئی حد ہے یا نہیں"؟

آپ نے جواب میں یہ سندھی بیت ارشاد فرمایا۔ ؎

اندر میں آھین گرھٹ جھڑیون گالھیون
پرین تانہ پچھن اٹ پچھون آئو نہ چوان

ترجمہ :۔ جی میں بحث و تکرار کے لائق باتیں ھیں۔
محبوب پوچھتے نہیں۔ ایسے تو میں بھی نہیں کہوں گا۔

پھر فرمایا۔ طالب کا حضور قلب دو تین اوقات میں پرکھا جاسکتا ہے۔ ایک اس وقت جبکہ طعام کی طلب حد سے بڑھ جائے۔ (شدت کی بھوک لگی ہو) پھر بھی کھانا کھاتے وقت اس کا قلب ماسوی اللہ میں مشغول نہ ہو۔ بلکہ اس وقت بھی دل کو حاضر رکھے۔
دوسرے اس وقت کہ جب کسی دور دراز کے سفر سے تھک ہار چکا ہو۔ اور بستر پر آئے۔ تھکاوٹ کی شدت سے نیند غلبہ کرے لیکن پھر بھی وہ حسب معمول اپنے قلب کو حاضر رکھے اور سوتے وقت اس پر غفلت غالب نہ آجائے۔ تیسرے اس وقت کہ جب وہ اپنی بیوی سے جماع میں مشغول ہو تو نفسانی لذتوں میں لگ کر دل کے فکر سے غافل نہ ہوجائے۔ اگر ان حالات میں بھی اس کا دل حاضر رہے تو پھر بےشک سمجھیے کہ اسکو حضوری قلب حاصل ہے۔"
میں نے عرض کی، یا حضرت! پھر اس کے آگے بھی کوئی فکر ہے"؟
آپ نے فرمایا "ہاں، ایک یہ کہ جب طالب کا قلب حاضر ہو اور ماسوی اللہ اسکی نظر میں نہ آئے تو اس وقت میں بھی بہت سے طالب پھسل جایا کرتے ہیں کیونکہ ایسے وقت میں تکبر اور خودبینی پیدا ہوجایا کرتی ہے اور وہ سمجھ بیٹھتے ہیں کہ میں تمام دوسروں سے

بہتر ہو گیا ہوں حالانکہ جب اس نے خود کو بہتر سمجھ لیا تو۔ اس کا یہ مطلب ہوا کہ اسکو ماسوی اللہ کی نفی حاصل ہی نہیں ہوئی ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ ؎

پاٹ چاٹ پاٹ پرکی چاٹ عین

پیوا ھوجن گمان تن سیں سچوئی نہ کیو

ترجمہ:۔ خود کو ہی جانا اور کسی کو نہیں جانتے۔

جن کو یہ گمان ہوا، انہوں نے پورا سیر نہیں کیا

بایزید بسطامی کا اکسیر نسخہ

ایک مرتبہ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ کے وقت میں ایک عابد شخص تھا۔ وہ حضرت بایزید قدس سرہٗ کے مریدوں سے اسرارِ الٰہی اور معرفت کی باتیں سنتا رہتا تھا۔ اور گاہے گاہے حضرت بایزید قدس سرہٗ کے حضور حاضر بھی ہوا کرتا تھا۔ اس نے ایک دن حضرت بایزید قدس سرہٗ کی خدمت میں عرض کی "یا حضرت میں ساری رات اللہ کی عبادت و بندگی میں کھڑا رہتا ہوں اور دن کو روزانہ روزہ سے رہتا ہوں۔ اور زہد و ریاضت اور مجاہدوں کی وجہ سے بھی مشہور ہوں۔ اس کے باوجود وہ اسرار و علوم جو آپ کے مرید بیان کرتے ہیں۔ میں انکو سمجھنے سے بھی قاصر ہوں اسکی وجہ کیا ہے"؟ حضرت بایزید قدس سرہٗ نے فرمایا "اے بھائی! تو نے ایسے مقامات میں وقت بسر کیا ہے جو عزت اور مرتبے والے ہیں۔ لیکن اگر تیری یہ مرضی ہو کہ تو بھی یہ اسرار و علوم حاصل کر لے۔

تو یوں کر کہ شہر کے بچّوں کو مٹھائی دے کر اپنے پیچھے لگا کہ وہ تجھے گالیاں دیں۔ اور تجھ کو بُرے ناموں اور بُرے القاب سے پکارتے اور خوار کرتے چلیں اور تو ایسی خواری و ذلّت کی حالت میں گھر گھر سے بھیک مانگتا پھرے۔ یہ سب کچھ کر چکنے کے بعد تو پھر میرے پاس آنا تاکہ میں تجھکو بھی ان اسرار و علوم سے بہرہ یاب کر دوں۔"

وہ بولا "یہ تو مجھ سے ہرگز نہ ہو سکے گا۔ ہاں اگر اور کوئی حکم فرمائیں تو حاضر ہوں" حضرت بایزید قدسنا اللہ باسرارہ نے فرمایا "اگر تجھ سے یہ نہیں ہو سکتا تو دوسرا بھی تجھ سے نہ ہو سکے گا۔"

اس کے بعد حضرت والا نے فرمایا کہ اس عابد و زاہد کی بیماری اور باطنی مرض کا علاج یہی تھا۔ جو حضرت بایزید بسطامی قدسنا اللہ باسرارہ نے اسکو بتایا تھا۔ کیونکہ وہ متکبر تھا۔ اسکو اپنی برتری اور عزت و مرتبہ کا بڑا خیال رہتا تھا۔ اس کے لیے حضرت شیخ قدس سرہٗ کا یہ (نسخہ) اکسیر کا حکم رکھتا تھا۔ مگر وہ بے نصیب اسکے استعمال سے منکر ہو گیا اور اسی وجہ سے محروم رہ گیا۔ اس نسخے علاوہ اسکا کوئی دوسرا علاج تھا ہی نہیں۔"

زندگی کس طرح بسر کرنی چاہیئے

حضرت پیر سائیں قدس سرہٗ اللہ باسرارہٖ نے دورانِ وعظ فرمایا کہ "آدمی جس وقت پیدا ہوتا ہے۔ اس وقت روتا ہوا آتا ہے۔ پھر اگر وہ مرتے وقت بھی روتا ہوا گیا تو کہا جائیگا کہ وہ انسان نہیں حیوان ہے بلکہ سمجھنا چاہیئے کہ وہ شخص بڑے خطرے میں ہے۔ چاہیئے کہ زندگی اس طرح گذاری جائے کہ مرتے وقت خوشی کے ساتھ ہنستا ہوا جائے۔

کسی شاعر نے کیا ہی خوب کہا ہے۔ ؎

یاد داری کہ وقتِ زادنِ تو
ہمہ خنداں بودند تو گریاں

آنچناں زی کہ وقتِ مردنِ تو!
ہمہ گریاں شوند تو خنداں

یعنی کیا تجھ کو یاد ہے کہ جس وقت تو پیدا ہوا تھا، ہر شخص (خوشی سے) ہنس رہا تھا۔ اور تُو رو رہا تھا۔ اب دنیا میں تو اس طرح جی کہ جب تیرا یہاں سے انتقال کا وقت آئے تو تُو ہنستا ہوا جائے۔ اور سب تیرے لئے روتے رہیں۔ اس مقام پر مکتوبات خواجہ یحیٰ منیری قدس اللہ سرہٗ الاقدس میں منقول ہے کہ ایک بزرگ کی وفات کا جب وقت آیا تو لوگوں نے دیکھا کہ وہ ہنس رہا ہے۔ لوگوں نے پوچھا "آپ کا مرنا بھی عجیب ہے کہ سکرات کے وقت آپ نے ہنسنا شروع کر دیا ہے" جواب میں اس بزرگ نے یہ شعر پڑھ دیا۔ ؎

خوبرویاں چوں پردہ برگیرند
عاشقاں پیش شاں چناں میرند

یعنی، جب محبوب پردہ اُٹھادیتے ہیں اور اپنی تجلی سے سرفراز فرماتے ہیں تو ان کے سامنے اسی طرح عاشق جان دے دیا کرتے ہیں۔ جسطرح میں دے رہا ہوں"۔ ؎۱

اپنے اعمال پر نظر کر کے دیکھو

خلیفہ سید منٹھو علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہم نے فرمایا کہ "اگر کسی شخص کو کوئی "بے ایمان" کہہ کر پکارے تو اسکو سوچنا چاہیئے اور دل میں خیال کر کے دیکھے کہ آیا میں واقعی مومن ہوں۔؟ اگر مومن ہے تو اس پر رنج نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ اس کا یوں کہنا بیکار ہے۔ اور اس کے کہنے سے بے ایمان نہ ہوسکے گا۔ بلکہ خود کہنے والا ہی گنہگار ہوگا جس کی جزا اسکو مل کر رہے گی۔ اور اگر کوئی شخص اسکو "ولی" کہکر پکارے تو بھی دل میں سوچنا ضروری ہے۔ اگر ولی نہ ہو تو اسکو خوش نہیں ہونا چاہیئے"!

؎۱ علامہ اقبال علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔ ؎

نشان مردِ مومن با تو گویم
چوں مرگ آید تبسم برلب اوست

میں تجھے مردِ مومن کی علامت بتاؤں؟ وہ یہ ہے کہ جب موت آئے تو اسکے لبوں پر تبسم ہو"۔ (ابوالحسان قادری، غفرلہٗ)

اے عزیز! آپ کے اس ارشاد میں ایک معنیٰ مضمر ہے۔ کیونکہ اس کے حق میں جو بے ایمانی یا ولی کا لفظ کسی بھی شخص نے کہا۔ تو اسکو بھی کلیم کی صفت سمجھے۔ پھر نظر کر کے دیکھے اور اپنے افعال کو انصاف کے ترازو میں تولے۔ اگر افعال بد نظر آئیں تو ان سے توبہ تائب ہو کر اللہ تعالیٰ کی جانب رجوع کرے۔ لیکن اگر اعمال نیک دیکھے تو حمدِ الٰہی بجا لائے۔ اور آئندہ تقدیر کی مخالفت سے خائف رہے اور مغروری میں نہ آجائے۔ ؎

نیک باشی وبدت گوید خلق

بہ کہ بد باشی ونیکت بینند

اگر تو نیک ہو اور لوگ تجھے برا کہیں تیرے لئے یہ اس سے بہتر ہے کہ تو ہو تو بد اور لوگ تجھے نیکوکار سمجھیں۔

طالب کو دریا کے مانند ہونا چاہیئے

قائم فقیر نظامانی علیہ الرحمتہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت پیر سائیں قدس اللہ باسرارہٗ ، تُنڈہ بہادر فقیر نظامانی میں تشریف فرما ہوئے تو وہاں دوران وعظ ارشاد فرمایا کہ "لاڑ" کے آدمیوں کو ہم نے بہتیرا کہا لیکن ہمارے کہنے سے وہ 'حال' کو 'قال' اور 'قال' کو 'حال' سمجھ بیٹھے۔ نیز یہ بھی فرمایا کہ طالب کو دریا کے مانند ہونا چاہیئے اسکو ایک ڈبہ نہ بننا چاہیئے۔ کہ اگر اس میں ایک ڈھیلا بھی پڑ جائے تو وہ میلا اور گدلا ہو جائے۔

ابلیس کے ملعون ہونے کی وجہ

حضرت پیر سائیں قدس اللہ سرہٗ الاقدس نے فرمایا کہ یہ شیطان جو کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ سے راندہ گیا اور رحمت عام سے ناامید اور محروم رہ گیا۔ اسکی وجہ یہ تھی کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی حکم عدولی کی۔ اس نے یہ حکم عدولی حسد اور تکبر کے باعث کی اور اسکو یہ حسد اس وجہ سے ہوا کہ جب اس نے یہ خبر سنی کہ اللہ تبارک و تعالیٰ زمین میں خلیفہ پیدا کرے گا تو وہ اپنے دل میں پکی طرح سمجھ بیٹھا کہ جیسے کہ آسمانوں میں خلیفہ میں ہوں اور ملائکہ کا میں استاد ہوں۔ اسی طرح زمین کا تاج خلافت بھی میرے ہی سر پر رکھا جائے گا۔ لیکن جب اس کے اس خیال کے برخلاف خلافت کا اعزاز حضرت آدم علیہ السلام کو مرحمت ہوا تو ابلیس کو حسد کی آگ لگ گئی۔ جس نے اس کی جان کو جلا کر رکھ دیا۔ حضرت آدم علیہ السلام پر اپنی برتری جتانے اور تکبر کرنے کا ذکر اس آیت شریفہ میں ہے کہ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَہٗ مِنْ طِیْنٍ۔ یعنی، اے رب العالمین! تو نے مجھ کو آگ (جو کہ جوہر لطیف ہے) سے پیدا کیا ہے اور حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی (جو کہ جسم کثیف ہے) سے پیدا کیا۔ پس ان دو اسباب تکبر اور حسد کا نتیجہ یہ نکلا کہ، فرمایا گیا، اِنَّ عَلَیْکَ لَعْنَتِیْٓ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ۔ یعنی قیامت تک کے لیے لعنت کا طوق اس کے گلے میں پڑ گیا۔

اے عزیز! ان ہر دو شیطانی خصلتوں سے خود کو بچا کر رکھنا چاہیئے۔

ارشادات و نصائح سننے کا مقصد

خلیفہ میاں لقمان رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ کسی شخص نے حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ العزیز کے حضور عرض کی یا حضرت! اگر آپ کے ارشادات و نصائح لوگوں کو سنائے جائیں تو ان کو بڑا فائدہ حاصل ہو۔ آپ نے فرمایا اے یار! نصیحت کی باتیں سننے کا مطلب یہ ہے کہ ان پر عمل کیا جائے۔ یہ نہیں کہ دوسروں کو تو سنایا جائے اور خود خالی رہا جائے۔ جیسے کہ ایسے اشخاص کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اَتَأْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ۔ آیا کر تم لوگوں کو نیکی کا حکم کرتے ہو لیکن تم اپنی جانوں کو بھلا رکھتے ہو؟ [1]

---

[1] حضرت بو علی قلندر قدسنا اللہ باسرارہ کیا ہی خوب فرماتے ہیں۔ ؎

وعظ گوئی خود نیاری در عمل
چشم بندی ہمچوں شیطان دغل

دام اندازی برائے مرد و زن
خویش را گوئی منم شیخ زمن

تو لوگوں کو وعظ سناتا ہے لیکن خود عمل نہیں کرتا۔ مکار شیطان کی طرح لوگوں کے سامنے اپنی آنکھیں بند کر کے یوں نمائش کرتا ہے کہ گویا تو بڑا پارسا ہے۔ تو مردوں اور عورتوں کے لئے جال لگاتا ہے اور خود کو کہتا ہے کہ میں زمانے بھر کا پیر ہوں۔ (فقیر ابو الحسان قادری غفرلہٗ)

ہر بُری عادت کے موافق قبر میں صُورت مسخ ہو جاتی ہے

خلیفہ میاں لقمان علیہ الرحمتہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ نے فرمایا "ایک شخص جو اللہ تعالیٰ کا طالب صاحب مکاشفہ تھا۔ اس کا باپ فوت ہو گیا تو وہ اپنے باپ کا حال احوال معلوم کرنے کیلئے اسکی قبر پر مراقبہ میں بیٹھ گیا۔ اسکو یوں دکھائی دیا کہ قبر کے اندر ایک چوہا گھوم پھر رہا ہے۔ اس نے اسی طرح تین دن قبر پر مراقبہ کیا اور تینوں دن اسے یہی چوہا قبر میں دکھائی دیا۔ تیسرے دن جب کہ وہ قبر پر مراقب تھا۔ اس چوہے نے اس سے پوچھا "تو یہاں کیا دیکھتا ہے"؟ وہ بولا "میں اپنے باپ کو دیکھنا چاہتا ہوں" چوہے نے کہا "میں ہی تیرا باپ ہوں۔ دنیا میں میں حریص تھا۔ جسکی پاداش میں مجھ کو چوہے کی شکل میں بدل دیا گیا ہے"! یہ بیان فرما کر حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ "ہر آدمی کی شکل، محمدی صورت پر ہے (صلے اللہ علیہ وسلم) اور اس صورت پر کچھ بھی حساب یا گرفت کا قلم نہیں ہے لیکن اس صورت کا قائم رہنا اس وقت تک مشکل ہے۔ جب تک کہ تخلق بہ اخلاق محمدی (صلے اللہ علیہ وسلم) حاصل نہ کر لیا جائے۔ یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت میں قدم بہ قدم عمل کیا جائے پس جس شخص کو اخلاق محمدی حاصل ہیں اسکو تبدیلی صورت کا کچھ خوف نہیں ہے اور وہ حساب و عذاب سے بھی آزاد رہے گا۔

باقی بری عادات اور بداعمالیوں کی وجہ سے آدمی کی صورت اس کے اعمال کے موافق کسی نہ کسی حیوان کی صورت میں مسخ کر دی جائے گی۔ پس جس کسی کو حسد اور جھگڑنے کی عادت ہوگی اور وہ دوسرے کو اپنے جیسا نہ سمجھتا ہوگا۔ تو اسکو کتے کی شکل میں بدل دیا جائے گا۔ اور جسے شہوت کا غلبہ ہوگا۔ اور وہ ناجائز شہوت رانی کرے گا۔ تو مرنے کے بعد اسکی شکل گدھے جیسی ہو جائے گی۔ علیٰ ھذالقیاس، دوسری بری عادتوں کو بھی سمجھنا چاہیئے اور اس پر مثنوی شریف سے یہ شعر بطور شاہدی، پڑھا۔ ے

ہر خیالے کو کند در دل وطن
روز محشر صورتے خواھد شدن

جو خیال کسی کے دل میں جاگزین ہوگا۔ وہی خیال، روز قیامت متشکل ہو کر ظاہر ہوگا۔

قاتل میرے حجرے میں چھپا ہے

ایک دفعہ حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہٖ نے ارشاد فرمایا۔ "کوئی آدمی کسی شخص کو قتل کر کے خون آلودہ ننگی تلوار ہاتھ میں لئے آیا اور ایک بزرگ کے حجرے میں جا چھپا۔ مقتول کے وارث اس کے تعاقب میں دوڑتے آرہے تھے۔ انہوں نے اس بزرگ سے پوچھا "ایک آدمی جو قتل کر کے خون آلودہ ننگی تلوار لئے یہاں آیا تھا وہ کہاں گیا؟" اس بزرگ نے کہا "حجرے میں چلا گیا ہے"! وہ آدمی حجرے میں داخل ہو گئے۔ تلاش کرنے کے باوجود انکو وہ قاتل نہ ملا۔ جب وہ باہر نکلے تو اس بزرگ کے قدموں پر گر پڑے۔ اور عذر خواہی کرتے ہوئے بولے

ہم سے بے ادبی ہوگئی ہے۔ براہ کرم آپ ہمکو معاف فرمادیں۔"
اور ہم نے اس قاتل کا جرم بھی بخش دیا۔" پھر جب وہ آدمی چلے گئے
تو بزرگ نے اس قاتل کو آواز دیکر بلایا۔ وہ شخص باہر آکر بولا۔ میں
آپ پر بھروسہ کر کے حجرے میں آچھپا تھا لیکن آپ ہیں کہ، صاف
بتا دیا کہ وہ حجرے میں چھپا بیٹھا ہے۔"؟

بزرگ نے فرمایا:"میرے سچ کہنے کی برکت سے تجھ کو اللہ تعالیٰ
نے دشمنوں سے چھڑا دیا۔ اگر میں جھوٹ بول دیتا تو وہ تجھے مار کر ہی
جاتے۔ کیونکہ۔ اَلصِّدقُ یُنجِیْ وَالکِذْبُ یُھلِکُ۔ یعنی سچ (ہمیشہ) نجات
دینے والا ہے اور جھوٹ (آخرکار) ہلاک کر دیتا ہے۔

پہلے ہی جھوٹ سے ایمان چلا جاتا ہے

حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ نے ارشاد فرمایا:"جب
کوئی شخص جھوٹ بولتا ہے تو اسکا ایمان پہلے ہی جھوٹ سے چلا
جاتا ہے۔ پھر جتنے جھوٹ چاہے بولتا رہے۔ اکی دولتِ ایمان
تو پہلے دفعہ جھوٹ بولنے ہی سے ضائع ہوگئی۔"

اے عزیز! حضرت والا کے ارشاد پر یہ آیت شریفہ شاہد ہے
لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الکَاذِبِیْن۔ یعنی جھوٹوں پر اللہ تعالیٰ جلّ شانہٗ کی لعنت
ہے۔ اور صفتِ کذب کافروں کی بتائی گئی ہے۔ تو پھر کفر والی صفت
سے ایمان کہاں رہ سکے گا۔؟ جس طرح پانی اور آگ باہم نہیں رہ سکتے
کیوں کہ اَلضِّدَّانِ لَا یَجْتَمِعَانِ۔ مقررشدہ قانون ہے کہ دو ضِد یکجا
نہیں ہو سکتے۔

توبہ کر، توبہ کر، توبہ کر

حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ ایک سفر کے دوران کچھ علیل ہو گئے تو حضرت صاحبزادہ سید صبغت اللہ شاہ اوّل قدس اللہ سرہ الاقدس نے ایک فقیر رستم ابڑے، کو گھوڑے پر سوار کر کے حکم فرمایا کہ جاؤ۔ قصبہ "بدین" سے دوائیں لے آؤ۔ جب وہ فقیر دوائیں لے کر واپس آیا تو حضرت صاحبزادہ صاحب نے فرمایا "اے رستم! گھوڑے نے تو تجھے بہت تکلیف دی ہو گی؟" اس نے عرض کی "یا حضرت! اس نے تو مجھ ضعیف کی ہڈیاں اکھاڑ ڈالی ہیں"!

حضرت والا نے یہ سن کر غصہ سے فرمایا "توبہ کر" اس نے توبہ کی۔ پھر دوبارہ فرمایا "توبہ کر" اس نے پھر توبہ کی۔ پھر تیسری مرتبہ توبہ کرائی اور اس کے بعد فرمایا "ایسا جھوٹ نہیں بولنا چاہیئے۔ کہ گھوڑے نے میری ہڈیاں اکھاڑ ڈالی ہیں۔ حالانکہ تیرے سب اعضاء اور تمام ہڈیاں صحیح سلامت ہیں"!

کمال حیاء۔ پردہ پوشی

خلیفہ محمود علیہ الرحمتہ لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ نے مجھ سے بیان فرمایا کہ۔ ایک دفعہ ہم "نہر لودلہ" کے کنارے چلے جا رہے تھے کہ نہر کے کنارے جنگل میں ہم نے ایک عورت کو ایک اجنبی مرد کے ساتھ مل کر بیٹھے دیکھا تھا۔ اور اب جس وقت بھی ہم ان کو دیکھتے ہیں تو حیاء سے ہم اپنا منہ جھکا لیا کرتے

ہیں۔" پھر آپ نے فرمایا "مومن کے عیب کو دیکھ لیا جائے تو پردہ پوشی کر دی جائے۔ اسکی پردہ دری نہ کرنی چاہیئے"۔ کسی دانا کا قول ہے۔ ؎

بپوش گر بہ خطائے رسی و طعنہ مزن
کہ ہیچ نفس بشر خالی از خطا نبود

اگر تو کسی کی کوئی خطا دیکھے تو اس کی پردہ پوشی کر اور طعنہ نہ دے۔ کیونکہ کوئی بھی فرد بشر خطا سے خالی نہیں ہو سکتا۔

درجۂ ولایت کا حصول

حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا "ہم ذات پاک جل جلالہ کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص پورا ایک سال جھوٹ نہ بولے اور نہ غیبت کرے۔ اپنی زبان کو ان سے پاک و صاف رکھے تو یقیناً اس کو درجۂ ولایت حاصل ہو جائیگا"۔

غیبت کانوں سُنی تو کیا آنکھوں دیکھی بھی نہیں کرنی چاہیئے

احمد فقیر ناہیو علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہٗ حجام سے حجامت بنوا رہے تھے۔ کہ ایک شخص نے غیبت جیسی کوئی بات شروع کردی۔ آپ نے اس سے فرمایا "کان تو اصلاً نہ بنا چاہیئے۔ مگر آنکھ بھی نہ بنا چاہیئے" یعنی غیبت جیسی بات کانوں سُنی تو نہ کی جائے مگر آنکھوں دیکھی بھی نہیں کرنی چاہیئے۔

حلم و حُسنِ جواب

ایک دفعہ حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہٗ چند سوالیوں کو چھڑانے کے لیئے میر غلام علی ٹالپر حاکم سندھ کے پاس تشریف فرما ہوئے۔ دورانِ گفتگو میر صاحب مذکور نے بطور اعتراض کہا "یا حضرت! آپ نے کھیتی تو بہت کاشت کی لیکن ساری سقیم ہوگئی" یعنی خراب ہوگئی۔ آپ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ "سقیم ہوگئی ہے تو بھی حکام کے خراج سے بے حساب رہے گی"! دوسری جگہ ایک معترض نے عرض کی "یا حضرت! آپ کے فقراء بھات بہت ہی زیادہ کھاتے ہیں"

آپ نے فرمایا "جو آدمی بیمار ہوتے ہیں ان کے لیئے زیادہ کھانا مشکل ہوتا ہے۔ لیکن جو چنگے بھلے، تندرست توانا ہوں گے وہی خوب سیر ہو کر کھائیں گے۔ اور اس سے انکو کچھ تکلیف بھی نہ

ہو گی "!

ایک دوسرے مقام پر بھی اپنے اندرونی بغض کے باعث اعتراض کیا تھا کہ "یا حضرت! آپ کے مرید تیل سرمہ کے بڑے دلدادہ ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ "جو عورت خوش خلق سلیقہ مند، سگھڑ ہوتی ہے اس کی اولاد بھی صاف ستھری اور آراستہ پیراستہ ہوتی ہے اور جو عورت خود بدخصلت، گندگی اور پلیدی میں ڈوبی ہوئی ہو گی تو اسکی اولاد بھی ویسی ہی گندی نظر آئے گی"!

دو بزرگوں کی نوک جھوک

ایک دفعہ حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ العزیز نے فرمایا کہ ایک دن سید میاں ابراہیم شاہ علیہ الرحمتہ نے حضرت مخدوم صاحب قدس اللہ سرہٗ الاقدس سے بوقت ملاقات کہا کہ "یا حضرت! یہ کیا وجہ ہے کہ اگر کوئی طالب ہمارے حضور آتا ہے تو تاحیات ہماری خدمت سے علیحدہ نہیں ہوتا اور آپ کے پاس جو بھی آتا ہے وہ ٹھہرتا ہی نہیں۔ صرف چار یا پانچ ماہ رہ کر رخصت لیکر چلا جاتا ہے"؟

حضرت مخدوم صاحب نے جواباً فرمایا "اسکی وجہ یہ ہے کہ جو بھی روشن آنکھوں والا ہے اور نور والا شخص آپ کے پاس آجاتا ہے۔ وہ اندھا ہو جاتا ہے اور نابینا ہو جانے کی وجہ سے آپ کی خدمت سے علیحدہ ہو کر کہیں اور چلے جانے کی اس میں طاقت ہی نہیں رہتی اور ہمارے پاس کوئی اندھا بھی آجاتا ہے تو بینا

(روشن آنکھوں والا) ہو جاتا ہے۔ اس لیے وہ مطلب حاصل کر لینے کے بعد رخصت لے کر چلا جاتا ہے"!

ابوجہل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب نفیس

حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ العزیز نے فرمایا کہ "جب آیہ مبارکہ۔ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ۔ نازل ہوئی۔ جس کا معنیٰ ہے کہ کوئی خشک و تر چیز ایسی نہیں جسکا ذکر قرآن شریف میں نہ ہو تو یہ آیہ مبارکہ سن کر ابوجہل حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور بولا "تم جو کہتے ہو کہ کوئی بھی خشک و تر چیز ایسی نہیں جس کا ذکر قرآن شریف میں موجود نہ ہو۔ تو پھر مجھ کو دکھاؤ کہ میری بکری داڑھی کا ذکر قرآن میں کہاں آیا ہے"؟

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تیری داڑھی کا ذکر قرآن میں ہے اور یہ آیت شریفہ تلاوت فرمائی۔ وَالَّذِيْ خَبُثَ لَا يَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا۔ یعنی جو زمین کلراٹھی ہے وہ نہیں اُگاتی کوئی گھاس مگر تھوڑا (خال خال) اور بے فائدہ۔ جس سے کچھ فائدہ حاصل نہ ہو سکے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سے ابوجہل کی داڑھی کی نشان دہی فرمائی"۔

غیبت کرنی ہی ہو تو اپنے ماں باپ کی کر لے

خلیفہ سید مٹھو علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ نے دوران وعظ فرمایا "کسی بھی شخص کی غیبت

نہیں کرنی چاہیے لیکن اگر کوئی اس سے خواہ مخواہ باز نہ رہ سکتا ہو تو پھر اسے چاہیئے کہ اپنے ماں باپ کی غیبت کر لے تاکہ پھر بھی اعمال کا خزانہ تو دوسروں کے ہاتھوں میں نہ چلا جائے بلکہ اس کے والدین کے حوالے ہو گیا تو ضائع ہونے سے تو بچ رہا کیونکہ روز قیامت غیبت کرنے والے کے نیک اعمال اس سے چھین کر جس کی غیبت کی ہوگی اسکو دلا دیئے جائیں گے۔"

اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا

ایک دفعہ حضرت والا پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ نے فرمایا۔" ایک صحابی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور میں قریب آکر بیٹھ گیا۔ سرکار دوعالم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا "اے بھائی! ہم سے پرے ہٹ کر بیٹھ کہ تیرے منہ سے ہمیں انسانی گوشت کی بو آرہی ہے۔ اس صحابی نے عرض کی "یا رسول اللہ! یہ کیونکر"؟ آپ نے فرمایا، تو نے اپنے کسی مؤمن بھائی کی غیبت کی ہے۔ اور غیبت کرنا ایسا ہی ہے کہ جیسا کہ اپنے بھائی کا گوشت کھانا۔ جیسے کہ اللہ تعالےٰ جل شانہٗ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ (الآیۃ) تم میں کوئی بھی ایک دوسرے کی غیبت نہ کرے آیا کہ تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے۔؟ پس اس کو تو تم ناپسند کرو گے۔"

عورتیں غیبت سے باز نہ آئینگی

حضرت پیر سائیں قدس اللہ سرہٗ نے فرمایا "عورتیں خواہ صاحب حال ہوں تو بھی ان کی مثال چیونٹی جیسی ہے۔ کہ اگر وہ، آدمی کے اعضاء پر پھر پہنچیں تو کاٹیں گی ضرور۔ "اهڙي طرح هي آهين" یعنی عورتیں خواہ صاحب حال ہوں گی تو بھی غیبت سے باز نہ آئیں گی"

حق شرعی کا لحاظ

خلیفہ محمود علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ میرے چاچے حاجی مراد کی وفات ہوگئی۔ مرحوم نے پسماندگان میں اپنے کمسن بچے اور بیوی کو چھوڑا تھا۔ اس کی ملکیت بہت تھی مگر ہماری چاچی نے اپنی ملکیت کو تقسیم کر کے علیحدہ نہیں کرایا تھا۔ اس لئے یہ چھوٹے بچوں کا مال اس کے حصہ میں ملحق تھا۔ ہم اس سے کہا کرتے تھے۔ تو وہ یہ جواب دیا کرتی تھی کہ میرا حصہ زیادہ ہے۔ بچوں کو میں خود دے دوں گی۔ ایک دفعہ اس نے میلاد النبی صلے اللہ علیہ وسلم کی تقریب میں خیرات کی اور مجھکو بھی دعوت کے لئے پیغام بھیجا۔ میں نے انکو کہلا بھیجا کہ بچوں کا حصہ علیحدہ کر کے اپنے حصہ میں سے عرس شریف کی خیرات کرے تو میں تیری دعوت قبول کروں گا۔ لیکن وہ ہمارے کہنے پر عمل نہ کرتی تھی۔ بالآخر ایک دفعہ حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ میری دعوت پر تشریف فرما ہوئے اور آپ زیارت کرانے گھر میں تشریف لے گئے تو وہاں میری چچی بھی موجود تھی۔ اسوقت میں نے حضرت والا کی

خدمت میں عرض کی "یا حضرت! میرا چچا حاجی مراد کا وصال ہو چکا ہے۔ اور اس نے اپنے پیچھے چھوٹے بچے چھوڑے ہیں۔ وہ ملکیت بھی بہت چھوڑ گیا ہے۔ ہماری چچی ملکیت تقسیم نہ کرنے کے باوجود عرس کی خیرات کیا کرتی ہے۔ اس لیے ہم اسکی دعوت قبول نہیں کرتے تو وہ ہم پر ناراض ہوتی ہے۔ اس وقت حضرت والا نے میری چچی سے فرمایا کہ خلیفہ ٹھیک ہی کہتا ہے۔ بچوں کا حصہ علیحدہ کر دینا چاہیئے بلکہ اس طرح کرو کہ اگر ان کے خورد و نوش سے کچھ بچ رہا تو وہ تم کھالو اور اتنا اناج ان کے حصے میں داخل کر دیا کرو۔" میری چچی کو یہ بات پسند نہ آئی اور اس نے عرض کی "یا حضرت! حضور کے مرید افراتفری کے دنوں میں لوگوں کا اناج، چاول، گما دو مٹھائیاں اٹھا لاکر کھا لیا نہیں کرتے"؟

آپ بھی اس پر غصہ میں آگئے، فرمایا "وہ اللہ تبارک و تعالے کا ذکر کیا کرتے ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ ان کے گناہ معاف کر دیا کرتا ہے۔ ہم تجھے حق شرعی کے لحاظ سے کہہ رہے ہیں۔ اگر تو نہیں مانتی تو خود جان۔ آپ نے غصہ سے اپنے ہاتھ جھٹکے اور یہ الفاظ بھی فرمائے۔

اگر تو ایسا ہی سخی ہے تو ....

صالح فقیر ابڑو علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ ایک جولاہے نے حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ العزیز سے مسئلہ پوچھا کہ "یا حضرت! اگر کوئی شخص 'نڑی' کا سوال کرے تو اسکو 'نڑی' دے

دینا جائز ہے یا نہیں؟ آپ نے فرمایا کہ "اگر تم نے، کے مالک نے اجازت دے رکھی ہو کہ اتنے یا اتنے نڑے اپنے کام میں لا سکتے ہو تو اسی قدر دے دینا جائز ہے اور اس سے زیادہ دے دینا جائز نہ ہوگا" پھر اس پر آپ نے تمثیلاً ارشاد فرمایا کہ "ایک بزرگ نے کسی شہر میں مکان کرایہ پر لیا اور اس میں رہنے لگا۔ ایک دن وہ بزرگ کسی کے سوال کرنے پر اسکا خط لکھ رہا تھا کہ کاغذ پر قلم میں سے سیاہی گر پڑی۔ وہ بزرگ اس خیال سے اُٹھا کہ تھوڑی سی مٹی لیکر سیاہی کے اس دھبے پر ڈال دوں مگر اٹھتے ہی اس کے دل میں خیال گذرا کہ میں نے مالک مکان سے یہ مکان رہائش کے لیے کرایہ پر لیا ہے۔ لیکن مٹی کو کام میں لانے کی اجازت اس سے نہیں لی ہے: یہ خیال آتے ہی اس نے مٹی اٹھانے کا ارادہ ترک کر دیا مطلب یہ کہ دوسروں کے حق کو یونہی سمجھنا چاہیئے۔

جیسا کہ اس بزرگ نے سمجھا" اجب حضرت والا یہ مثال بیان فرما چکے تو اس جولاہے نے عرض کی "یا حضرت! تو خواہ وہ سائل خالی ہاتھ ہی واپس چلا جائے"؟ آپ نے فرمایا "اے بزرگ! اگر تو ایسا ہی سخی ہے تو اپنی ملکیت میں سے دو تین نڑے اپنے پاس رکھ چھوڑا کر، پھر جو سائل تیرے پاس آئے اسکو دیتا رہ"

تم شریعت کی باتیں تو بہت کرتے ہو لیکن

خلیفہ میاں لقمان علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ جبکہ حضرت پیر سائیں قدس سناالله باسرارہ علاقہ "داد پوٹہ" میں دعوتوں کے سلسلہ میں روانہ ہوئے تو میں نے بھی اپنے گاؤں سے آپ کی قدم بوسی کے لیئے علاقہ "داد پوٹہ" جانے کا ارادہ کیا۔ اور میاں خدا بخش نظامانی نے مجھے سواری کے لیئے ایک گھوڑی دیدی۔ میں اس گھوڑی پر سوار ہو کر بڑی مشکل سے علاقہ "داد پوٹہ" میں پہنچکر آپ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو گیا۔ میرے آنے سے آپ بڑے خوش ہوئے۔ اسی سفر میں ایک دن میاں قابل شاہ علیہ الرحمتہ یہ گھوڑی مجھ سے مانگ کر اس پر سوار ہوئے۔ چلتے ہوئے جب حضرت والا نے اسے دیکھا تو دیکھتے ہی میاں قابل شاہ سے فرمایا کہ "واہ واہ بزرگ! دعولے شریعت کی باتیں تو تم بہت کرتے ہو لیکن دوسرے کی گھوڑی پر اسکے مالک کی اجازت کے بغیر ہی سوار ہو گئے ہو"؟ میاں قابل شاہ نے عرض کی "یا حضرت! میں نے خلیفہ لقمان سے اجازت لے لی ہے"۔ آپ نے فرمایا "گھوڑی کا مالک لقمان تو نہیں ہے کہ اسکی اجازت شریعت کی رُو سے درست ہو۔ اس کے لیئے صرف یہ درست ہے کہ وہ خود اس پر سوار ہو کیونکہ اس کے مالک سے اسکو اسکی اجازت ہے لیکن تمہیں اس پر سوار ہونا بالکل جائز نہ ہوگا"۔

المؤمن مرأة المؤمن

حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ نے فرمایا: "ایک شخص مرشد کی تلاش میں تھا۔ اور وہ جس بھی کامل کے حضور حاضر ہوتا وہیں استخارہ کرکے دیکھتا تھا۔ اس کے جواب میں اسکو خواب میں خنزیر کی صورت نظر آیا کرتی تھی۔ جسکی وجہ سے وہ وہاں سے مایوس ہوکر کسی دوسری طرف چلا جاتا تھا۔ اسی دوران وہ ایک بزرگ کامل کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور وہاں استخارہ کیا تو حسب سابق خواب میں خنزیر کی صورت دیکھکر واپس ہونے لگا۔ اس بزرگ نے اس سے پوچھا "تیرا یہاں آنے کا کیا مقصد تھا"؟ اور پھر واپس کیوں جا رہا ہے"؟ اس پر اس شخص نے اپنا سارا حال اس بزرگ کو کہہ سنایا۔ بزرگ نے کہا "تو آج کی رات بھی ہمارے پاس ٹھہر جا اور حسب معمول پھر استخارہ کرکے دیکھ پھر جو خواب میں تجھ کو خنزیر کی صورت نظر آیا کرتی ہے اب نظر آئے تو تو اس کے دونوں کانوں کو اپنے ہاتھوں سے پکڑ لینا۔ پھر تجھے تیرے خواب کی تعبیر معلوم ہو جائیگی اور تمام راز کھل جائے گا"۔

وہ شخص وہیں ٹھہر گیا۔ اور بزرگ کے ارشاد کی تعمیل میں استخارہ کرکے سو گیا۔ خواب میں جب اسکو وہ صورت نظر آئی تو اس نے اسکے دونوں کانوں کو اپنے ہاتھوں سے پکڑ لیا۔ اور پکڑتے ہی اس کی آنکھ کھل گئی۔ پھر دیکھتا کیا ہے کہ خنزیر کے بجائے اس نے اپنے ہی کانوں کو پکڑ رکھا ہے۔ تب اسکو معلوم ہوگیا کہ رات کو جو وہ خنزیر کی صورت دیکھا کرتا تھا۔ وہ خود اپنی ہی صورت تھی۔

عجیب انکساری۔ کمال حسن خلق

حاجی احمد ٹاپیر علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ العزیز نگر ٹھٹھ کے سفر کو روانہ ہوئے۔ میں آپ کے ہمرکاب تھا۔ جب وہاں سے واپس ہوئے۔ تو راستہ میں ایک نہر سے گذرے۔ میں اور چند فقیر آپ کے گھوڑے کے آگے دوڑتے چلے آرہے تھے۔ اس نہر میں سے گذرتے وقت گھوڑے کے چلنے سے پانی کے چھینٹے ہمارے کپڑوں پر گرے۔ جب ہم نہر سے باہر نکلے تو آپ نے فرمایا "اے یارو! ہمکو معاف کر دینا کہ ہمارے گھوڑے کے چلنے سے تم پر پانی کے چھینٹے پڑ گئے ہیں" آپ نے دوبارہ بھی اسی طرح فرمایا تو دوسرے سب فقیروں نے عرض کی "قبلہ! ہم نے معاف کیا" مگر میں خاموش رہ گیا۔ اس پر آپ نے فرمایا "میاں احمد! تو خاموش چلا آرہا ہے معلوم ہوتا ہے کہ تو نے ہمیں معاف نہیں کیا اس لیے جسقدر چھینٹے تجھ پر پڑے ہوں اتنے چھینٹے تو ہم پر بھی ڈال دے"

اے عزیز! اللہ تعالےٰ جل شانہ نے آپ کے وجود مبارک میں عجیب انکساری اور کمال عاجزی ودیعت فرمائی تھی۔ کہ صرف پانی میں گھوڑے کے چلنے سے مریدوں پر پانی کے چھینٹے پڑ گئے تو آپ ان چھینٹوں کے لئے بھی معافی مانگ رہے تھے۔

حقوق العباد کی نگہداشت

خلیفہ میاں لقمان علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں درگاہ شریف والی مسجد میں حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ کے حضور حاضر تھا کہ آپ نے پینے کے لیۓ پانی طلب فرمایا۔ ایک فقیر نے مسجد کے دریچہ میں سے میرا لوٹا لاکر حاضر خدمت کیا۔ آپ نے اس فقیر سے پوچھا "آیا یہ لوٹا تیرا ہے"؟ اس نے عرض کی "نہیں یا حضرت! اس پر آپ غصہ میں آگئے اور اس سے فرمایا "تو دوسروں کا لوٹا بلا اجازت اٹھا کر ہمیں دیتا ہے"؟

میں نے عرض کی "قبلہ! یہ لوٹا میرا ہے۔ حضور والا پانی نوش فرمائیں"۔ تو پھر آپ نے اس میں سے پانی نوش فرمایا۔ اور میں نے اس لوٹے کو تبرکاً اپنے پاس سنبھال کر رکھ لیا۔

یہ پتھر بھی کھا........

گل فقیر مونگیو علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ العزیز نے ارشاد فرمایا کہ "حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص یتیموں کا مال ناحق کھائے گا۔ تو قبر میں ملائکہ دوزخ کی آگ میں پتھر تپا کر اس شخص کے منہ میں ڈالیں گے۔ جو اسکے حلق سے نیچے اتر کر اسکی مقعد سے نکلتے جائیں گے۔ اور اس سے کہیں گے کہ "یہ پتھر بھی کھا۔ جس طرح تو دنیا میں یتیموں کا مال کھایا کرتا تھا"!

تیرے پاس حال تھا ہی کب؟

ایک دفعہ حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ نے بیان فرمایا کہ "حضرت سلطان العارفین بایزید بسطامی قدس سرہ السامی کے زمانے میں ایک شخص تھا۔ جس کی ساری رات بیقراری اور گریہ وزاری میں بسر ہو جایا کرتی تھی اور وہ یہ سمجھتا تھا کہ میں اللہ تعالے کے بڑے طالبان کاملین میں سے ہوں۔ حضرت شیخ بایزید بسطامی قدس اللہ سرہٗ الاقدس اسکی تعریف و توصیف سنکر سفر کی منازل طے کر کے اسکی ملاقات و صحبت کیلئے اس کے پاس پہنچے۔ آپ نے دیکھا کہ اس شخص کی تمام رات بیقراری اور گریہ وزاری میں گذر جاتی ہے لیکن کھانے پینے میں اسکو کوئی احتیاط نہ تھی۔ جہاں کہیں سے اسے مل جاتا وہ لیکر کھا پی لیا کرتا تھا۔ حلال و حرام کی کچھ تفتیش نہ کرتا تھا۔ ایک دن حضرت شیخ اسکو دعوت دیکر اپنے پاس لے آئے اور اپنے پاس سے اسکو طعام کھلایا۔ اس شخص نے رات کی پہلی گھڑیاں تو حسب عادت بیقراری و گریہ وزاری میں گذاریں مگر رات کے پچھلے حصے میں اسکو نیند آگئی۔ دوسری شب بھی کھانا کھا کر آدھی شب تک اس نے آہ و فغاں کر لی اور پھر نیند آگئی۔ تیسری شب طعام کھا کر جو سویا تو ساری رات نیند ہی میں بسر ہوگئی۔

فجر کے وقت وہ حضرت شیخ بایزید بسطامی قدس سرہ کی خدمت میں فریاد کرتا ہوا آیا اور بولا "کہ آپ نے میرا حال چھین لیا ہے"؟ حضرت شیخ قدس سرہٗ نے فرمایا "تیرے پاس حال تھا ہی کب

جو میں نے چھین لیا ہے؟ بات یہ ہے کہ کھانے پینے کے معاملے میں تو کچھ پرہیز نہ کرتا تھا۔ جس کی وجہ سے شیطان تجھ میں حلول کر جاتا تھا اور چیخ و پکار کرتا رہتا تھا۔ اب جو یہ تین رات ہم نے تجھ کو حلال وجہ کا طعام کھلایا ہے۔ اس کی تاثیر سے شیطان تیرے وجود سے نکل گیا اور اسکو پھر داخل ہونے کی طاقت نہیں ہو رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اب تیری شیطانی چیخ و پکار میں خاموشی آگئی ہے ورنہ میں نے تجھ سے کچھ بھی نہیں چھینا ہے۔"

اے عزیز! آپ کے اس ارشاد مبارک سے معلوم ہوتا ہے کہ طالب کو حلال طعام حاصل کرنے میں بڑی کوشش کرنی چاہیئے اور اس معاملہ میں خاص خیال رکھنا چاہیئے اور حرام اور مشتبہات سے پرہیز اور کنارہ کر لینے کو ضروری سمجھنا چاہیئے۔ عزیمت سے رخصت کی طرف نہیں آنا چاہیئے ورنہ آدمی اس شخص کی طرح شیطان کے حلول سے ہلاک ہو جائیگا۔

اگر یہ کسی بادشاہ کے گھر میں نقب لگاتا تو......

خلیفہ امیر علی علیہ الرحمتہ کا بیان ہے کہ فقیر خالقداد نہ دسان نے گندم کاشت کی تھی۔ اس میں سے اس نے کچھ اناج چوری چھپے لا کر استعمال کر لیا۔ اس کے بعد جب درگاہ مبارک پر آئے تو خلیفہ محمد نابینا علیہ الرحمتہ نے حضرت پیر سائیں قدس سرہ کی خدمت مبارک میں عرض کی۔ "حضرت خالقداد نہ فقیر گندم کاشت کیا کرتا ہے مگر وہاں سے چوری بھی کر لیا کرتا ہے۔" آپ نے فرمایا "اگر یہ کھیتی کی چوری کرنے کے بجائے

کسی بادشاہ کے گھر میں نقب لگاتا تو یہ اچھا تھا۔ کیونکہ اس کے دل میں بادشاہ کا خوف تو ہوتا"!

اے عزیز! یہ الفاظ آپ نے اس فقیر کو تنبیہ و تشنیع کے لیے فرمائے۔ کیونکہ وہ اس گناہ کو گناہ ہی تصور نہ کرتا تھا اور کچھ خوف نہ کرتا تھا۔ حالانکہ جو شخص گناہ صغیرہ کو گناہ نہ سمجھے تو وہ گناہ کبیرہ کے عذاب میں گرفتار ہو جائے گا۔ اور جو کوئی گناہ کبیرہ کو گناہ نہ سمجھے تو وہ کافر ہو جاتا ہے۔ نعوذ باللہ تعالیٰ منہ۔

کمال احتیاط

ایک دن حضرت پیر سائیں قدس اللہ سرہٗ نے ارشاد فرمایا" صحیح بخاری کے مصنف نے سنا کہ فلاں شخص کے پاس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ہے۔ امام بخاری علیہ الرحمۃ اپنے شہر سے روانہ ہوئے۔ منزلیں طے کر کے اس شخص کے شہر میں پہنچے۔ لوگوں سے پوچھا کہ وہ شخص جس کے پاس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ہے وہ کہاں ہے"۔ لوگوں نے بتایا کہ اس کا گھوڑا بھاگ نکلا ہے۔ وہ اسکو پکڑنے گیا ہے"۔ امام بخاری علیہ الرحمۃ اس کے پیچھے گئے تو دیکھا کہ وہ شخص خالی توبرا گھوڑے کو دکھا کر دھوکہ سے گھوڑے کو پکڑ رہا ہے۔ یہ دیکھ کر حضرت امام بخاری واپس لوٹے۔ اس سے حدیث نہ پوچھی اور فرمایا کہ "جو شخص خالی توبرے سے دھوکہ دیکر گھوڑے کو پکڑتا ہے اس کی حدیث اپنی کتاب میں داخل نہ کروں گا"۔

حریص اور حاسد سے پرہیز کرو

طیبّ فقیر راہو علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ العزیز کا ایک مرید آپ کے حضور سبق پڑھنے آتا رہا۔ کچھ مدت بعد وہ درگاہ مبارک سے چلا گیا اور جاکر کاشتکاری میں لگ گیا۔ کافی مدت کے بعد آکر وہ حضرت والا کی زیارت سے مشرف ہوا۔ آپ نے اس سے پوچھا۔ "تو اتنے دن کہاں رہا ہے؟" اس نے عرض کی "یا حضرت! میں کاشتکاری میں مصروف تھا" آپ نے بطور نصیحت فرمایا۔ "دو کام نہ کرنا۔ ایک یہ کہ کسی حریص آدمی کو کاشت میں شریک نہ کرنا۔ دوسرا یہ کہ حاسد کی کاشت کے قریب کاشت نہ کرنا"

اَلحِکمۃُ ضَالَّۃُ المُؤمِنِ

خلیفہ میاں لقمان علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ ایک دن حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ نے فرمایا۔ "ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے کسی یہودی سے ایک عجیب نکتہ سُنا اور اسی وقت وہ نکتہ لکھ لیا۔ یہ دیکھ کر یہودی فخر کرنے لگا اور خود کو کچھ سمجھنے لگا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابی نے فرمایا۔ "اگر کُتے کے منہ میں موتی ہو اور جوہری اس موتی کی قیمت سے باخبر ہو تو جوہری پر لازم ہے کہ وہ موتی کو کتے کے منہ سے نکال کر اپنے قبضہ میں لے لے۔ کیونکہ الحکمۃ ضالۃ المؤمن (حکمت مومن کا گم شدہ مال ہے) وارد ہے۔

ہر کسی سے نیکی ہی کرنی چاہیئے

خلیفہ امید علی علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ میں ایک دن دیھ مندر لاک میں حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہٗ کے حضور حاضر تھا۔ حضرت والا مغرب کی نماز پڑھا رہے تھے۔ آپ جب تیسری رکعت تک پہنچے تو قاضی محمد عاقل مسجد میں آیا۔ اور حضرت والا کی اقتداء میں نماز پڑھنے سے رُوگردانی کرتے ہوئے جماعت سے علیحدہ اپنی نماز پڑھنے میں معروف ہو گیا۔ حضرت والا بھی ادائے فرض کے بعد سنت و نوافل پڑھنے لگے۔ قاضی محمد عاقل حضرت والا سے ملے بغیر اپنی اوطاق پر چلا گیا۔ حضرت والا جب نماز سے فارغ ہوئے تو اپنے اخلاقِ فاضلہ کے مطابق (بمصداق تخلقوا باخلاقِ اللہ) قاضی محمد عاقل سے ملنے اسکی اوطاق پر تشریف لے گئے۔ قاضی صاحب سے مل کر بہت دیر تک بات چیت کرتے رہے۔ یہاں تک کہ خود قاضی صاحب نے اُٹھ کر اجازت دی۔

حضرت والا جب اپنی جائے قیام پر پہنچے تو آپ کی اس انتہائی کسرِ نفسی سے دل شکستہ فقراء نے دلی جوش کے ساتھ عرض کی "یا حضرت! قاضی کی رُوگردانی کے باوجود آپ نے اس کے ساتھ اسقدر مہربانی اور خوش اخلاقی کا مظاہرہ کس لئے فرمایا"؟

حضرت والا نے جواب میں فرمایا "ہر کسی سے نیکی ہی کرنی چاہیئے"! ؎

بدی را بدی سہل باشد جزاء
اگر مردی اَحسِن اِلیٰ مَن اَسَاء

بدی کا جواب بدی سے دینا آسان ہے۔ لیکن اگر تو مرد ہے تو برائی کرنے والے سے بھی نیکی کر۔

دینی بھائی کا نام تعظیم سے لینا چاہیئے

ایک دن آپ کے مریدوں میں سے کسی نے دوران گفتگو مخدوم محمد ہاشم کا نام صرف "ہاشم" لیا۔ حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ بِاسرارہٖ یہ سن کر غصہ میں آ گئے اور فرمایا کہ "جو شخص اپنے دینی بھائی کا نام تعظیم کے ساتھ نہ لے گا وہ اللہ تعالےٰ سے عزت کی کون سی اُمید رکھے گا"؟ پھر آپ نے اپنی زبانِ مبارک سے فرمایا کہ "مخدوم محمد ہاشم کہنا چاہیئے"۔

اکیلے طعام نہیں کھانا چاہیئے

حضرت پیر سائیں قدس سرہٗ الاقدس نے فرمایا "اکیلے طعام، نہیں کھانا چاہیئے بلکہ بہت سے آدمیوں کے ساتھ مل کر کھانا چاہیئے۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے "اگر دو آدمی مل کر کھائیں گے تو قدرت کا تیسرا ہاتھ ان کے ساتھ شامل ہو گا۔ اگر تین آدمی مل کر کھائیں گے تو چوتھا ہاتھ قدرت کا ہو گا"۔ ؎

حیف بر آں خوردہ کہ تنہا خوری
خوردہ ہماں بہ کہ نہ تنہا خوری

اس کھانے پر حیف، جو کہ تو اکیلا کھائے، کھانا وہی بہتر ہے جو کہ تو اکیلے نہ کھائے۔

آم کے آم گٹھلیوں کے دام

حضرت بنگلے دھنی علیہ الرحمۃ نے حضرت تجر دھنی علیہ الرحمۃ سے حضرت میاں صاحب قدس سرہٗ کی شان میں روایت فرمائی کہ حضرت میاں صاحب کی عادت مبارکہ یہ بھی سفر پیدل کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ کسی کاشت کار کے کھیت میں سے گذرے۔ اس وقت کاشتکار کھیتی سے پرندے اُڑا رہا تھا۔ اس نے آواز دیکر کہا "او جانے والے! تو بھی آواز دیتا ہوا پرندے اُڑاتا جا۔"

حضرت میاں صاحب قدس سرہٗ نے سوچا کہ پرندے اُڑانے کے لیئے بے معنیٰ آواز نکالنا بیکار ہوگا۔ چنانچہ اس وقت آپ نے سورۂ والشمس وضحٰھا بہ آواز بلند پڑھنی شروع کردی۔ جس سے سارے پرندے کھیت سے اُڑکر نکل گئے۔

تَرکُ الطَّمعِ وَالمَنعِ وَالجَمعِ

حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہٖ نے ارشاد فرمایا کہ "طالب کو چاہیے کہ کسی میں طمع نہ کرے۔ اور اگر بغیر طمع کے کوئی چیز آجائے تو اسکو منع نہ کرے۔ اور جب ہاتھ میں آئے تو پھر جمع نہ کرے۔ جیسا کہ تَرکُ الطَّمعِ وَالمَنعِ وَالجَمعِ وارد ہے اور اسی میں ہی حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی ہے۔"

بغیر مانگے کوئی چیز مل جائے تو اسکو رد نہ کرے

حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہٖ نے فرمایا: "طالب کو چاہیے کہ جو چیز نہ آنکھوں نے دیکھی ہو، نہ کانوں نے سنی ہو اور نہ دل میں اسکا خیال آیا ہو۔ بغیر سوال کے اگر اللہ تعالیٰ بھیج دے تو اس کو قبول کرلے۔ واپس نہ لوٹائے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ اس کو اسی چیز کا سوالی بنا دے گا۔"

تجھ کو اس معاملہ میں کس نے ڈالا ہے؟

خلیفہ میاں اسد علی علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ ایک شخص نے دس روپے حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہٖ العزیز کی خدمت میں بطور نذر پیش کیے۔ اور وہی روپے کسی دوسرے آدمی نے اٹھا لیے اور خرچ کر ڈالے۔ اتفاقاً حضرت والا کے خدام کو اس کا پتہ لگ گیا انہوں نے اس سے واپسی کا مطالبہ کیا تو اس آدمی نے جواباً کہا کہ "مجھے، حضرت والا نے یہ روپے بطور بخشش عنایت فرمائے ہیں" اسی وقت ایک خادم نے حضرت والا کے حضور حاضر ہو کر عرض کی "یا حضرت! آیا آپ نے دس روپے فلاں آدمی کو عنایت فرمائے ہیں"؟ آپ نے قدرے سکوت فرمایا۔ اور پھر غصہ کے ساتھ اس خادم سے فرمایا "تجھ کو اس معاملہ میں کس نے ڈالا ہے"؟ وہ بے چارہ خاموش ہو کر رہ گیا۔

تہذیب کے بغیر توحید میں برقرار رہنا مشکل ہے

حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ نے ارشاد فرمایا کہ سلف صالحین، مریدوں کو اولاً تہذیب واخلاق کی تعلیم وتربیت میں بڑی کوشش کیا کرتے تھے۔ مثلاً تجرید (مجرد رہنا) تفرید (تنہائی) توکل، ترک تسلیم وغیرہ، طالب اپنی عمر کے تقریباً بیس سال تہذیب اور اخلاق سنوارنے میں صرف کر دیا کرتے تھے۔ اس کے بعد مرشد، توحید کا حکم فرمایا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ توحید عینی، ان کی آنکھوں کے سامنے جلد ہی منکشف ہو جایا کرتی تھی۔ بعض طالب تہذیب واخلاق کی تعلیم و تربیت ہی میں وفات پاجایا کرتے تھے۔ بعض مقصد تک پہنچ جایا کرتے تھے۔ لیکن بزرگانِ متاخرین نے دوسرا یہ طریقہ اختیار کر رکھا ہے۔ کہ مرید کو اولاً ہی توحید اور وحدت کے دریا میں غوطہ لگوا دیتے ہیں اسی دوران تمام اخلاق خود بخود درست ہو جاتے ہیں۔"

اپنی عمر کے آخری حصہ میں حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ "سلف صالحین کا توحید سے پہلے تہذیب واخلاق کی تعلیم وتربیت دینا حق تھا (صحیح تھا) اور وہ طریقہ اچھا تھا۔ کیونکہ سالک کا تہذیب کے بغیر توحید میں برقرار رہنا مشکل ہے۔"

اچھا یا بُرا ہونا اخلاق پر منحصر ہے

ایک دن حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ، علی پور (یہ دیہہ چاچکن کے قریب ہے وہاں) گھومنے کے کنارے تشریف فرما ہوئے۔ سعد اللہ فقیر نے جو کہ مخدوم محمد ابراہیم ٹھٹھوی کا مرید تھا۔ عرض کی یا حضرت! حرف میم اور لام کے کیا معنٰی ہیں"؟ آپ نے فرمایا "میم اور لام کے بہت سے معنٰی ہیں تیرا مقصد خدا جانے کونسا ہے"؟ اس نے کہا کہ "اس سے لفظ مُلّا مراد ہے"!

حضرت والا نے فرمایا "لفظ کو نہیں لینا چاہیے بلکہ اخلاق کو لینا چاہیئے۔ اگر اخلاق اور عادات اچھے ہیں پھر وہ مُلّا ہو یا اور کوئی دوسرا وہی اچھا ہے اور اگر اخلاق اچھے نہیں ہیں پھر خواہ وہ مُلّا ہو یا اور کوئی دوسرا، وہی خوار اور ذلیل ہے" اور تمثیلاً فرمایا کہ "شاعر جب کوے کو قاصد بناتے ہیں تب وہ اچھا ہے۔ جب کوا طالب ہوتا ہے تو مردار تلاش کرتا ہے جسے بُرا کہا کرتے ہیں۔ طالب وہ ہے جس کے اخلاق، اخلاق الٰہی کے موافق ہوں جیسے کہ تَخَلَّقُوا بِاَخلاقِ اللہ (یعنی اخلاق الٰہی خود میں پیدا کرو) کا حکم بھی ہے۔ یہ دولت تو ہر شخص کو نصیب ہو سکتی ہے۔ مگر "ولی"، جسے قَلبُ المُؤمِنِ حَرَمُ اللہ (مومن کا دل اللہ کا حرم ہے) کا اعزاز حاصل ہے۔ وہ اللہ کے حرم میں غیر کو آنے نہیں دیا کرتا۔ ہاں، اس کے دل میں ظاہری و باطنی آلائشوں سے پاک شخص داخل ہو سکتا ہے۔ یہ نکات جوش اور محبت کا نتیجہ ہیں"۔

حاتم اصمؒ کو اصمؒ کہنے کی وجہ

حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ العزیز نے ارشاد فرمایا "حاتم کو اصمؒ (بہرہ) اس لئے کہتے تھے کہ ایک عورت اسکی دوکان پر کوئی چیز خریدنے آئی تو اتفاقاً اس کے پیٹ سے زور کی آواز کے ساتھ ریح نکل گئی۔ جس کی وجہ سے وہ بڑی شرمندہ ہوئی۔ حضرت حاتم علیہ الرحمۃ سمجھ گئے کہ یہ عورت ریح خارج ہو جانے کی وجہ سے شرمندہ ہے تو آپ یکدم دوسری بات کرنے لگے اور فرمایا کہ "میں بہرہ ہوں اونچی آواز سے بات کر" عورت نے اونچی آواز سے بات کی" حاتم نے فرمایا "میں تیری آواز سن نہیں سکا ہوں۔ ذرا اور بھی اونچی آواز سے بول" تب وہ عورت خوش ہوکر یہ سمجھی کہ اس نے میرے پیٹ سے نکلنے والی ریح کی آواز بھی نہیں سنی ہے۔ اس کے بعد جب تک وہ عورت زندہ رہی حضرت حاتم اسی طرح بہرے بنے رہے اور بہرہ کہلاتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس عیب پوشی کی بدولت انکو دولت غیبی سے نواز دیا۔ دنیا میں حاتم کا لقب اصم اسی لیے مشہور ہے۔

عشق رسولؐ اور تواضع

حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ نے ارشاد فرمایا کہ "ہماری خوشیوں میں سب سے بڑی اور بہترین خوشی، نبی پاک صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت مقدس کی خوشی منانا ہے۔

حضرت والا کا معمول تھا کہ جب آپ میلاد النبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خوشی منانے کا اہتمام فرماتے تو آپ جماعت فقراء کو اپنی حویلی مبارک میں لاکر طعام کھلایا کرتے تھے۔ اور فقراء کے ہاتھ اپنے مبارک ہاتھوں سے دُھلایا کرتے تھے اور ہر ایک کو "مرحبا" اور "خوش آمدید" کہا کرتے تھے اور ہر ایک پر گلاب کا چھڑکاؤ فرمایا کرتے تھے۔ بے انتہا خوشی و مسرت کا اظہار فرمایا کرتے تھے۔ جب فقراء طعام کھا کر فارغ ہوتے تو پھر اپنے مبارک ہاتھوں سے ان کے ہاتھ دُھلواتے اور اسی خوشی و مسرت کے ساتھ نیاز مندی کا اظہار فرماتے ہوئے رخصت کرتے تھے۔ فارغ ہونے تک مرحبا اور خوش آمدید کہتے رہتے تھے۔ اس تقریب سعید کے موقعہ پر شادی بیاہ سے بھی زیادہ عمدہ و نفیس طعام تیار کرایا کرتے تھے۔

شانِ بے نیازی

امید علی تالپر علیہ الرحمتہ کا بیان ہے کہ ایک دن دورانِ سفر حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ کی خدمت میں میھن فقیر نے عرض کی "یا حضرت! کچھ فقیر وہ ہیں جو کچھ نذرانہ آپ کی خدمت میں پیش کرنا ہوں ہمیں لاکر دے دیتے ہیں اور کچھ ایسے ہیں جو ہمیں دینے کے بجائے اپنے اخراجات میں صرف کر دیتے ہیں"؟ آپ نے جواب میں فرمایا "اے میھن فقیر! ہم نے تجھ کو نذرانے کی نگرانی کے لیے فقیروں کی طرف نہیں بھیجا ہے۔ ہمیں کچھ بھی ضرورت نہیں ہے۔ اگر فقیروں میں سے کسی کو ضرورت ہو تو وہ خرچ کر لیا کرے"

یہ دستور اہلِ دُنیا کا ہے نہ کہ اہلِ اللہ کا

اللہداد فقیر نظامانی علیہ الرحمتہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ سفر میں تھے۔ فقراء بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ اتفاقاً راستہ میں ایک فقیر کے گھر میں زیارت کرانے کے لیئے نزول اجلال فرمایا۔ گھر کے مالک نے آپ کی خدمت میں طعام پیش کیا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا "آپ میرے ساتھ مل کر کھائیں" میں نے معذرت کرتے ہوئے عرض کی "یا حضرت! جب کہ غلام اپنے سردار سے مل کر کھا نہیں سکتا تو پھر مُرید اپنے مرشد کے ساتھ مل کر کیونکر کھا سکے گا" آپ نے فرمایا "یہ دستور اہل دنیا کا ہے نہ کہ اہل اللہ کا۔ جیسے کہ صحابہ کرام بھی حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر کھایا کرتے تھے" اس کے بعد آپ نے میری کمر سے پکڑ کر مجھے اپنے ساتھ بٹھا کر فرمایا "کھانے میں ہماری مدد کر" یعنی اپنا حصہ بھی کھا اور ہمارے حصے میں بھی مدد کر"

حُسنِ خُلق

خلیفہ میاں لقمان علیہ الرحمتہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ علاقہ تھر کے سفر میں میں حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ کے ہمراہ تھا۔ ایک دن راستے میں پانی ختم ہوگیا۔ اور سفر بھی دور کا تھا۔ فقراء جماعت شدت پیاس سے نڈھال ہوگئے یہاں تک کتنے ہی فقیر چلنے سے عاجز ہوگئے اور زمین پر گر پڑے۔ دوپہر سے لیکر ساری رات سفر کیا گیا۔ جب صبح ہوئی تو پانی سے بھری ہوئی مشکیں لیکر پانچ

اونٹ حاضر بحضور ہوئے۔ حضرت والا نے وہاں پڑاؤ کیا تمام فقراء آکر پانی پر جمع ہو گئے۔ میں بوجہ ضعیفی گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے آدمیوں کے ہجوم سے ایک طرف ہٹ کر بیٹھ گیا۔ ایک فقیر نے پانی سے پیالہ بھر کر حضرت والا کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ وہ پانی لیکر میرے پاس آئے۔ اور شفقت کے ساتھ پوچھا "پانی پیو گے"؟ میں نے عرض کی "جی ہاں، یا حضرت! آپ نے پانی کا پیالہ مجھے عنایت فرمادیا میں نے حسب خواہش پی لیا" تاہم کچھ پانی بچ رہا تھا۔ آپ نے وہ مجھ سے زبردستی لیکر خود پی لیا"

میں نے تیرا ہاتھ پکڑنے کیلئے لیا ہے
چھوڑنے کیلئے نہیں

میاں دوست علی شاہ علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرار والعزیز ایک مرتبہ "لاڑ" کے سفر میں کسی فقیر کی دعوت پر دیھ "بدین" میں تشریف فرما ہوئے۔ وہاں سے پیران بدین کے مسند نشین میاں عالی شاہ کی ملاقات کے لیے پیدل چلنے لگے اور مجھ کو بلا کر میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑ کر روانہ ہونے۔ اس وقت میں نے عرض کی "یا حضرت! آپ نے اس غلام کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑا ہے۔ اب چھوڑنا نہیں"

آپ نے ازراہ عنایت فرمایا "میں نے تیرا ہاتھ پکڑنے کے لیے لیا ہے۔ چھوڑنے کے لیے نہیں"

رابعہ بصری کا جذبۂ شفقت

حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ نے فرمایا کہ ایک دن حضرت رابعہ بصری علیہا الرحمتہ کہیں جا رہی تھیں۔ راستہ میں انہوں نے دیکھا کہ کتیا کے بچے پیاس سے مر رہے ہیں۔ قریب ہی ایک کنواں دکھائی دیا۔ لیکن کنوئیں پر رسّہ تھا نہ ڈول۔ مائی صاحبہ نے اپنی چادر پھاڑ کر رسّہ تیار کیا لیکن وہ چھوٹا رہا۔ پانی تک نہ پہنچ سکا تو انہوں نے اپنے سر کے بال کاٹ کر ان کا بھی رسّہ بنا کر کپڑے کے ساتھ جوڑا تو پانی تک پہنچ سکا۔ اور اس طرح انہوں نے کنوئیں سے پانی حاصل کر کے کتیا کے پیاسے بچوں کو پلایا۔"

آپ کی اس شفقت کو اللہ تعالٰے نے پسند فرمایا اور آپ پر رحم فرما کر اعلےٰ درجہ پر پہنچا دیا اور انہیں ترقی عطا فرما دی۔

ایسی مستی ہمیں پسند نہیں

خلیفہ سید میاں جان محمد علیہ الرحمتہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت پیر سائیں قدس اللہ سرہٗ نہر نصیر سے کشتیوں کے ذریعے گذر رہے تھے کہ ایک فقیر نے خلیفہ میاں سعید خان کے گھوڑے کو لاٹھیاں مار کر کشتی میں چڑھایا۔ آپ گھوڑے کا حال دیکھ کر رنجیدہ ہوئے اور فرمایا کہ گھوڑے کو کس فقیر نے لاٹھیاں ماری تھیں "؟ وہ فقیر ہاتھ میں وہی لاٹھی لئے آپ کے حضور آ کھڑا ہوا۔

آپ نے فرمایا "جانور کو خواہ مخواہ ایسا ایذا نہیں دینا چاہیئے:

اگر اسی طرح کوئی شخص اپنے بدن پر مار کر دیکھے تو اسکو دوسرے کے حال کا پتہ لگ جائے"۔ اس فقیر نے وہی لاٹھی دو تین بار اپنے بدن پر چلائی"۔ آپ نے فرمایا:" ایسی مستی ہمیں پسند نہیں۔ ہم ہر شخص کو پہنچانتے ہیں"۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کسی راستہ سے گذر رہے تھے۔ اچانک آپ کا قدم مبارک ایک چیونٹی پر پڑ گیا۔ جسکی وجہ سے وہ چیونٹی چپڑا گئی اور حضرت علی چیونٹی کے اس حال کو دیکھ کر پریشان ہو کر بیٹھ گئے۔ یہاں تک کہ وہ چیونٹی سیدھی ہو کر چلی گئی، رات کو خواب میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:" اے علی! آج تو نے یہ کیا کر دیا کہ چیونٹی کو پاؤں تلے لتاڑ ڈالا۔ اور اپنے پروردگار کو خود پہ ناراض کر لیا۔ یہ چیونٹی اپنی جماعت کی قائد ہے اور صد یقین سے ہے۔ جب سے اللہ تعالےٰ نے اسکو پیدا کیا ہے۔ اس کا ایک بھی سانس یادِ الہیٰ کے بغیر نہیں گذرا۔ سوائے اس گھڑی کے جب کہ تیرا پاؤں اس پر پڑا تھا"۔ حضرت علی یہ حقیقت حال جان کر بڑے فکر مند ہوئے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں عرض کی:" یا رسول اللہ! مجھ کو اس خطا کی معافی کیونکر مل سکے گی"؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:" خاطر جمع رکھ کہ وہی چیونٹی تیرے لئے سفارشی بنی ہے"۔

اقرارِ مجرم پر عفو و عنایات

ایک عورت حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہٖ کے گھر سے کچھ چیزیں چرا کر لے گئی تھی۔ حضرت والا کے اہل خانہ نے آپ کی خدمت میں عرض کی "یا حضرت! یہ عورت چیزیں چرا کر لے گئی ہے۔" حضرت والا نے اسکو بلایا اور غصہ کے ساتھ فرمایا "اے اماں! تو سچ سچ کہہ دے" ؟ اس عورت نے سچ کہتے ہوئے چوری کا اقرار کر لیا اس پر حضرت والا نے اس پر رحم و کرم فرما کر ایک جوڑا کپڑوں کا عنایت فرمایا اور اس کے حق میں دعا بھی فرمائی اور فرمایا کہ "اے اماں! ہم نے یہ غصہ تیری بھلائی ہی کے لیے کیا تھا"۔

بیت

ڏمري تا ڏيئي، رڃي تا پڻ ڀري، جنگ جهڙي کي، ٻئي چڱايون چت ۾

راضی ہو تو بیابان بھر دے ناراض ہو تو بھی دیتا ہے۔ اس سخی مرد کو دونوں اچھائیاں خیال میں ہیں۔

جس نے خدمت کی وہ مخدوم ہو گیا

حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہٖ نے ارشاد فرمایا کہ "حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہٗ مخلوق کی خدمت کرنے کے باعث واصل باللہ ہو گئے۔ اور وہ اپنے مریدوں کو بھی خدمتِ خلق کا حکم فرماتے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ۔

ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد
آنکہ خود را دید او محروم شد

جس نے خدمت کی وہ مخدوم ہو گیا۔ جس نے خود کو دیکھا وہ محروم رہ گیا۔

اولیائے اللہ کو دو پستان عطا ہوئے ہیں

خلیفہ محمود نظامانی علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں "لاڑ" کے فقیروں کی دعوت پر گیا ہوا تھا۔ وہاں لوگوں نے بخار اور دوسری بیماریوں کے لیے مجھ سے تعویذ مانگے۔ میں نے انہیں کہا کہ "یہ کام ہم سے نہیں ہو سکتا۔ دوسرے بہت مولوی ہیں ان سے لکھوا لو۔ اس کے بعد میں حضرت پیر سائیں قدس اللہ سرہٗ الاقدس کے حضور حاضر ہوا اور مندرجہ بالا واقعہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء کو دودھ کے دو بھرے ہوئے پستان عطا شدہ ہیں۔ ایک معنوی فیض سے بھرا ہے اور دوسرا ظاہری فوائد سے بھرا ہوا ہے۔ پھر جو آدمی دنیاوی مراد کے لیے ان کے حضور آتا ہے اسکو ظاہری پستان سے حصہ دیتے ہیں اور جو طالب مولیٰ ہے اسکو معنوی پستان سے حقیقت و معرفت کا دودھ پلاتے ہیں۔"

شکر نعمت

حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہٖ کے وصال کے وقت ایک شخص نے مسجد میں آکر اپنا مقصد بیان کیا کہ "میں طلب مولیٰ اور مرید ہونے کیلئے آیا ہوں" خدام نے حضرت والا کی خدمت

میں بیکی درخواست پیش کی۔ حضرت والا نے اس شخص کو اپنے آرام کرنے کی جگہ میں طلب کر کے تلقین فرمائی اور اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لاتے ہوئے فرمایا کہ "الحمدللہ کہ اس نے جو کام فقیر پر رکھا تھا وقت وصال بھی اسی کام میں مشغول رکھا۔

یقیناً ہم کو ان کی خدمت کا حکم ملا ہے

حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ نے فرمایا "ہم نے جو خلق کی تلقین اور دعوت الی الحق کا بیڑا اٹھایا ہے۔ وہ اسی طرح جیسے کہ آقا اپنے غلام کے سامنے کسّی اور کلہاڑی رکھ دے تو غلام سمجھ لے گا کہ مجھے کاشتکاری کا کام سپرد ہوا ہے۔ اور اس میں مشغول ہو جائے اسی طرح اس نے خلق کو ہماری جانب متوجہ کر دیا ہے۔ اس سے یقین ہے کہ ہمیں ان کی خدمت کا حکم ہے۔ خدا کرے کہ تا حیات اس کام میں کوئی بھی قصور نہ ہو"۔

بیمار بڑھیا کی خدمت کا صلہ

ایک دن حضرت پیر سائیں قدس اللہ سرہ الاقدس علاقہ کچھ کے قلعہ لکھپت بندر میں تشریف فرما ہوئے اس شہر میں قوم میمن کے تین بھائی تھے۔ دو حضرت والا کے مرید تھے اور ایک " ویدھل شاہ " کا مرید تھا۔ اس پر حال کا بہت غلبہ ہو گیا تھا۔ جس کی وجہ سے وہ عالم بے خودی میں محبت وشوق میں آہ وزاری کرتا اور آنسو بہایا کرتا تھا۔ میں نے اسکو پکڑ کر حضرت والا کے حضور حاضر کیا۔ حضرت و

نے بیان فرمایا کہ "وید صل شاہ" اپنے مکان میں ہم سے ملاقی ہوا تھا میں نے اس سے پوچھا کہ تمہارا مرشد کون ہے "؟ اس نے جواب دیا کہ "ایک دن میں نے ایک بڑھیا بیمار عورت دیکھی۔ اس کے بالوں میں جوئیں بہت زیادہ تھیں۔ بال بکھرے ہوئے اور خاک آلود تھے میں نے اس کے بالوں میں تیل لگایا اور کنگھی کر کے جوئیں نکال کر اس کی خدمت کی۔ اللہ تعالٰے نے یہ بخشش اسی کے صلہ میں فرمائی ہے"

میں نے اسقدر خدمت کی ہے کہ......

حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ نے ارشاد فرمایا کہ "کوئی حاکم سوار ہو کر تنہا کسی نہر پر پہنچا۔ وہاں اس نے ایک بوڑھے آدمی کو دیکھا جو اپنے کپڑے دھو رہا تھا۔ حاکم گھوڑے سے اتر کر اس بوڑھے کے پاس آیا اور اس سے کپڑے لے کر خود دھونے لگا۔ اور بولا کہ "اے پیر مرد! تو اگر جوانی میں کسی کی خدمت کرتا تو وہ تیرے اس بڑھاپے میں تیرے کپڑے دھوتا" وہ بوڑھا صاحب حال اور باکمال تھا۔ اس نے اس کو جواب دیا کہ "میں نے اس قدر خدمت کی ہے کہ تجھ جیسے حاکم بھی مجھ سے کپڑے لیکر دھو دیتے ہیں۔ جیسا کہ ایک بزرگ نے فرمایا ہے ۔

ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد
ہر کہ خود را دید او محروم شد

جھنگل فقیر کمھار علیہ الرحمۃ

حضرت پیر سائیں قدس اللہ باسرارہ جھنگل فقیر کمھار (جو میاں نور محمد عباسی علیہ الرحمۃ کے قبوں میں رہائش پذیر تھا) کی بڑی تعریف فرماتے تھے وہ سچے مُریدوں اور صاحب حال طالبوں میں سے تھا۔ فقراء کی آمدورفت کے راستے پر بیٹھا تھا۔ فقراء کی بڑی خدمت کیا کرتا تھا۔ حضرت والا فرمایا کرتے تھے کہ "اگر کسی نے اویس قرنی (رضی اللہ عنہ) کو نہیں دیکھا تو وہ اس فقیر کی زیارت سے مشرف ہو۔ اس فقیر کا معمول یہ تھا کہ وہ درگاہ مبارک پر حاضر نہ ہوتا تھا۔ دوسرے فقیروں کے ذریعہ سلام بھیج دیا کرتا تھا۔ فقراء کی اسقدر خدمت کرتا کہ شب و روز اسی میں معروف رہتا تھا۔ جب فقراء اس کے پاس سے رخصت ہوتے تو اس وقت رو دیتا تھا۔ روتے ہوئے انہیں رخصت کرتا تھا۔"

اندھے کی راہنمائی کا اجر

خلیفہ میاں اُمید علی علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ ایک دن حضرت پیر سائیں قدس سرہٗ نے حدیث شریف سے بیان فرمایا کہ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ "جو شخص اندھے کو چالیس قدم آگے لے جائے گا۔ اس کو اللہ تعالےٰ بغیر حساب جنت عطا فرمائے گا۔"

اے عزیز! جبکہ ظاہری اندھے کی مدد کرنے سے اتنا ثواب ملتا

ہے تو پھر جن کی دل کی آنکھیں حرصِ نفسانی اور خطرات شیطانی سے اندھی ہو چکی ہیں ان کا علاج نورِ ہدایت اور نورانی رہنمائی سے کیا جائے تو کس قدر ثواب و مرتبہ حاصل ہو گا۔

ظاہری اندھے کو مدد کر کے گڑھے، کنویں میں گرنے اور کانٹوں میں پڑنے سے بچایا جا سکتا ہے اور دل کے اندھے کو کفر و گمراہی سے بچایا جا سکتا ہے۔ پہلا کام تو ہر شخص کر سکتا ہے لیکن یہ دوسرا کام اہل اللہ حضرات کے سوا دشوار ہے۔

جنّت میں کوئی بُڑھیا نہ جائیگی

حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ العزیز نے حدیث شریف سے بیان فرمایا کہ "ایک بڑھیا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور حاضر ہوئی۔ اس نے دو تین مرتبہ عرض بحضور کی کہ یا رسول اللہ! دعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ مجھ کو جنّت عطا فرمائے" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سے یہی فرمایا کہ "جنّت میں کوئی بڑھیا نہ جائیگی" بڑھیا سخت غمگین ہوگئی۔ تب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا "جنت میں اس جہان کے سب بوڑھے مرد خواہ عورتیں جوان ہوکر جائینگے"

اب تو لوٹ مچ گئی ہے

حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ شہداد پور کے قریب قصبہ باقر فقیر میں محمد فقیر دھوبی کی دعوت سے فارغ ہوکر سوار ہوئے تو اس علاقے کے ایک فقیر نے عرض کی "یا حضرت! ہمارے گاؤں تشریف فرما ہوکر زیارت کرادیں" آپ نے اس کے ہاں جاکر زیارت کرائی۔ دریں اثناء ایک عورت نے عرض کی "قبلہ! میں نے کریر کے ڈیلے پکائے ہیں اگر قبول فرمائیں تو حاضر کردوں"؟

آپ نے فرمایا "اماں! لے آ" وہ ایک پیالے میں ڈیلے لیکر آئی حضرت والا کے ارشاد پر سب فقیروں نے ڈیلے کھانے شروع کئے ایک فقیر نے مٹھی بھر کر اٹھا لیے پھر اسی طرح دوسرے فقراء نے بھی مٹھیاں بھر بھر کر اٹھا لیں اس پر آپ نے بھی کچھ ڈیلے اٹھاتے ہوئے فرمایا "اب تو لوٹ مچ گئی ہے"

یار! یہ فقیر تو زور آور ہیں

ایک دفعہ ایک شہری بلوچ حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہٖ کی خدمت میں حاضری دینے آیا۔ فقیروں نے زبردستی اس کی مونچھیں کاٹ دیں۔ اس پر وہ بلوچ ناراض ہو کر حضرت والا کی خدمت میں فریاد لیکر آیا۔ آپ نے اپنے لبوں پر ہاتھ رکھ کر مزاحاً فرمایا "یار یہ فقیر تو زور آور ہیں۔ انہوں نے تو ہمارے ساتھ بھی یہی کاروائی کر دی ہے"!

مگر پیٹ کو پھاڑ ڈالنا حرام ہے

محراب فقیر سنجرانی علیہ الرحمتہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہٖ العزیز کو دعوت دیکر میں اپنے گھر لے آیا۔ اور کھانے کے لیے چاولوں کا تریدہ پیش خدمت کیا حضرت والا نے اپنی جانب سے کچھ تناول فرما کر ہاتھ کھینچ لیا۔ میں نے اس خیال سے کہ آپ مزید کچھ تناول فرمائیں، عرض کی "یا حضرت! برتن کو چاٹ کر صاف کرنا سنت ہے"؟ آپ نے فرمایا "برتن کو چاٹ کر صاف کرنا بلاشبہ سنت ہے مگر پیٹ کو پھاڑ ڈالنا حرام ہے"!

میں نے تو سمجھا تھا کہ.....

خلیفہ میاں غازی خان علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ العزیز نے مجھ کو نماز عشاء کے لئے اذان کہنے کا حکم فرمایا۔ میں نے درمیانی آواز سے اذان کہہ دی۔ آپ نے فرمایا "میں نے سمجھا تھا کہ جتنا تیرا قد ہے اسی کے مطابق تو بلند آواز سے اذان کہیگا"

اے سارنگ تو برسے گا بھی یا.....؟

خلیفہ میاں سارنگ علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ سخت گرمی کے دنوں میں حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ العزیز کے ہمراہ سفر میں تھا۔ برسات کا موسم ہونے کی وجہ سے ہوا بند اور حبس تھا حضرت والا نے مزاحاً فرمایا "اے سارنگ تو برسے گا بھی یا صرف گرمی ہی کرے گا"؟ میں نے عرض کی "یا حضرت! سارنگ بغیر حبس کے نہیں برسا کرتا"

واضح رہے کہ، سندھی زبان میں سارنگ موسم برسات کو بھی کہتے ہیں۔

پاکیزہ مزاح

رمضان فقیر سہتہ علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں اپنی اہلیہ مسماۃ "سدوری" کے ہمراہ حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ کی قدمبوسی کے لیئے درگاہ مبارک پہنچا۔ حضرت والا نے ہمیں دیکھتے

ہی فرمایا "روزے گئے اور رمضان آگیا" یہ سن کر حاضرین فقراء روزے ادا کرنے پر شکرانہ بجالائے۔ آپ نے فرمایا "لیکن "سدوری" تو ابھی باقی ہے"

فقیروں نے عرض کی "قبلہ! سدوری، تو معاف ہی ہو جائے" اس پر میری اہلیہ "سدوری" نے عرض کی "قبلہ! میں تو خیر احسان کر ہی دوں اگر "رمضان" بھی معاف کر دے"

(سندھ میں عید الفطر کے بعد شوال کے چھ روزے رکھنے کو "سدوری" کہتے ہیں")

ہم کدو کیلئے بھی ایک گوشہ چھوڑ دیں گے

یہی رمضان فقیر بیان کرتا ہے کہ ایک دفعہ حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ "ٹنڈو بہادر نظامانی" کے قریب دریا کے کنارے رونق افروز ہوئے۔ وہاں نظامانی فقیروں نے خیمہ وغیرہ کا انتظام کر رکھا تھا۔ حضرت والا، جب آرام فرما چکے تو خیر نے آپ سے عرض کی "قبلہ! مجھ مسکین کے گھر میں طعام تیار ہے۔ للہ دعوت قبول فرمائیں" آپ از راہ کرم، روانہ ہو گئے، راستے میں خلیفہ سلطان فقیر نے عرض کی "قبلہ! میں نے آپ کی خاطر اپنے گھر میں کدو کا سالن تیار کرایا ہے"

آپ نے خوش طبعی سے فرمایا "خلیفہ! پھر ہم کدو کے لیے بھی ایک گوشہ چھوڑ دیں گے"

بھینسیں لسّی سے بھر کر آئی ہیں

خلیفہ میاں لقمان علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ العزیز (لاڑ) کا سفر کرتے ہوئے۔ شہداد پور کے قریب پہنچے تو لوگوں نے بڑی مقدار میں لسی پیش خدمت کی اور سب نے حضرت والا سے لسی پینے کی درخواست کی آپ نے سب کی دلجوئی کے لیئے ایک ایک گھونٹ لسّی پی لی۔ لیکن اس کے بعد بھی لوگ لسّی لاتے اور پیش خدمت کرتے رہے۔ اس پر حضرت والا نے فرمایا کہ ایک آدمی کے پاس بہت زیادہ بھینسیں تھیں۔ اس کے باوجود وہ اپنے بچوں کو دودھ کا ایک گھونٹ بھی نہ دیتا تھا بلکہ کچھ فروخت کر دیا کرتا اور کچھ لسی کے لیے رکھ لیتا تھا۔ بچوں کو صرف لسی پلا کر ہی خوش رکھتا تھا۔ اس لیئے بچے جب بھینسوں کو شام کے وقت آتی دیکھتے تو اونچی آواز سے کہنے لگتے۔ اجھي ڪنديون آيون آڪرڪي يعنی، بھینسیں لسّی سے بھر کر آئی ہیں۔!!

کھاتے حرام ہیں، پاخانہ حلال کرتے ہیں

حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ نے فرمایا کہ "ملا حرام کھاتے ہیں اور پاخانہ حلال کرتے ہیں۔ یعنی پہلے تو طعام یا کوئی اور چیز جو دوسرے کسی کی ہوتی ہے وہ مالک کی اجازت کے بغیر کھا لیتے ہیں بعد میں حیلے اور فریب سے کہتے ہیں تیری فلاں چیز ہمارے ہاتھ آ گئی تھی لیکن بے خبری میں ہم نے اسکو بغیر اجازت کھا لیا ہے۔

اب اگر براہِ مہربانی بخش دے تو احسان ہوگا ورنہ قیمت بتا دے تاکہ ادا کر دیں"؟ بالآخر وہ مالک حیا کی وجہ سے بخش دیا کرتا ہے۔ اسلئے ان کا کھانا حرام اور قضاء حاجت حلال ہو جایا کرتی ہے" اے عزیز! یہ مثال مُلّاؤں کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ جو کوئی بھی ایسا کرے گا۔ وہ اسی میں داخل ہے۔

تیری جُوتی چیں چیں بہت کرتی ہے

قاضی محمد شفیع علیہ الرحمتہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت پیر سائیں قدس اللہ باسرارہٗ سخت گرمی میں زوال سے ذرا پہلے یا بعد، ایک جنازے کی نماز پڑھانے تشریف لے گئے، واپسی پر بازار سے گذر رہے تھے یہ فقیر بھی آپ کے ہمراہ تھا۔ میری جُوتی سے چیں، چیں کی آواز سُن کر سید قابل شاہ کے فرزند سید غوث محمد نے کہا "تیری جُوتی چیں چیں بہت کرتی ہے، یہ کیوں"؟ میں نے کہا "ہاں، یہ ذکر کرتی ہے"! ہماری گفتگو سُن کر حضرت والا نے پوچھا "تم کیا کہہ رہے تھے" میں نے ساری بات عرض کر دی۔ اِس پر آپ نے مسکرا کر فرمایا "ہمارے شہر کے جولاہوں کی طرح ذکر کرتی ہے"۔

اے عزیز! حضرتِ والا کا معمول تھا کہ شہر کے جولاہوں کو حلقۂ ذکر میں جماعت کے ساتھ زبردستی بٹھایا کرتے تھے۔ تاہم اگر کوئی حلقۂ ذکر میں شامل نہ ہوتا تو اسکو سوٹیاں مار کر ذکر میں بٹھاتے تھے۔ اسی طرح محمد شفیع کی جُوتی بھی، گرمی اور پاؤں کے دباؤ کے سبب چیخ رہی تھی"۔

"تُو بے نفس جو ٹھہرا!"

عبداللہ فقیر کھوڑ واہی علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ ایک دن حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ علاقہ 'کچھ' کے شہر 'بھج' سے سندھ کی طرف آرہے تھے۔ نذرانہ میں ملی ہوئی کھیر (شیر برنج) عالی فقیر کے پاس تھی اور نذرانہ کی گاجریں فیروز فقیر کے پاس تھیں۔ جب شہر سے باہر آئے تو آپ نے مجھ کو حکم فرمایا کہ یہ نظم سناؤ "ڏوهه نه ڏيئي ڏات کو بختوي کي ٻڌ نه؟" فقیر نے آپ کی سواری کے ساتھ چلتے ہوئے یہ نظم سنا کر پوری کی۔ اتنے میں فیروز فقیر نے چاقو سے گاجریں صاف کر کے آپ کے حضور پیش کیں۔ آپ نے کچھ گاجریں تناول فرمائیں۔ عالی فقیر نے کہا "قبلہ! معلوم نہیں کہ کیا وجہ ہے کہ مجھ کو گاجروں سے کھیر زیادہ پسند ہے"؟ آپ نے فرمایا "تُو بے نفس جو ٹھہرا!"

اگر حُوریں عطا ہو گئیں تو پھر تُو کیا کرے گا"؟

خلیفہ محمود نظامانی علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں ٹنڈو محمد خان کے قریب قصبہ "تھڈی" میں حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ کے حضور حاضر تھا۔ میزبان نے گندم کی روٹی اور چنے پیش خدمت کئے۔ آپ نے فرمایا "چنوں میں تین خاصیتیں ہیں۔ جو مردوں

کے لئے مقویٔ باہ ہیں "۔ میں نے عرض کی " یا حضرت! آیا میں کھا سکتا ہوں "؟ آپ نے فرمایا " تو مجرّد ہے۔ تو قوتِ باہ کو کیا کرے گا "؟ پھر مسکراتے ہوئے۔ (بمصداق الھزل فی الکلام کالملح فی الطعام) فرمایا " اگر اللہ تعالٰے نے اپنے کرم سے تجھے حوریں عطا کر دیں تو پھر تو کیا کرے گا "؟ میں نے عرض کی " یا حضرت! بندے کو دو جہان میں حضرت والا کی زیارت ہی کافی ہے "۔ آپ نے فرمایا " یہ تو میں جانتا ہوں کہ تم طالب خدا ہو "۔ تاہم حوریں ضرور عطا کی جائیں گی "۔ اس پر میں نے عرض کی " یا حضرت! تو پھر دونوں جہان کا حساب بھی انہی سے لیا جائے گا "۔ یہ سن کر آپ رومال منہ پر رکھ کر مسکرانے لگے۔

زور دینے میں تیری نیّت یہی تھی نا

قاضی محمد شفیع علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میر جام ؒ ہالیر کی دعوت کے موقعہ پر میں نے حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہٖ کی کمر اور پشت کو زور دیتے دیتے لکایک آپ کو اپنی آغوش میں لے لیا۔ آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا " زور دینے میں تیری یہی نیت تھی نا "۔ پھر تمثیلاً فرمایا کہ " تین دوست تھے۔ ایک گنجا، دوسرا کاہل اور تیسرا، آنکھوں میں خارش والا، ایک دن تینوں نے آپس میں عہد کیا کہ آج گنجا۔ اپنے سر کو نہ کھجلائے۔ کاہل، انگڑائی نہ لے اور آنکھوں کی خارش والا اپنی آنکھوں کو نہ ملے۔ مگر کاہل نے یہ کہتے ہوئے کہ میرے باپ کی کمان اتنی سخت تھی کہ میں دونوں باہوں

سے بمشکل چلّہ چڑھا سکتا تھا۔ انگڑائی لے گیا۔ اسی طرح جنہا (آنکھوں میں خارش والا) اپنے دُنبے کے سینگوں کا نمونہ بتلانے کے بہانے اپنی آنکھیں مَل گیا۔ یہ دیکھ کر گنجا دونوں ہاتھ اپنے سر پر مار کر فریاد کرتے ہوئے بولا "تم دونوں تو مکروفریب سے اپنی عادت پوری کر گئے" اور اسی طرح وہ بھی اپنی عادت پوری کرنے میں کامیاب ہو گیا۔"

محمد شفیع کو ہم خُنثیٰ کے ساتھ بیاہیں گے

خلیفہ محمود نظامانی علیہ الرحمتہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ العزیز کی قدمبوسی کے لیے درگاہِ مبارک پہنچا تو معلوم ہوا کہ آپ دریا کے اس پار تشریف لے گئے ہوئے ہیں۔ ہم پانچ چھ فقیروں نے بھی اسی طرف کا رُخ کر لیا۔ ہم جب دریا کے اس طرف پہنچے تو حضرت وَالا اُس طرف پہنچ چکے تھے۔ ہم آپ کی قدمبوسی سے مشرف ہو کر ان کے ہمراہ درگاہ مبارک پہنچے۔ راستے میں سہتہ فقیر ہنگورہ نے بطور خوش طبعی حضرت والا کے حضور عرض کی "قبلہ! محمد شفیع کہتا ہے کہ "میں سہتہ فقیر کی بیوی جیسی بیوی سے شادی کر دوں گا"۔ آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا "ہم محمد شفیع کو خُنثیٰ کے ساتھ بیاہیں گے"۔ بندہ نے ڈرتے ہوئے "خنثیٰ" کا معنیٰ پوچھا تو آپ نے فرمایا "خنثیٰ کو مردانہ اور زنانہ عضوؤں کے نشان ہوتے ہیں۔ چھ مہینے اس کے ایک عضو میں اور چھ مہینے دوسرے عضو میں طاقت رہتی ہے۔ بندہ نے

عرض کی یہ قبلہ! جب خنثیٰ کے مردانہ عضو میں طاقت آئی تو پھر کیا کیا جائے گا" آپ نے یہ بات کاٹتے ہوئے فرمایا" تیرا نکاح ہم حقیقت اور طریقت سے کرائیں گے"!

مزاح وعنایت خسروانہ

ایک دفعہ حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ العزیز نے لاڑکانہ، میں صاحبزادہ صبغۃ اللہ علیہ الرحمۃ کے ہاتھوں رحیم داد قوال کے ساتھ خوش طبعی کرائی۔ رحیم داد قوال "لونگ" سے چڑتا تھا حضرت صبغۃ اللہ نے کسی فقیر کے ہاتھوں، رحیم داد قوال کے ہاتھ پر "لونگ" رکھوا دیئے۔ جس پر رحیم داد فقیر نے نہ صرف یہ کہ غصہ میں آکر لونگ پھینک دیئے بلکہ اپنے سر سے ٹوپی اتار کر پھینک دی اور اپنے کپڑے بھی، پھاڑ ڈالے۔ حضرت والا نے مسکراتے ہوئے رحیم داد قوال کو نئے کپڑے عطا فرمائے پھر ریشمی ٹوپی بھی عنایت فرمائی۔

مختصر تعارف خاندان عالیہ راشدیہ

پیران پاگارا

از قلم: مفتی محمد عبدالرحیم سکندری (شاہپور چاکر سندھ)

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ اما بعد

یہ امر انتہائی مسرت انگیز ہے کہ ابوالحسان قادری نے ملفوظات شریف حضرت پیر سائیں روزہ دھنی علیہ الرحمۃ کی تلخیص اور ترجمہ اردو کیا ہے۔ صاحب موصوف مشہور و معروف ادیب، مؤرخ اور متعدد کتب کے مصنف ہیں۔ ان کی تصنیفات، تاریخ وہابیہ، تنویر الایمان، تنویر البرہان، تبصرہ بر تذکرہ پیران پاگارہ اور معدن اخلاق، اسقدر مقبول ہوئیں کہ ان کے پہلے ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو گئے اور ہنوز ان کتابوں کی مانگ روز بہ روز بڑھتی جارہی ہے۔

ملفوظات حضرت پیر سائیں روزہ دھنی علیہ الرحمۃ کی تلخیص اور اس کا اردو ترجمہ کرنا ابوالحسان قادری کا ایک مزید قابل ستایش کارنامہ ہے۔

یہ ملفوظات مبارکہ جس عظیم المرتبت ولی کامل کی زبان حق ترجمان کے ارشادات ہیں۔ ان کا مختصر التعارف کرا دینا ضروری سمجھتا ہوں تاکہ قارئین ان سے اور ان کے خاندان عالیہ سے متعارف ہو سکیں۔

حضرت قطب الارشاد سیّد محمّد ارشد شاہ قدسنا اللہ باسرارہ العزیز

الملقّب بہ پیر سائیں روزہ دھنی

آپ صحیح النسب سادات کرام کے چشم و چراغ ہیں۔ آپ کا شجرۂ نسب حضرت امام عالیمقام حسین علیہ السلام سے منقل ہے۔ آپ کے جدِ اعلےٰ سیّد علی مکی ہاشمی علیہ الرحمتہ پانچویں صدی ہجری میں ہندوستان میں وارد ہوئے تھے۔ ان دنوں سندھ کی ایک ریاست کا والی ہندو راجہ دَتوراۓ بڑا شقی القلب، ظالم اور انتہائی بدکردار شخص تھا۔ ریاست میں کوئی حسین و خوبرو لڑکی یا عورت اسکی ہوسِ شہوت رانی سے محفوظ نہ تھی۔ جو کوئی اس کی ان ظالمانہ حرکات پر معترض ہوتا یا اسکی ہوس رانی میں رکاوٹ ڈالنے کی کوشش کرتا بے دریغ موت کے گھاٹ اُتار دیا جاتا تھا۔

اس کے علاوہ یہ بدبخت راجہ مذہب اسلام سے شدید نفرت رکھتا تھا۔ مسلمانوں کا جانی دشمن تھا۔ جو مسلمان اس کے ہاتھ لگ جاتا۔ اس پر بے حد ظلم و تشدد کرتا تھا۔ مسلمانوں کا مال و متاع لوٹ کر انکو قتل کرا دیا کرتا تھا۔ اس کے ظلم و ستم، بدکرداری اور اسلام دشمنی کی اطلاع جب اس دور کے عباسی خلیفہ تک پہنچی تو عباسی خلیفہ نے سیّد علی مکی ہاشمی کو اس ہندو راجہ کی سرکوبی پر مامور کیا۔ سیّد علی مکی ہاشمی مجاہدین کی ایک فوج ظفر موج لیکر ہندوستان پہنچے انہوں نے راجہ دتوراۓ سے مطالبہ کیا کہ وہ اپنے ظلم و ستم اور مسلمانوں پر ظلم ڈھانے سے باز آجاۓ اور آئندہ کے لیئے اپنی بدکرداریوں سے باز رہنے

کی ضمانت دے۔ لیکن دتو رائے اس پر آمادہ نہ ہوا۔ اور اپنی فوج لیکر مقابلے پر نکل آیا۔ اس نے لشکر اسلام کی تعداد کم دیکھ کر بلا توقف مجاہدین اسلام پر حملہ کر دیا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مجاہدین اسلام نے اس کے لشکر کو کچل کر رکھ دیا۔ دتو رائے مقتول ہوا۔ اور لشکر کفار تتر بتر ہو گیا۔ سپہ سالار علی مکی ہاشمی نے اس ریاست پر قابض ہو کر اسلامی عدل و مساوات پر مبنی نظام قائم کیا۔ مسلمانوں کے اعلیٰ اخلاق اور عدل و انصاف کو دیکھ کر باشندگان ریاست نے سکھ کا سانس لیا اور یہ لوگ رفتہ رفتہ مذہب اسلام قبول کرنے لگے۔

راجہ دتو رائے کے خاندان میں سے بھی بہت سے افراد مسلمان ہو گئے۔ سید علی مکی ہاشمی نے دتو رائے کی ایک بیٹی کے ساتھ جس نے برضا و رغبت اسلام قبول کر لیا تھا۔ نکاح کیا۔ کچھ عرصہ وہاں مقیم رہنے کے بعد آپ رخصت ہو کر "سیوھن" پہنچے اور سیوھن کے جنوب میں بمقام "لکی" چشمہ ہارون کے قریب سکونت پذیر ہو گئے۔ یہاں بھی آپ کے اخلاق اور تعلیم رشد و ہدایت سے متاثر ہو کر بہت سے غیر مسلم مسلمان ہو گئے اور آپ کے مرید بن گئے۔ سوڈھے راجپوتوں کی ساری ہندو برادری نے بھی مذہب اسلام قبول کر لیا۔ اور یہ سب علی مکی ہاشمی کے مرید ہو گئے۔ آپ نے اس برادری میں سے بھی ایک دوشیزہ سے نکاح کیا۔ جس کے بطن سے حسب ذیل چار فرزند تولد ہوئے۔

۱۔ سید محمد شاہ ۲۔ سید احمد شاہ ۳۔ سید ابوبکر عرف سید چھکپن شاہ
۴۔ سید حاجی شاہ عرف شیخ برکھیہ۔

سید علی مکی ہاشمی اپنی آخری عمر میں اپنے وطن مالوف ملک عرب تشریف لے گئے۔ لیکن آپ کے یہ چاروں فرزند یہیں سکونت پذیر رہے انہی سے سندھ میں سادات کرام کا خاندان ، لکیاری، پھلا پھولا اور پھیلا۔ یہ خاندان ، سادات لکیاری، کے لقب سے مشہور و معروف ہے۔

سید علی مکی ہاشمی کے چاروں فرزندوں میں سے آپ کے دوسرے فرزند سید احمد شاہ ولایت کے اعلیٰ مقامات پر فائز تھے ان کے فرزند سید محمد شاہ عرف شاہ صدر بھی بلند پایہ ولی اللہ ہوئے بقول حضرت خواجہ بختیار کاکی علیہ الرحمۃ جس کی انہوں نے اپنی تصنیف میں تصریح فرمائی ہے۔ سلطان الہند خواجہ معین الدین چشتی اجمیری قدسنا اللہ باسرارہ العزیزان کی ملاقات کے لیے انکے پاس تشریف لائے تھے۔

حضرت سید محمد شاہ عرف شاہ صدر علیہ الرحمۃ۔ اکثر اوقات عالم استغراق میں رہتے تھے۔ آپ نے گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی۔ لوگوں سے بہت کم ملتے تھے۔ جب کوئی شخص حاضر خدمت ہوتا تو آپ اسے دیکھ کر آسمان کی جانب دیکھتے پھر زمین کی جانب دیکھ کر بے اختیار رو پڑتے تھے۔

جب کوئی آپ سے پوچھتا، حضرت آپ کے اسقدر رونے کا کیا سبب ہے ؟ تو فرماتے ، بھائیو! تمہیں یہ خبر نہیں کہ اہل قبور سے کیا برتاؤ ہو رہا ہے۔ اگر تم اس سے واقف ہو جاتے تو مجھ سے بھی زیادہ روتے۔

روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سید عثمان شاہ مُردندی الملقب شہباز قلندر علیہ الرحمۃ کشتی میں سوار ہو کر دریائے سندھ میں سفر کر رہے تھے۔ جب شاہ صدر کے مکان کے قریب سے گذر رہے تھے تو شاہ صدر نے اپنی ہمت باطنی سے شہباز قلندر کی کشتی کو روک لیا۔ شہباز قلندر نے بھی نور باطنی سے جان لیا کہ کس ہستی نے میری کشتی کو روکا ہے۔ کشتی سے اُترے اور شاہ صدر کے پاس آ گئے شاہ صدر نے آپ کو خوش آمدید کہا۔ خوب خاطر تواضع کی چونکہ شاہ صدر عمر کے لحاظ سے بڑے تھے۔ اس لئے شہباز قلندر بھی نہایت نیازمندی سے پیش آئے۔ دوران گفتگو شاہ صدر نے شہباز قلندر سے فرمایا "آپ یہیں سندھ میں سکونت پذیر ہو جائیں" جواباً شہباز قلندر نے سامنے پڑا ہوا پیالہ دودھ سے لبالب بھر دیا۔ یہ اشارہ تھا کہ علاقۂ سندھ تو اولیاء اللہ سے بھرپور ہے۔ میرے لئے گنجایش کہاں؟ حضرت شاہ صدر نے بھی اس اشارے کا جواب اشارے سے دیتے ہوئے گلاب کا ایک پھول پیالے میں رکھ دیا مطلب یہ تھا کہ جس طرح یہ پھول دودھ پر تیر رہا ہے۔ اسی طرح آپ بھی یہاں قیام فرما سکتے ہیں۔

اس پر شہباز قلندر نے فرمایا "شاہ صدر نیک نظر است"

شہباز قلندر شاہ صدر سے رخصت ہو کر کشتی میں سوار ہوئے "سیوھن شریف" پہنچے تو وہاں رات کو ٹھہر گئے۔ آپ کی کرامت سے اس رات بازارِ حسن میں بدکار مرد و عورت بدکاری پر قادر نہ ہو سکے۔ کہ ان کی شہوت یکسر غائب ہو چکی تھی۔ سب حیران رہ گئے کہ۔ یہ ماجرا

کیا ہے؟ صبح یہ خبر مشہور ہوئی کہ شہر میں ایک مردِ خدا۔ وارد ہوئے ہیں۔ لوگ سمجھ گئے کہ یہ انہی کی کرامت کا کرشمہ ہے۔ سب کے سب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تائب ہو کر آپ کے مُرید بن گئے۔

حضرت شہباز قلندر کو مستقل قیام کے لیے یہ مقام پسند آیا۔ چنانچہ آپ یہیں مقیم ہو گئے۔ آپ نے تمام عمر شادی نہیں کی تھی۔ اسلیے آپ کی کوئی اولاد نہ تھی۔ آپ کی سجادہ نشینی کے فرائض آج تک سادات لکیاری سر انجام دے رہے ہیں۔ المختصر حضرت علی مکی ہاشمی علیہ الرحمۃ اور ان کی اولاد کے نورِ ولایت سے سندھ کا تمام علاقہ منور ہے ایک طرف شاہ صدر کے پوتے سید غازی شاہ آراضی والے کے خلیفہ مجاز حضرت مخدوم نوح علیہ الرحمۃ "ہالہ شریف" کے فیض سے سندھ کا کثیر علاقہ فیضیاب ہے تو دوسری طرف اسی خاندان میں سید کھٹن شاہ کی اولاد سے سید محمد لقاشاہ شہید آسمانِ رشد و ہدایت کے آفتاب عالمتاب بن کر سرزمین سندھ پر چمکے

آپ ہی خاندان عالیہ راشدیہ د پیران پاگارا کے جدِ امجد ہیں۔ جن سے سندھ کا اکثر علاقہ اور راجستان اور رحیم یار خان تک پنجاب بھی فیضیاب ہے۔

شجرۂ نسب خاندانِ راشدیہ، پیرانِ پاگارا

(۱) حضرت سید شاہ مردان شاہ ثانی عرف سکندر علی شاہ چھٹ دھنی
موجودہ سجادہ نشین، پاگارا ہفتم۔

(۲) بن حضرت سید حاجی پیر محمد صبغت اللہ شاہ ثانی شہید، سورھیہ!! (پگ دھنی)

(۳) بن سید شاہ مردان شاہ اوّل (کوٹ دھنی)

(۴) بن سید محمد حزب اللہ شاہ مسکین (تخت دھنی)

(۵) بن سید علی گوہر شاہ اوّل اصغر (بنگلہ دھنی)

(۶) بن سید محمد صبغت اللہ شاہ اوّل (تجر دھنی)

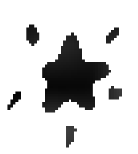
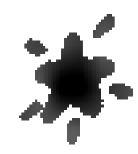
(۷) بن سید محمد راشد شاہ (روزہ دھنی)

(۸) بن سید محمد بقا شاہ شہید (پٹ دھنی)

(۹) بن سید محمد امام شاہ
(۱۰) بن سید محمد فتح شاہ
(۱۱) بن سید شکر اللہ شاہ
(۱۲) بن سید عثمان شاہ
(۱۳) بن سید کھٹن شاہ
(۱۴) بن سید سنجر شاہ
(۱۵) بن سید بولن شاہ
(۱۶) بن سید حسین شاہ ثالث
(۱۷) بن سید میر علی شاہ
(۱۸) بن سید ناصر الدین شاہ
(۱۹) بن سید عباس شاہ ثانی
(۲۰) بن سید نفیس اللہ شاہ
(۲۱) بن سید شہاب الدین شاہ
(۲۲) بن سید بہاؤ الدین شاہ
(۲۳) بن سید محمود شاہ
(۲۴) بن سید محمد شاہ
(۲۵) بن سید حسین شاہ ثانی
(۲۶) بن سید ابوبکر عرف جھکن شاہ
(۲۷) بن سید علی مکی ہاشمی
(۲۸) بن سید عباس شاہ

(۲۹) بن سید زید شاہ
(۳۰) بن سید اسد اللہ شاہ
(۳۱) بن سید عمر شاہ
(۳۲) بن سید حمزہ شاہ
(۳۳) بن سید ہارون شاہ
(۳۴) بن سید عبد اللہ شاہ
(۳۵) بن سید حسین شاہ اوّل
(۳۶) بن سید امام علی رضا
(۳۷) بن امام موسیٰ کاظم
(۳۸) بن امام جعفر صادق
(۳۹) بن امام محمد باقر
(۴۰) بن امام زین العابدین
(۴۱) بن امام حسین
(۴۲) بن امیر المومنین علی

از تفسیر مفتاح رشد اللہ

 و 

شجرہ سید نور الحق شاہ

شجرۂ خاندان سلسلہ قادریہ پیران پاگارا

سرکارِ دوعالم محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

علی المرتضٰے کرم اللہ وجہہ ، حسن بصری، شیخ داؤد ، معروف کرخی
سری سقطی ، شیخ جنید بغدادی ۔ شیخ ابو الفضل ، شیخ ابوالفرح
شیخ ابوالحسن ، شیخ ابوسعید ، غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی، شیخ سیف الدین
شیخ احمد ، شیخ سید علی ، شیخ محمد مسعود ، شیخ سید امیر، شیخ شمس الدین
شیخ محمد غوث شاہ ، شیخ عبد القادر ثانی ، شیخ عبد الرزاق ، شیخ سید حامد
شیخ عبد القادر ثالث ، شیخ شمس الدین ، شیخ سید حامد شاہ ، شیخ شمس الدین صالح
شیخ عبد القادر آخرین ، شیخ محمد بقا شاہ شہید ، پیر سید محمد راشد شاہ
پیر سید محمد صبغت اللہ شاہ ، پیر سید علی گوہر شاہ اول ، پیر سید حزب اللہ شاہ
پیر سید علی گوہر شاہ ثانی ، پیر سید شاہ مردان شاہ اول ، پیر سید صبغت اللہ شاہ ثانی
پیر سید شاہ مردان شاہ ثانی موجودہ سجادہ نشین

(از گلزار قادری)

شجرۂ خاندان نقشبندیہ پیران پاگارا

سرکار دو عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، سلمان فارسی رضی اللہ عنہ، امام قاسم
امام جعفر صادق، شیخ بایزید بسطامی، شیخ ابوالحسن خرقانی
شیخ بوعلی فارمدی، شیخ یوسف ہمدانی، شیخ عبدالخالق غجدوانی
خواجہ عارف سخی، خواجہ محمود کامل، خواجہ علی رامتنی، خواجہ بابا سماسی
خواجہ امیر گلال، خواجہ نقشبند، خواجہ شاہ علاؤالدین، خواجہ یعقوب چرخی
خواجہ عبید اللہ احرار، خواجہ محمد زاہد، خواجہ درویش محمد، خواجہ امکنگی
شیخ باقی باللہ، شیخ احمد سرہندی، خواجہ سید آدم بنوری
شیخ سعدی، حاجی ایوب، شاہ جمال اللہ، خواجہ مخدوم اسماعیل
سید محمد بقا شاہ شہید، سید محمد راشد (روزہ دھنی) صبغت اللہ شاہ اول
سید علی گوہر شاہ اول، سید حزب اللہ شاہ، سید علی گوہر شاہ ثانی
سید شاہ مردان اول، پیر سید صبغت اللہ شاہ ثانی شہید
پیر سید شاہ مردان شاہ ثانی موجودہ سجادہ نشیں۔

(از ملفوظات روزہ دھنی)

مختصر سوانح

حضرت پیر سائیں محمد بقا شاہ شہید علیہ الرحمۃ

حضرت پیر سائیں سید محمد بقا شاہ شہید ابن سید محمد امام شاہ علیہ الرحمۃ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں۔ آپ بتاریخ اول ماہ شعبان سنہ ۱۱۳۵ ہجری بمقام قریہ "رحیم ڈنہ کلہوڑہ" (ضلع خیرپور) تولد ہوئے۔ بچپن ہی سے آپ کی طبیعت اللہ تعالیٰ کی عبادت اور ریاضت کی جانب مائل تھی۔ آپ دیگر بچوں کی طرح کھیل کود اور بچگانہ حرکات میں مشغول نہ ہوتے تھے۔ شب و روز نماز، روزہ اور تعلیم قرآن میں مصروف رہتے تھے قصبہ رحیم ڈنہ کلہوڑہ سے چار کوس کے فاصلے پر سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے ایک مشہور بزرگ مخدوم محمد اسماعیل علیہ الرحمۃ مقیم تھے۔ سید محمد بقا شاہ صاحب نے جب ہوش سنبھالی تو آغاز جوانی ہی میں اس مردِ کامل کی خدمت میں حاضر ہو کر شرف بیعت سے مشرف ہو گئے اکثر اوقات وہیں بسر کرتے۔ ان کی خدمت کرتے اور طریق نقشبندیہ مجددیہ میں قدم بہ قدم منازل سلوک طے کرنے میں مشغول رہتے۔ آپ کے مرشد مخدوم محمد اسمٰعیل بھی ان کی خدمات، خلوص اور لگن کو دیکھ کر آپ پر بڑی شفقت فرماتے۔ چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ میں آپ منزل تکمیل تک پہنچ گئے۔ ایک دن حضرت مخدوم علیہ الرحمۃ نے آپ سے فرمایا۔ آپ کی اصل امانت ایک دوسرے شخص کے پاس ہے جو غوثِ زمانہ اور غوث الثقلین سیدنا محی الدین شیخ عبدالقادر

جیلانی قدس سرہ کی اولاد سے ہے۔ عنقریب تمہاری ملاقات اس سے ہوگی اور تمہاری امانت اسی سے تمہیں حاصل ہوگی۔

آپ نے مؤدبانہ عرض کی "حضور! مجھے اس غوث زمانہ کی کوئی ایسی خاص علامت بتا دیں۔ جس سے میں ان کو بخوبی پہچان سکوں"

فرمایا "اس کی بڑی پہچان یہ ہے کہ وہ تمہیں کوئی مردہ چیز زندہ کرکے دکھا دے گا۔ ابھی تھوڑے ہی دن گذرے تھے کہ سید عبدالقادر جیلانی آخرین علیہ الرحمۃ سیر و سیاحت فرماتے ہوئے سندھ میں وارد ہوئے۔ اور حضور سرکارِ دوعالم صلے اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک کی زیارت کے لئے بمقام روہڑی، پہنچے۔

اتفاقاً سید محمد بقا شاہ علیہ الرحمۃ بھی وہیں موجود تھے۔ ان کی ملاقات سید عبدالقادر جیلانی آخرین سے ہوئی۔ آپ کو بزرگان دین کی خدمت و تواضع کا بڑا شوق تھا۔ آپ نے ان کی مہمان نوازی کی خاطر مچھلی پکوائی اور طعام تیار کرکے ان کی خدمت میں لائے جب دسترخوان پر طعام رکھا گیا تو سید عبدالقادر آخرین نے برتن کا سرپوش اٹھا کر فرمایا "میاں محمد بقا! مچھلی تو زندہ ہے"! آپ نے عرض کی "قبلہ! مچھلی تو میں پکوا کر لایا ہوں" حضرت آخرین نے مسکراتے ہوئے برتن میں جھانکا۔ مچھلی زندہ ہوکر اچھلی اور برتن سے باہر آن پڑی۔ سید محمد بقا شاہ نے آپ کے قدم چوم لئے۔ دست بستہ عرض کی "قبلۂ عالم! یہ فقیر آپ ہی کی تلاش میں سرگردان تھا۔ مقام صد شکر ہے کہ آپ کی قدم بوسی حاصل ہوگئی۔ براہِ کرم مجھے اپنی غلامی میں قبول فرمائیں۔

حضرت آخرین علیہ الرحمتہ نے بھی نور ولایت سے اس گوہر یگانہ کو پہلی ہی نظر میں پہچان لیا تھا کہ یہ بیعت کی درخواست کرنے والا۔ وہ طائرِ لاہوتی ہے جو عنقریب آفتاب رشد و ہدایت بن کر چمکنے والا ہے انہوں نے فوراً سید محمد بقا شاہ کو اپنے سلسلہ قادریہ میں داخل فرمالیا۔ توجہ خاص فرما کر ایک ہی نظرِ کرامت سے آپ کو مالا مال کر دیا۔ حضرت سید محمد بقا شاہ نے حضرت سید عبدالقادر آخرین کی صحبت و معیت کو ایک نعمت غیر مترقبہ جان کر اپنے گھر بار کو خیر باد کہا اور پیر و مرشد کے ساتھ سیر و سیاحت میں لگ گئے۔

حضرت آخرین علیہ الرحمتہ جب مقام پیر کوٹ (ضلع جھنگ) پہنچے تو بہ اشارہ غیبی وہیں مستقل سکونت اختیار کرلی۔ کچھ عرصہ بعد سید محمد بقا شاہ علیہ الرحمتہ کے دل میں اپنے گھر جانے کی خواہش پیدا ہوئی آپ نے مرشد مکرم سے اجازت طلب کی۔ حضرت شیخ نے بہ طیب خاطر اجازت دیکر فرمایا۔ "اپنے گھر سے جب تم واپس آنے لگو تو "رامتڑ" (تحصیل رہوڑی) سے ہمارے لئے مسواک ضرور لیتے آنا"۔

سید محمد بقا شاہ وہاں سے رخصت ہو کر اپنے گھر پہنچے۔ مگر ابھی چند روز ہی گذرے تھے کہ مرشد کی یاد نے بیقرار کر دیا۔ اور آپ حاضری کے لئے پیدل روانہ ہو گئے۔ غلبۂ اشتیاق میں مستانہ وار چلے جا رہے تھے۔ یہاں تک کہ آپ "رامتڑ" سے گذر کر تقریباً سات میل آگے بمقام رشید پور جا پہنچے۔ معاً حضرت شیخ کا فرمان یاد آیا۔ "رامتڑ" سے ہمارے لئے مسواک ضرور لیتے آنا"۔ پشیمان ہو کر اُلٹے قدم رامتڑ پہنچے تاکہ مرشد مکرم کی جانب بیٹھ بھی نہ ہونے پائے

چند مسواکیں بنائیں اور دیوانہ وار بیرکوٹ پہنچ کر حضرت شیخ کے قدموں پر جا گرے۔ حضرت آخرین بچشم باطن اس تمام کارروائی کا مشاہدہ کر چکے تھے۔ فرمایا "محمد بقاشاہ، تم کو ہماری خاطر بہت مشقت اٹھانی پڑی" عرض کی "قبلہ! بندہ کے نزدیک تعمیل ارشاد میں راحت ہی راحت ہے" حضرت شیخ نے بکمال مسرت آپ کو سینے سے لگا لیا۔ اور فرمایا "اب میں تمہیں اور تمہاری اولاد کو یہاں پہنچنے کے لیے دور دراز کا سفر معاف کرتا ہوں"

ایک دن مجلس میں شادی بیاہ کا ذکر تھا۔ محمد بقاشاہ نے اس امر پر اپنی ناگوار کا اظہار کیا۔ تو حضرت آخرین نے فرمایا "تم نکاح و شادی سے کس لیے اجتناب کرتے ہو"؟ عرض کی "قبلۂ عالم! محض اس خیال سے کہ شادی کے بعد اولاد خدا جانے کیسی پیدا ہو۔ صالح یا طالح۔ اولاد اگر نالائق ہو تو بزرگوں کے نام پر بھی دھبہ لگا دیتی ہے" یہ سنکر حضرت شیخ نے تحکماً فرمایا "تم ضرور شادی کرلو۔ بفضلہ تعالیٰ تمہارے ہاں اولاد صالح تولد ہوگی جن میں غوث و قطب بھی ہوں گے"

کچھ عرصہ بعد حضرت شیخ نے آپ کو گھر جانے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ بوقت رخصت متعدد تبرکات دیکر فرمایا "مخدوم محمد اسماعیل میرے دینی بھائی ہیں۔ تم ان کی خدمت میں ضرور حاضری دیتے رہنا" حضرت آخرین سے رخصت ہو کر آپ اپنے گھر پہنچے اور اپنے خاندان میں ایک عفیفہ سے نکاح کر لیا۔

آپ کے ہاں تین فرزند ارجمند تولد ہوئے۔ ۱۔ سید عبدالرسول شاہ ۲۔ سید محمد سلیم شاہ ۳۔ سید محمد راشد شاہ، جو بعد میں پیر سائیں روزہ دھنی کے لقب سے مشہور ہوئے اور خاندان راشدیہ کے بانی ہوئے۔ ان کے علاوہ آپ کے چوتھے فرزند کا نام سید مرتضےٰ علی شاہ ہے جو ایک نومسلم خاتون کے بطن سے پیدا ہوئے تھے جس سے آپ نے بعد میں نکاح کیا تھا۔ (از گلزار قادری ص ۴۰۸-۹۰)

حضرت میاں محمد لقا شاہ نے حدیث، الفقر فخری کے تحت تاحیات فقیرانہ زندگی بسر کی۔ اپنے مریدوں کو بھی درویشانہ زندگی بسر کرنے اور ذکر الٰہی میں منہمک رہنے کی تاکید فرماتے تھے۔ آپ کا معمول تھا کہ دور دراز علاقوں میں رہنے والے مریدوں کی تعلیم و تربیت کی خاطر خود پیدل سفر کر کے ان کے پاس پہنچتے تھے۔ اور حضرت آخرین کے ارشاد کی تعمیل میں مخدوم محمد اسماعیل علیہ الرحمۃ کی خدمت میں بھی حاضری دیا کرتے تھے۔ تاآنکہ حضرت مخدوم صاحب بتاریخ ۸۔ ربیع الاول ۱۱۷۴ھ ہجری میں انتقال فرما گئے۔

اس کے تقریباً ۱۷ برس بعد ۱۱۹۱ھ ہجری میں آپ کے مرشد مکرم سید عبدالقادر آخرین کا بھی انتقال ہو گیا۔ حضرت میاں محمد لقا شاہ علیہ الرحمۃ حسب معمول ایک روز مریدوں کے پاس جا رہے تھے کہ اثنائے سفر میں چند قزاقوں نے اچانک آپ پر حملہ کر دیا جس سے آپ شدید زخمی ہوئے۔ جب آپ زخمی ہو کر گرے تو قزاقوں نے آپ کی صورت دیکھ کر پہچان لیا۔ فوراً پشیمان ہو کر معافی کے خواستگار ہوئے اور آپ نے قزاقوں کو معاف کر دیا۔ یہی لٹیرے

آپ کو ایک چارپائی پر لٹا کر آپ کے مکان پر لائے۔ آپ کے چاروں صاحبزادوں نے جو آپ کو اس حالت میں دیکھا۔ تو انہیں لٹیروں پر بڑا غصہ آیا۔ لیکن قبل اس کے کہ لٹیروں کو کچھ گزند پہنچے۔ آپ نے فرزندوں سے فرمایا: "میری وصیت غور سے سنو اور اس پر عمل کرو۔

(۱) میرے یہ قاتل جو یہاں موجود ہیں۔ میں نے ان کو اپنا خون معاف کر دیا۔ بحیثیت والد تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ تم بھی انہیں معاف کر دو۔ ان سے انتقام لینے کی کوشش ترک کر دو۔ اگر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے مجھ کو جنت عطا کی تو بخدا میں ان کو ساتھ لئے بغیر جنت میں نہ جاؤں گا۔ اس لئے کہ یہی میری شہادت کا سبب بنے ہیں۔ انہوں نے بے خبری میں مجھے زخمی کیا ہے۔ نیز یہ اپنی اس حرکت پر نادم اور پشیمان بھی ہیں میں امید رکھتا ہوں کہ میری بے گناہ شہادت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ میری اولاد پر بھی رحم و کرم فرمائے گا۔ اور انہیں دنیا و آخرت میں اپنے انعامات سے سرخرو کرے گا۔

(۲) دنیاداری کے معاملات کی رُو سے خاندان کی سربراہی بڑے بیٹے کو ملا کرتی ہے۔ لیکن ہمارا معاملہ اس سے مختلف ہے۔ ہمارا معاملہ خالص دینی و روحانی ہے۔ میری نیابت کا مستحق وہی ہو گا جو دینی و روحانی لحاظ سے اپنے بھائیوں میں برتر و اعلیٰ ہو گا۔ وہی میری دستار کا مالک اور سجادہ نشین ہو گا۔ اور میرے دوسرے بیٹوں پر لازم ہو گا کہ وہ اپنے سجادہ نشین بھائی کے وفادار،

تابعدار اور خیر خواہ بن کر رہیں۔ اس سے حسد نہ کریں۔ تم سب بھائی آپس میں اتحاد رکھنا اتفاق سے رہنا۔ آپس میں محبت و الفت کا برتاؤ کرنا اور سب مل جل کر دین اسلام کی سربلندی کے لیے سرگرم عمل رہنا۔ احکام شریعت مطہرہ پر ثابت قدم رہنا۔ عبادت الٰہی اور ذکر و فکر میں کچھ کوتاہی نہ کرنا۔ چھوٹے بڑوں کی تعظیم کریں اور بڑے چھوٹوں پر شفقت کی نظر رکھیں۔ اس میں ہرگز کوتاہی نہ کرنا۔ اس لیئے کہ فیض و برکات کے حصول کا یہی ایک طریقہ ہے حقوق العباد کی نگہداشت کرتے رہنا۔ حقوق اللہ کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا۔

(۳) خلق خدا سے زبردستی نذرانے وصول نہ کرنا۔ رب کریم نے رزق تمہارے مقدر میں لکھ دیا ہے بہر طور تمہیں ملتا رہیگا۔ انکو کوئی روک نہیں سکتا۔

(۴) مجھکو شیخ طیب کے قبرستان میں دفن کرنا۔ وصیت سن کر چاروں صاحب زادوں نے سر تسلیم خم کر دیئے۔ اور انہوں نے حملہ آور قزاقوں کو بھی معاف کر دیا۔ اس کے بعد، سید محمد بقا شاہ علیہ الرحمتہ نے، دعا مانگی:

"اے میرے مولا! میری اولاد کو صالح بنا۔ انکو اتباع شریعت کی توفیق دے۔ انکو فیوض و برکات باطنی و روحانی سے مالا مال فرما۔ یا اللہ۔ میں اپنے چاروں بیٹوں سے راضی ہوں۔ یہ دعا آپ نے چودہ مرتبہ مانگی اور زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے۔ بتاریخ ۱۰ محرم ۱۱۹۸ھ داصل بحق ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کے وصال کے بعد آپ کے تیسرے فرزند سید محمد راشد شاہ (روزہ دھنی) سجادہ نشین بنے۔

مختصر سوانح حضرت سیّد محمد راشد شاہ علیہ الرحمۃ

آپ کا نام :- سید محمد راشد شاہ اور لقب " روزہ دھنی " ہے۔ آپ بتاریخ ۱۰ رمضان ۱۱۷۰ھ میں تولد ہوئے۔ آپ بھی حضور غوث اعظم سیدنا محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی قدسنا اللہ باسرارہ العزیز کی طرح ماہ رمضان میں دن کے وقت شیرِ مادر نہ پیتے تھے۔ اسی وجہ سے آپ کا لقب "روزہ دھنی" مشہور ہوا۔

آپ کی تعلیم آپ نے ابتدائی تعلیم حافظ زین الدین مرحوم اور مولانا محمد اکرم سے حاصل کی۔ مولانا موصوف بڑے عالم و فاضل تھے۔ بعد میں ان کی دخترِ نیک اختر کے ساتھ آپ کا نکاح منعقد ہوا۔ جس کے بطن سے آپ کے فرزند سید محمد صبغت اللہ شاہ اوّل (تجر دھنی) تولد ہوئے۔ قرآن مجید اور فارسی کی ابتدائی کتب پڑھنے کے بعد آپ کے والد بزرگوار نے آپ کو بمقام شکار پور، علامہ فقیہ اللہ صاحب علوی کے مدرسہ میں داخل کرا دیا۔ ایک مرتبہ آپ کے والد ماجد جب اس مدرسہ میں تشریف لائے تو یہ دیکھ کر کہ آپ کو نفیس و عمدہ طعام کھانے کو ملتا ہے۔ فرمایا یہ جہاں طلباء کو اس طرح کا عمدہ کھانا ملتا ہو وہاں حصول فیض مشکل بلکہ ناممکن ہے۔ آپ نے اسی وقت اپنے فرزند محمد راشد شاہ کو اس مدرسہ سے رخصت دلا کر، حضرت مخدوم یار محمد (قدس سرہٗ) کے ہاں بمقام کوٹڑی کبیر (ضلع نواب شاہ) میں داخل درس کیا۔ جہاں پہ طلباء کو فقر و قناعت کا سامنا رہتا تھا۔ بعض اوقات فاقوں کی نوبت بھی آجاتی تھی۔

اس کے علاوہ آپ نے کچھ عرصہ مخدوم احمد کی صاحب بن مخدوم عبدالرحمان سے قصبہ کھوڑا (گمبٹ کے قریب) میں بھی تعلیم حاصل کی۔ سب سے آخر میں آپ نے اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیئے۔ بمقام خیر محمد آریجہ (ضلع لاڑکانہ) مخدوم مولٰنا محمد علیہ الرحمتہ کے مدرسہ میں داخلہ لیا اسطرح آپنے اس مدرسہ میں ظاہری علوم کی تکمیل کرلی" آپ سفر کی مشقیں برداشت کرنے اور مدرسوں میں پڑھنے سے گرانی و الن ہٹ محسوس کرنے لگے تھے۔ چنانچہ آپ ہی کا بیان ہے کہ "ہم کوڑی کبیر کے مدرسہ میں حضرت مخدوم یار محمد کے پاس تعلیم ظاہری کے حصول میں مشغول تھے کہ ہم پر اب مسافری کی تکلیف بہت گراں اور شکل محسوس ہونے لگی۔ تو ہم نے ایک رات ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر سرورِ کائنات مفخرِ موجودات صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور پانچہزار مرتبہ درود شریف پڑھ کر بہ کمال عجز وانکسار رو کر امداد مانگی کہ یارسول اللہ! مجھ کو اس سفر کی تکلیف سے بھی بچالیں اور دولت علم سے مالا مال بھی فرمادیں۔ اسی وقت سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے فضل و کرم سے مجھے وہ تمام علوم حاصل ہوگئے جو میں نے پڑھے نہ تھے۔

بیعت طریقت:۔ آپ نے آپنے والد ماجد حضرت سید محمد بقا شاہ علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت کی اور انہی کی رہنمائی میں منازل سلوک طے کیں۔ آپ کا بیان ہے کہ "جب میں اور میرا بھائی میاں مرتضےٰ علی شاہ، کوٹڑی کبیر میں مخدوم یار محمد کے مدرسہ میں علم ظاہری کی تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ ایک دن ہمارے والد ماجد ہمارے پاس تشریف لائے۔ فرمایا یہ کیا

تم جانتے ہو کہ ہم اس وقت تمہارے پاس کس لئے آئے ہیں ؟ ہم نے عرض کی "یا حضرت! اللہ ہی بہتر جانتا ہے" آپ نے فرمایا "آج میں مخدوم میاں عبدالرحمان سے جو مخدوم محمد اسماعیل کے مریدوں میں سے ہیں ملاقات کے لیئے ان کے پاس گیا تو انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ آیا آپ کو حضرت مخدوم محمد اسماعیل علیہ الرحمتہ سے بیعت و تلقین کرنے کی اجازت حاصل ہے ۔؟ میں نے کہا۔ ہاں ہمکو آنکی اجازت حاصل ہے" اس پر انہوں نے مجھ سے اپنی اہلیہ کو بیعت کرنے کی اجازت طلب کی تو میں نے اسکو اجازت دے دی۔ اس کے بعد مجھ سے کہنے لگے کہ "آیا آپ نے اپنے فرزندوں کو بھی اپنے سلسلہ طریقت میں داخل کیا ہے یا نہیں ۔؟ میں نے کہا " ابھی انہیں اس جانب کچھ توجہ نہیں ہے" وہ کہنے لگے " چاہے ان کو اس جانب توجہ نہ بھی ہو۔ آپ انہیں طریقت کا سبق ضرور دیں ۔ یہی وجہ ہے میں تمہارے پاس آیا ہوں" یہ فرما کر آپ نے ہم دونوں بھائیوں کو سلسلۂ نقشبندیہ میں داخل فرما لیا۔ ہم دونوں بھائی آپ کے بتلائے ہوئے طریقہ پر عمل کرتے رہے ۔ لیکن مجھ پر کچھ بھی اثر ظاہر نہ ہوا۔ جبکہ میرے بھائی مرتضیٰ علی شاہ پر خاطر خواہ اثرات نمایاں ہو گئے تھے ۔ ہمارے والد صاحب جب دوبارہ ہمارے پاس تشریف لائے تو انہوں نے مجھ سے اشغال و حال کی کیفیت دریافت کی۔ میں نے عرض کی "اشغال میں مشغول رہنے کے باوجود مجھے تو کچھ کیفیت محسوس نہیں ہوئی۔ یہ سُن کر آپ نے مجھے طریقۂ عالیہ قادریہ کے تحت ذکر بالجہر میں مشغول ہونے کا حکم فرمایا۔ اور سلسلۂ قادریہ میں داخل فرما لیا۔ ذکر بالجہر

سے نے مجھ پر اسقدر اثر کیا کہ از سر تا پا۔ مُو بہ مُو۔ ناخن تک ذاکر بن گئے تمام اعضاء بدن محبت الٰہی میں سرشار اور فائز المرام ہو گئے"!

(ملفوظات روزہ دھنی)

سجادہ نشینی، سید محمد راشد شاہ عرف روزہ دھنی علیہ الرحمتہ اپنے والد ماجد و مرشد محترم سید محمد بقا شاہ علیہ الرحمتہ کی شہادت کے بعد بتاریخ ۱۰ محرم ۱۱۹۸ سنہ ہجری سجادہ نشین بنے۔ اسوقت آپ کی عمر اٹھائیس ۲۸ برس تھی۔ تینوں بھائی اپنے والد ماجد شہید کی وصیت کے مطابق آپ کے تابعدار بن کر رہے۔ آپ بھی اپنے بھائیوں کو اعزاز و اکرام سے نوازتے رہے۔ اس طرح چاروں بھائی محبت و اتفاق کے ساتھ دین اسلام کی سربلندی کی خدمات سر انجام دیتے رہے۔ آپ نے خدا داد فیوض و برکات سے خلق خدا کو بہت نوازا۔ لاکھوں مریدوں کی اصلاح فرمائی۔ آپ دور دراز کے رہنے والے مریدوں کی تعلیم و تربیت کے لئے بذات خود سفر کر کے ان کے پاس پہنچتے تھے۔ اس سلسلہ میں آپ سندھ، پنجاب، بلوچستان، کچھ، راجستان اور افغانستان اور ایران تک دورہ فرمایا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ جب کہ آپ ضلع ڈیرہ غازی خان میں تشریف فرما تھے۔ آپ کے دادا مرشد کے فرزند ارجمند و سجادہ نشین حضرت پیر سید محمد گیلانی علیہ الرحمتہ بھی ضلع میانوالی سے سفر کرتے ہوئے وہاں آپہنچے۔ اس سے قبل اگرچہ ان دونوں بزرگوں نے ایک دوسرے کو نہ دیکھا تھا۔ تاہم جب یہ دونوں ملاقی ہوئے تو روحانی کشش و معرفت سے ایک دوسرے کو پہچان گئے۔ حضرت

پیر سائیں روزہ دھنی مریدوں کی حیثیت سے بکمال تعظیم وتکریم آداب بجالائے۔ اور جو کچھ بصورت نقد وجنس آپ کے پاس موجود تھا۔ سید محمد گیلانی کی خدمت میں لبطور نذرانہ پیش کردیا۔ انہوں نے بھی آپ سے بحد شفقت ومحبت کا برتاؤ کیا۔ اس طرح یہ دونوں حضرات کچھ عرصہ اکٹھے رہے۔ میاں محمد بقا شاہ شہید کی پیر کوٹ سے روانگی کے بعد دونوں خاندانوں کی یہ پہلی ملاقات تھی۔ (گلزار قادری ص ۹۲)

حضرت پیر سید محمد راشد شاہ علیہ الرحمۃ ہر دم عشق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں سرشار رہتے تھے۔ ہر سال ماہ ربیع الاول میں میلاد النبی صلے اللہ علیہ وسلم کی تقریب بڑی شان وشوکت کے ساتھ مناتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے ”ہماری خوشیوں میں سب سے بڑی خوشی میلاد النبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خوشی ہے۔ آپ اس خوشی کے اظہار کیلئے بہترین طعام پکواتے۔ اپنے دولت کدہ پر فقراء کو دعوت عام دیکر ان کی ضیافت فرماتے۔ آنے والے ہر خاص وعام کو مرحبا اور خوش آمدید فرماتے۔ بذات خود سب کے ہاتھ دھلواتے حاضرین پر اپنے ہاتھوں سے عطر وگلاب کا چھڑکاؤ کرتے۔ شاداں وفرحاں بڑی فراخدلی کے ساتھ کھانا کھلا کر بھی ان کے ہاتھ خود دھلواتے ان کو رخصت کرتے وقت انکساری کے ساتھ شریک دعوت ہونے پر ان کا شکریہ ادا کرتے۔ بار بار مرحبا وخوش آمدید کہتے جاتے تھے۔

(ملفوظات روزہ دھنی ص ۳۵۲ ج ۴)

یہاں پر میں ایک امر کی وضاحت کردینا ضروری سمجھتا ہوں کہ آجکل

کے کچھ ابن الوقت وہابی جو عقائد اہلسنت وجماعت کے مخالف سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاء کرام کی شان میں دریدہ دہن اور گستاخ ہیں۔ میلاد النبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خوشی میں مجالس میلاد منعقد کرنے اور خوشی کے اہتمام کو حرام و شرک قرار دیتے ہیں جن کی زندگیاں امت مسلمہ میں انتشار برپا کرنے، فتنہ پھیلانے اور ملک وملت سے غداری میں صرف ہوتی رہی ہیں جو انگریزوں کی حکومت کے وفادار، جاں نثار اور نمک خوار رہے۔ پھر ہندو کانگریسی لیڈروں کے تنخواہ دار ملازم بن کر تحریک پاکستان کے کٹر مخالف رہے ہیں۔ اب بدلے ہوئے حالات کے تحت خود کو اہلسنت و جماعت کہلانے اور اپنے پیشواؤں کو اہلسنت وجماعت کے رہنما ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے نہیں شرماتے۔ یہ لوگ اپنے پیشواؤں، سید احمد بریلوی اور مولوی محمد اسماعیل دہلوی اور ان کے ساتھی لیڈروں کو مجاہدین آزادی اور مجاہدین اسلام ثابت کرنے کی خاطر عالیمرتبت پیران پاگارا سے ان کا تعلق جوڑنے کی کوشش میں ہیں۔ یہ ڈھنڈورہ پیٹتے ہیں کہ سید احمد اور اسمٰعیل دہلوی اپنی جماعت کے ہمراہ " پیرگوٹھ " آئے تھے تو قبلہ پیر سید صبغت اللہ شاہ اول علیہ الرحمتہ نے ان کا بڑا اعزاز و اکرام کیا تھا ان کی مہمان نوازی کی تھی نیز ان کی رہنمائی قبول کر کے ان کے (نام نہاد) جہاد سے متفق ہو کر اپنے پانچسو جانباز مریدان کی ماتحتی میں دے دیئے تھے۔

وضاحت :۔ میں پورے وثوق کے ساتھ اعلان کرتا ہوں کہ یہ

سب جھوٹ ہے۔ پیران پاگارا پر الزام تراشی ہے۔ وہابیہ کی اس من گھڑت کہانی میں اگر کچھ بھی صداقت ہوتی تو خاندان عالیہ راشدیہ کے تحریری ریکارڈ میں کچھ تو ذکر موجود ہوتا۔ حالانکہ خاندان عالیہ راشدیہ کے کسی مکتوب یا ملفوظ میں ان کی اس کہانی کے بارے میں ایک حرف تک موجود نہیں ہے۔ نیز لطف کی بات دیکھئے کہ پاکستان قائم ہونے سے پہلے خود وہابیہ نے سید احمد رائے بریلوی اور اسماعیل دہلوی کے بارے میں اپنی کسی تالیف یا تصنیف میں اس کہانی کا کہیں ذکر تک نہیں کیا تھا۔ بلکہ قیام پاکستان کے بعد پہلے غلام رسول مہر نے یہ افسانہ تراشا اور پھر سب وہابی اس افسانے پر مزید اضافے کرتے چلے گئے۔ ان کا یہ طرز عمل اس امر کی دلیل ہے کہ یہ لوگ اب اپنی ملک و ملت سے غداریوں پر پردہ ڈالنے کی کوشش میں غلط بیانیوں کا سہارا لے رہے ہیں اور تاریخ کو مسخ کر کے اپنی پیشانی پر لگے ہوئے کلنک کے ٹیکے کو مٹانے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں۔
اس کھلی وضاحت کے بعد امید کرتا ہوں کہ برادران اہلسنت و جماعت وہابیہ کے فریب میں نہیں آئیں گے۔ ان کے تاریخی سیاہ کردار سے مفصل واقفیت کے لیئے ضروری ہے کہ فاضل محقق و مورخ ابوالحسان قادری کی تالیف "مکمل تاریخ وہابیہ" اور "تبصرہ بر تذکرہ پیران پاگارا" کا مطالعہ کیا جائے اور ان کی مذہبی فریب کاریوں سے مطلع ہونے کے لئے مولانا سید نعیم الدین صاحب مرادآبادی کی تالیف "اطیب البیان" اور ابوالحسان قادری کی تالیف "تنویر الایمان حصہ اول و دوم" کا مطالعہ کرنا چاہیئے ——

پیر سائیں روزہ دھنی قدس سرہٗ کی وفات، آپ نے بتاریخ اوّل شعبان ۱۲۳۲ھ سنہ ہجری اس دارِ فانی سے رحلت فرمائی۔

انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کا جسدِ خاکی پرانی درگاہ میں دفن کیا گیا تھا لیکن بعد میں سیلاب کے خطرہ کے پیشِ نظر آپ کے پوتے سید علی گوہر شاہ علیہ الرحمۃ نے ۶ جمادی الاول سنہ ۱۲۵۰ھ مطابق اکتوبر سنہ ۱۸۳۴ء میں آپ کا تابوت منتقل کر کے نئی درگاہ میں دفن کیا۔

آپ کے صاحبزادوں کی تعداد اٹھارہ (۱۸) ہے جنکے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

۱۔ حضرت سید صبغت اللہ شاہ اوّل ۲۔ سید محمد حسن شاہ۔
۳۔ سید ہدایت اللہ شاہ ۴۔ سید محمد یٰسین شاہ ۵۔ سید محمد لقا شاہ
۶۔ سید محی الدین شاہ ۷۔ سید محمد کریم شاہ ۸۔ سید مہدی شاہ
۹۔ سید حسین شاہ ۱۰۔ سید شاہنواز شاہ ۱۱۔ سید مبارک شاہ
۱۲۔ سید اسماعیل شاہ ۱۳۔ سید حامد شاہ ۱۴۔ سید صادق شاہ
۱۵۔ سید شاہنواز شاہ ۱۶۔ سید مبارک شاہ ۱۷۔ سید حامد شاہ
۱۸۔ سید اسماعیل شاہ علیہم الرحمۃ

آپ کی رحلت کے بعد آپ کے بڑے فرزند سید صبغت اللہ شاہ اوّل الملقب بہ پیر سائیں تجر دھنی علیہ الرحمۃ سجادہ نشین بنے۔

خلفاء:۔ جس قدر آپ کے متوسلین اور مریدوں کا حلقہ وسیع تھا اسی قدر آپ کے خلفاء کی تعداد بھی کثیر ہے۔ جن کی تفصیل بڑی ملفوظات شریف میں مندرج ہے۔ آپ کا ہر خلیفہ اپنے مقام پر

آفتاب وماہتاب بن کر چمکا۔ ہر خلیفہ نے اپنے عالی مقام مُرشد کامل کی روایات کو درخشندہ وتابندہ رکھا۔ اور آپ کے خلفاءُ سے بھی مخلوق کی بڑی تعداد مستفید و فیضیاب ہوئی۔ طوالت سے بچنے کی خاطر اس مختصر مضمون میں تبرکاً صرف چار خلفاءُ کا ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) خلیفہ سید حسن شاہ جیلانی علیہ الرحمۃ :- سلسلہُ سُولیُ شریف کے بانی ہیں۔ ان کے خلیفہ مجاز حضرت حافظ محمد صدیق علیہ الرحمۃ بانی بھر چونڈی شریف، بڑے پائے کے بزرگ ہوئے۔ ان کے حلقہُ مریدین کا حلقہ بھی بڑا وسیع ہے۔ مولوی تاج محمود امروٹی، مولوی احمد علی شیرانوالہ گیٹ لاہور، مولوی عبیداللہ سندھی اور مولوی حماد اللہ ہالیجوی بھی انہی کے مُرید تھے لیکن مسلک دیوبند سے منسلک ہوکر اپنے مشائخ اور سلسلۂ خاندان عالیہ راشدیہ کے مسلک اہلسنت و جماعت سے منحرف ہو گئے اور مسلک دیوبندیہ کی جمعیۃ علمائے ہند میں شامل ہوکر گاندھی کی آندھی کے سامنے خس وخاشاک کی مانند اُڑتے بھٹکتے پھرے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

(۲) خلیفہ سید جان محمد شاہ بخاری علیہ الرحمۃ :- چھرائے والے آپ بڑے صاحب کمال مشہور ولی اللہ تھے۔ آپ کے فیض سے دور دراز تک بہت سے علاقے فیضیاب ہوئے۔ ان کی اولاد سے سید حاجی یار محمد صاحب اور اس کے دونوں صاحبزادے سید جان محمد شہید اور سید حاجی عبدالخالق شاہ بھی صاحب کمال بزرگ ہوئے۔ اس خاندان کے مریدوں کی کثرت علاقہ کیچ مکران میں ہے۔ میر دوست محمد اور میر دین خان بھی انہی کے مُرید تھے۔ علیہم الرحمۃ

ان کے علاوہ شہداد پور کے حاجی دُر محمد شاہ اور حاجی قادن شاہ جیسے مشہور اولیاء اللہ بھی انہی کے مُرید تھے۔ علیہم الرحمۃ

(۳) خلیفہ محمود نظامانی علیہ الرحمۃ :- کڑیہ گھنور والے۔ ان کے مریدین کی اکثریت، علاقہ کچھ، کاٹھیاواڑ اور بمبئی میں ہے۔ آپ مسائل تصوف میں کامل دسترس رکھتے تھے۔ آپ کی تصنیف "محبوبیہ المحمودیہ" مسائل تصوف میں معرکۃ الآرا کتاب ہے۔ آپ ہی ملفوظات پیر سائیں روزہ دھنی علیہ الرحمۃ کے جامع و مؤلف ہیں۔ آپ کے جمع کردہ ملفوظات جو زبان فارسی تھے۔ سندھی میں ترجمہ کر کے جمعیۃ علمائے سکندریہ نے چھ حصص میں شائع کیے ہیں۔ زیر نظر کتاب اسکا اردو ترجمہ ہے۔

(۴) خلیفہ نبی بخش لغاری علیہ الرحمۃ :- اپنے دور کے نامی گرامی ولی اللہ ہوئے۔ ان کے مریدین کی بڑی تعداد علاقہ کچھ، کاٹھیاواڑ اور دھوراجی میں آباد ہے، آپ سندھی اور سرائیکی ہر دو زبانوں کے قادر الکلام شاعر تھے۔ آپ کی سرائیکی زبان میں منظوم کتاب "سستی پنوں" بڑی مقبول و مشہور ہے۔

ان کے پوتے غلام نبی نے اُس دوران جبکہ سید حزب اللہ شاہ الملقب بہ تخت دھنی علیہ الرحمۃ سجادہ نشین تھے۔ خاندان راشدیہ کے مریدوں کو یہ مشورہ دیا تھا کہ وہ صرف سجادہ نشین پیر صاحب پاگارہ کے جاں نثار فدائی بن کر رہیں۔ صرف اسی کے احکام کی تعمیل کو لازم جانیں اور صرف اسی کو نذر و نیاز پیش کیا کریں۔ اس کے علاوہ سجادہ نشین کے بھائیوں اور رشتہ داروں کی تعظیم تو ضرور کریں کسی بھی معاملے میں ان کو سجادہ نشین پیر صاحب پاگارا

کے مسادی نہ جانیں۔ جبکہ خدا ایک، رسول ایک اور قرآن ایک ہے تو مرشد بھی ایک ہی ہے۔ پس جن افراد نے خلیفہ غلام نبی کی اس بات پر عمل کرنا شروع کر دیا وہ خود کو "حُر" کہلانے لگے کہ جس طرح میدانِ کربلا میں حضرت حُر رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پر اپنی جان قربان کر دی تھی۔ اسی طرح ہم بھی پیر صاحب پاگارا پر جان قربان کر دینے والے فدائی ہیں۔ اس سے قبل خاندان راشدیہ کے مُرید حُر نہیں کہلاتے تھے۔ پس یہ گروہ جس نے سجادہ نشین پیر صاحب پاگارا اور اس کے بھائیوں اور دوسرے رشتہ داروں کے درمیان معاملات میں فرق رکھنے کو اختیار کیا۔ اسے "فرقی" کہا جانے لگا۔ اور جن افراد نے غلام نبی کی اس بات پر عمل نہ کیا بلکہ حسب سابق سجادہ نشین پیر صاحب پاگارا اور اس کے بھائیوں اور رشتہ داروں سب کی وفاداری اور خدمتگذاری کو لازم سمجھتے رہے وہ "سالم" کہلائے، تاہم جب انہوں نے دیکھا کہ "فرقی" خود کو حُر کہلا کر اس پر فخر کرتے ہیں تو گروہ "سالم" کے افراد نے یہ کہہ کر کہ ہم بھی پیر صاحب پاگارا کے جاں نثار و فدائی ہونے کے لحاظ سے "فرقیوں" سے کم تر نہیں ہیں۔ خود کو حُر کہلانا شروع کر دیا۔

موجودہ ابن الوقت وہابی یہ پروپیگنڈا کرتے ہیں کہ "جب سید صبغت اللہ شاہ اوّل پیر صاحب پاگارا نے سید احمد رائے بریلوی۔ اور محمد اسماعیل دہلوی کے (نام نہاد) جہاد سے متفق ہو کر اپنے پانچ سَو مُریدان کی تحویل میں دے دیئے

تھے۔ تو سید احمد نے خوش ہو کر انہیں "حُر" کے خطاب سے نوازا تھا۔ حالانکہ سید حزب اللہ شاہ پیر صاحب پاگارا کے دور سے قبل خاندان راشدیہ کے مُریدوں کو "حُر" کہنے یا کہلانے کا سراغ تک نہیں ملتا۔ پس وہابیہ کا یہ دعوٰے بھی سراسر غلط۔ خلاف واقعہ اور نِری بکواس ہے۔ فقیر یہ وضاحت اس لئے کرتا ہے کہ عوام و خواص پر وہابیہ کا مکر و فریب واضح ہو۔ اور بھولے بھالے "سُنّی" بھائی ان کے جھوٹے پروپگنڈہ سے گمراہ نہ ہوں۔

مختصر حالات سید صبغت اللہ شاہ صاحب اوّل علیہ الرحمۃ

حضرت سید محمد راشد شاہ پیر سائیں روزہ دھنی قدس سرہٗ کی رحلت کے بعد ان کے بڑے صاحبزادے سید صبغت اللہ شاہ اوّل الملقب بہ پیر سائیں تجر دھنی علیہ الرحمۃ سجادہ نشین بنے۔ اسوقت آپ کی عمر پچاس برس تھی۔ آپ کا چہرہ مبارک بے حد خوبصورت تھا۔ آپ کے رُخِ روشن میں آپ کے مُریدان باصفا تجلیات وانوار ربانی کا مشاہدہ کرتے تھے۔

آپ کی ولادت مبارکہ ۱۱۸۳ھ کے آخر میں ہوئی۔ آپ نے جب ہوش سنبھالا تو اپنے والد ماجد پیر سائیں روضہ دھنی علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت کی اور انہی کی تعلیم و تربیت سے منازل سلوک طے کئے۔ آپ نے مسند نشین ہونے کے بعد دین اسلام کی بڑی خدمات سرانجام دیں۔ اور اپنے والد ماجد کی طرح طالبانِ حق کی تعلیم و تربیت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ آپ کے فیوض و برکات سے سندھ اور پنجاب کے لاکھوں افراد فیضیاب ہوئے۔

آپ جب سجادہ نشین بنے تو آپ کے بھائی سید محمد یاسین شاہ نے اختلاف کیا۔ اسکا دعوٰے تھا کہ سجادہ نشینی کا مستحق میں ہوں۔ یہاں تک کہ اسوقت کے حکمران میر صاحبان کے پاس حیدرآباد جاکر اس نے درخواست کی کہ مجھے میرا حق دلایا جائے اور مجھے سجادہ نشین بنایا جائے۔ حاکم نے اپنے وزیر اعظم نواب ولی محمد خان آف تاجپور کو حکم دیا کہ درگاہ مبارک جاکر تحقیقات کرے اور از روئے انصاف سجادہ نشینی کا فیصلہ طے کردے۔ وزیرِ اعظم موصوف نے درگاہ مبارک

پہنچ کر بڑی تحقیق و تفتیش کے بعد فیصلہ صادر کیا کہ پیر سید صبغت اللہ شاہ اول ہی سجادہ نشینی کے مستحق ہیں۔ یہ فیصلہ لکھ کر اپنے دستخط اور مہر ثبت کر کے تحریر سید صبغت اللہ شاہ اول علیہ الرحمۃ کو دیدی۔

اس کے بعد سید پیر یٰسین شاہ صاحب نے مطالبہ کیا کہ مجھے پیر سائیں روزہ دھنی علیہ الرحمۃ کے تبرکات میں سے کوئی تبرک دیا جائے تاکہ میں علیحدہ ہو جاؤں۔ میں اپنے بھائی کے ساتھ اکٹھا نہیں رہ سکتا۔ اس بارے میں نواب ولی محمد خان تاجپور نے بھی سید یاسین شاہ کی سفارش کی۔ حضرت پیر صبغت اللہ شاہ اول نے فرمایا کہ میری خواہش یہی ہے کہ میرا بھائی ہم سے الگ نہ ہو، سب مل جل کر دین اسلام کی خدمت کرتے رہیں۔

لیکن جب سید یاسین شاہ صاحب کسی طرح اس پر راضی نہ ہوئے تو آپ نے ایک علَم (جھنڈا) جس پر کلمہ طیبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ بحروف جلی طلائی تاروں سے سبز ریشمی کپڑے پر کشیدہ کاری سے لکھا ہوا تھا۔ سید محمد یٰسین شاہ صاحب کو مرحمت فرمایا۔ یہ وہی علَم تھا جو شاہ کابل زمان شاہ بن تیمور شاہ بن احمد شاہ ابدالی نے تیار کرا کر حضرت پیر سائیں روزہ دھنی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں بطور نذرانہ پیش کیا تھا۔

پیر سید محمد یاسین شاہ صاحب اس جھنڈے کو لیکر مقام ٹھلاہ (نزد اسٹیشن باقرانی ضلع لاڑکانہ) چلے گئے۔ اور وہیں مستقل طور پر مقیم ہو گئے۔ اس طرح یہ خاندان راشدیہ دو حصوں میں منقسم ہو گیا۔ درگاہ مبارک کے سجادہ نشین پیر پاگارا کے لقب سے

اور پیر سید محمد یاسین شاہ اور ان کے جانشین ''جھنڈے والے پیر'' کے لقب سے معروف و مشہور ہوئے ۔ اس لحاظ سے پیر سید صبغت اللہ شاہ اوّل علیہ الرحمۃ پہلے پیر پگارا ہیں ۔ یعنی ''صاحب دستار'' کہ سندھی میں دستار کو پگ کہتے ہیں ۔

پیر سید صبغت اللہ شاہ اوّل علیہ الرحمۃ سجادہ نشینی کے بعد تیرہ ۱۳ برس تک دینی خدمات سر انجام دینے کے بعد بتاریخ ۶ رمضان المبارک ۱۲۴۶ھ رحلت فرما گئے ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

آپ کے سات فرزند ہوئے جن کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں ۔

۱۔ سید عبد القادر شاہ
۲۔ سید غلام مصطفےٰ شاہ
۳۔ سید علی گوہر شاہ اوّل
۴۔ سید علی محمد شاہ
۵۔ سید علی حیدر شاہ
۶۔ سید علی ذوالفقار شاہ
۷۔ سید شاہ مراد شاہ

علیہم الرحمۃ

آپ کی رحلت کے بعد آپ کے تیسرے فرزند حضرت پیر سید علی گوہر شاہ اوّل علیہ الرحمۃ سجادہ نشین بنے ۔

مختصر حالات حضرت پیر علی گوہر شاہ اول پیر پاگارا دوم

آپ کا لقب پیر سائیں "بنگلہ دھنی" ہے۔ آپ نے نئی درگاہ مبارک پر ایک بنگلہ تعمیر کرایا تھا اس لئے بنگلہ دھنی (صاحب بنگلہ) کے لقب سے معروف و مشہور ہوئے۔

آپ بتاریخ ۴ رجب ۱۲۲۱ھ تولد ہوئے۔ آپ نے اپنے والد ماجد سے بیعت کی اور انہی کی زیر تربیت منازل سلوک طے کیں۔ سجادہ نشینی کے وقت آپ کی عمر پندرہ برس تھی۔ آپ پر محبت الٰہی اسقدر غالب تھی کہ ہر وقت جذب و سکر کے عالم میں مستغرق رہتے تھے اسی عالم استغراق میں آپ کی زبان سے معرفت الٰہی کے چشمے بصورت اشعار جاری رہتے۔ چنانچہ آپ کے بلند پایہ اشعار کی تعداد ہزاروں سے متجاوز ہے۔ اگر آپ کی تمام کافیاں اور اشعار مرتب کر لئے جاتے تو ان کا مجموعہ کلام حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی رحمۃ اللہ علیہ کے مجموعہ کلام سے ضخیم تر ہوتا۔ تاہم آپ کے جو اشعار محفوظ رہ سکے ان کا ایک مجموعہ "اصغر سائیں جو کلام" شائع ہو چکا ہے۔ آپ کے کلام میں جذب و سوز اسقدر نمایاں ہے کہ پڑھنے والے بھی عالم جذب و سوز میں مستغرق ہو کر رہ جاتے ہیں۔

آپ کے دور میں پرانی درگاہ مبارک کو دریائے سندھ کی طغیانی سے خطرہ لاحق ہوا تو آپ نے بتاریخ جمادی الاولیٰ ۱۲۵۰ھ اپنے جد امجد پیر سائیں روزہ دھنی اور اپنے والد ماجد پیر سائیں تجر دھنی علیہم الرحمۃ کے تابوت وہاں سے منتقل کرا کر نئی درگاہ

(موجودہ پیر گوٹھ) میں لائے۔ اور موجودہ درگاہ مبارک میں دفن کیے تھے۔ اس کے بعد یہ مقام رفتہ رفتہ بصورت قصبہ آباد ہوتا چلا گیا۔

آپ ہی کے دَور میں جب انگریزوں نے محرم ۱۲۵۹ھ بمطابق فروری ۱۸۴۳ء میں سندھ پر قبضہ کر لیا تو یہاں کے غداران ملک و ملت دنیاوی مفادات کے حصول کی خاطر اقتدار انگریزی کا دم بھرنے لگے۔ اور انگریز حکام انہیں، نقد انعام، جاگیریں اور خطابات دیکر نوازنے لگے۔ انگریز حکام چاہتے تھے کہ پیر علی گوہر شاہ اوّل علیہ الرحمتہ بھی اُن کے حضور حاضر ہو کر اپنی وفاداری کا اظہار کریں۔ لیکن آپ نے انگریز حکام کی جانب ذرہ بھر توجہ مبذول نہ کی۔ حسب سابق اپنے خاندانی معمولات میں مصروف اور اپنی جماعت کی دینی تربیت اور شغلہ ذکر وفکر میں مشغول رہے۔

انگریزوں کے جی حضوری کرنے اور وفاداری کا دم بھرنے والے رئیس اور خانبہادر انگریزی حکام کو پیر سید علی گوہر شاہ اوّل کے خلاف بھڑکانے کی کوشش کرتے تھے کہ پیر پاگارا نے اقتدار انگریزی کو قبول نہیں کیا۔ اور حکومت برطانیہ کے آگے سر کو نہیں جھکایا ہے۔ مگر چالاک انگریز پیر صاحب پاگارا پر ہاتھ ڈالنے کے لیئے مناسب موقعہ کے منتظر رہے۔ اسی کشمکش کے دوران پیر علی گوہر شاہ صاحب صرف چار سال بعد ہی بتاریخ ۱۱ جمادی الاوّل ۱۲۶۳ھ بتیس ۳۲ برس کی عمر میں وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون آپ کے صرف ایک ہی فرزند سید حزب اللہ شاہ علیہ الرحمتہ تھے اور آپ کی وفات کے بعد وہی سجادہ نشین بنے۔

مختصر حالات پیر سید حزب اللہ شاہ پیر پاگارا سوم

آپ نے "جیسلمیر" سے سنگِ مرمر کا ایک تخت بنوایا۔ اس لیے آپ کا لقب "تخت دھنی" (صاحب تخت) مشہور ہوا۔ نیز اسی نسبت سے آپ کو "سند دھنی" (صاحبِ مسند) کے لقب سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔

آپ کی ولادت مبارکہ ۱۰ رشوال ۱۲۵۸ھ کو ہوئی۔ آپ بچپن میں ہی اپنے والد ماجد سے بیعت ہوئے۔ اور ابھی آپ کی عمر پانچ برس ہی تھی کہ آپ کے والد ماجد انتقال فرما گئے۔ اور آپ ان کے جانشین و سجادہ نشین بنے۔ آپ اگرچہ بلحاظ عمر صغیر تھے لیکن بہ لحاظ دانش و قابلیت کبیر تھے۔ باوجود صغیر سن ہونے کے آپ نے اپنی کثیر التعداد جماعت پر مؤثر کنٹرول قائم رکھا اور معاملات بڑی دانشمندی سے چلاتے رہے۔

آپ کے والد ماجد کے غیرت مندانہ رویہ کے باعث حکمران انگریز، ان کی جانب سے بھی غیر مطمئن تھے، وہ آپ کو اپنے اقتدار کے لیے ایک خطرہ تصور کرتے تھے۔ چنانچہ انگریزوں نے آپ کو اپنے زیر اثر لانے کے لیے متعدد تدابیر اختیار کیں لیکن بے سود رہیں۔ جب آپ کسی چال میں نہ آئے تو انگریز حکام نے آپ کو نظر بند کرنے کا فیصلہ کیا۔ تاہم ان کے لاکھوں سرفروش مریدوں کے جذبۂ جاں نثاری کو دیکھتے ہوئے۔ ان کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ ان پر ہاتھ ڈالیں۔ پیر صاحب حزب اللہ شاہ علیہ الرحمۃ بدستور

اپنی آن پر قائم رہے۔ انہوں نے انگریزوں کی جانب توجہ تک مبذول نہ فرمائی۔ ہر وقت اپنی جماعت کی تعلیم و تربیت اور جماعتی معاملات میں منہمک رہتے تھے۔ انہی حالات میں بیس برس گذر گئے۔ بالآخر ۱۲۸۴ھ میں انگریزوں نے آپ پر قابو پا لینے کی خاطر ایک گھناونی سازش تیار کی۔ انہوں نے میر مراد علیخان والئ ریاست خیرپور سے آپ کے خلاف قتل کا ایک جھوٹا مقدمہ خیرپور کی عدالت میں دائر کرایا۔ تاکہ آپکو ہراساں کر کے اپنے سامنے جھکایا جا سکے یا عدالت سے سزا دلوا کر قید کیا جا سکے۔ آپ نے انگریزوں کی اس سازش کا بھی مردانہ وار مقابلہ کیا۔ چونکہ مقدمہ جعلی اور گواہ مصنوعی تھے۔ انگریز اور میر مراد علیخان یہ مقدمہ ہار گئے۔ پیر صاحب پاگارا کامیاب و سرخرو رہے۔

انہی دنوں انگریز سکھوں کو شکست دیکر پنجاب پر قابض ہو چکے تھے۔ سندھ اور پنجاب میں آمد و رفت کا سلسلہ بحال ہو چکا تھا۔ پیر صاحب حزب اللہ شاہ نے اپنے چند سربرآوردہ مریدوں کو پیر کوٹ سدھانہ بھیج کر درگاہ مبارک پیر سید عبدالقادر آخرین علیہ الرحمتہ کے سجادہ نشین پیر سید امیر الدین شاہ جیلانی کو اپنے ہاں دعوت پر مدعو کیا۔ انہوں نے یہ دعوت بخوشی قبول فرمائی اور اپنی طرف اپنے بڑے فرزند پیر سید محمد شاہ ثانی جیلانی کو دعوت میں شریک ہونے کا حکم فرمایا۔ اسوقت پیر سید محمد شاہ ثانی جیلانی کی عمر تقریباً بارہ برس کی تھی۔ آپ اپنے والد ماجد کے حکم کی تعمیل میں پیر گوٹھ پہنچے۔ حضرت سید حزب اللہ شاہ آپ کی تشریف آوری

سے نہایت مسرور ہوئے اور بڑے ادب واحترام کے ساتھ ان کا شایانِ شان استقبال کیا۔ پیر سید محمد بقا شاہ شہید علیہ الرحمۃ کے بعد مُرشد خاندان سید عبدالقادر آخرین اور مُرید خاندانِ راشدیہ کی یہ دوسری ملاقات تھی۔ صاحبزادہ سید محمد جیلانی شاہ ثانی نے پیر گوٹھ میں ایک مرتبہ نمازِ جمعہ بھی پڑھائی اور حاضرین کو نہایت فصیح و بلیغ انداز میں خطاب فرمایا۔ جس سے حاضرین بےحد محظوظ اور مستفیض ہوئے۔

چالاک انگریز، پیر سید حزب اللہ شاہ پر گہری نظر رکھے ہوئے تھے۔ جب ان کو یہ معلوم ہوا کہ سندھ کے خاندان راشدیہ کا پنجاب کے ذی اثر گیلانی خاندان سے بھی گہرا تعلق ہے تو وہ اور بھی سٹپٹا گئے۔ مگر کیا کر سکتے تھے۔ بلا کسی معقول سبب کے پیر صاحب پاگارہ پر ہاتھ ڈالنا بھی آسان نہ تھا۔

دریں اثناء، اتفاقاً ایک ایسا افسوسناک واقعہ رونما ہو گیا کہ انگریز حکام خوش ہو گئے۔ انہیں پیر سید حزب اللہ شاہ پیر پاگارا پر ہاتھ ڈالنے کا ایک بہانہ مل گیا۔ وہ یہ سوچ کر خوش ہوئے کہ اب یہ پیر ہماری گرفت سے بچ نہیں سکے گا۔ ہوا یوں کہ خاندانِ راشدیہ کی دوسری شاخ کے بانی پیر سید محمد یٰسین شاہ جھنڈے والے کے سجادہ نشین بیٹے پیر فضل اللہ شاہ کو پیر صاحب پاگارا کے دو مُریدوں (غلام نبی لغاری اور احمد) نے اپنے طور پر قتل کر دیا۔ دقوعہ قتل کے بعد غلام نبی لغاری تو فرار ہو گیا۔ مگر احمد کو گرفتار کر لیا گیا۔ جھنڈے والے پیر رشید الدین شاہ اور انگریزوں

نے قتل کے اس مقدمہ میں پیر سائیں حزب اللہ شاہ ملوث کرنے کی بڑی کوشش کی۔ لیکن عدالت میں اسکا کوئی ثبوت پیش نہ کر سکے۔ پیر سید حزب اللہ شاہ اس مقدمہ سے بھی باعزت بری ہوکر سرخرو ہوئے۔ عدالت نے قاتل احمد کو سزائے موت سنائی اور اسکو پھانسی دیدی گئی۔ انگریز اس دفعہ بھی سید حزب اللہ شاہ کو پھسانے میں ناکام رہے تھے۔

حضرت پیر سائیں حزب اللہ شاہ (تخت دھنی) علیہ الرحمۃ علم وفضل میں بلند مقام کے حامل تھے۔ علوم قرآن وحدیث میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ آپ نے سندھی زبان میں قرآن مجید کی تفسیر لکھوائی۔ اس کا نام "تفسیر کوثر" ہے آپ کے فرزند پیر شاہ مردان شاہ اول علیہ الرحمۃ نے اسکو شائع کرکے مفت تقسیم کیا تھا۔ تاکہ عوام وخواص اس سے مستفید ہوسکیں۔

درگاہ مبارک میں موجودہ مدرسہ بھی آپ ہی کا تعمیر کردہ ہے۔ آپ نے پہلے سے موجود اس مدرسہ کو از سر نو تعمیر کرایا تھا۔ اور درگاہ شریف کی موجودہ مسجد بھی آپ ہی نے تعمیر کرائی تھی۔ آپ مریدوں کی تعلیم وتربیت کے لیئے دور دراز کا سفر کرکے ان کے پاس خود پہنچتے تھے۔ اور اسطرح آپ نے لاکھوں بندگان خدا کو فیضیاب کیا۔ علاقہ جیسلمیر کی سرزمین بھی آپ کے فیض روحانی اور نور ولایت سے بہرہ ور اور منور ہوئی۔ وہاں کی ہندو برادری "سلاوٹ" کے تمام افراد نے آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہوکر بیعت کی۔ اس برادری

ے بہت سے کنبے آجکل کراچی اور حیدرآباد میں مقیم ہیں۔

آپ کی کرامات اس قدر ہیں کہ اگر ضبط تحریر میں لائی جائیں تو ایک مبسوط دفتر مرتب ہو جائے تاہم بطور تبرک یہاں صرف ایک کرامت کا ذکر مناسب سمجھتا ہوں۔ ایک مرتبہ آپ سلووٹ برادری کی دعوت پر جیسلمیر تشریف لے گئے۔ مریدین کی ایک بڑی تعداد بھی آپ کے ہمراہ تھی۔ شہر جیسلمیر میں صرف ایک ہی تالاب تھا جس سے لوگ پانی کی ضروریات پوری کرتے تھے۔ اس تالاب میں بارش کا پانی جمع ہوا کرتا تھا۔ چونکہ اس دفعہ بارشیں نہ ہوئی تھیں اس لئے تالاب میں پانی بہت کم رہ گیا تھا۔ راجہ نے یہ سوچ کر کہ اگر پیر صاحب کے مرید اس تالاب سے پانی استعمال کریں گے تو پانی ختم ہو جائے گا پیر صاحب کو پیغام بھیجا کہ آپ کو اور آپ کے مریدوں کو تالاب سے پانی لینے کی اجازت نہیں ہے۔ پیر سائیں تخت دھنی نے یہ سنکر فرمایا "اچھا، تو پھر ہم اللہ سے پانی مانگ لیں گے" اور دعا مانگی، اسی وقت بادل چھا گئے اور موسلا دھار بارش برسنے لگی۔ یہاں تک کہ تالاب لبالب پانی سے بھر گیا اور پانی نے سیلاب کی صورت اختیار کرلی۔ شہر کو سیلاب کا خطرہ لاحق دیکھ کر راجہ گھبرا اٹھا دوڑتا ہوا پیر سائیں کی خدمت میں پہنچا۔ اور عرض کی "یا حضرت! میں اپنی غلطی پر نادم ہوں۔ معافی کا خواستگار ہوں۔ براہ کرم بارش بند کرائیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ساری آبادی سیلاب میں بہہ جائے۔ پیر سائیں نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیئے۔ بارش اسی وقت بند ہو گئی۔ راجہ کو یقین ہو گیا کہ "بے شک آپ سچے ولی اللہ ہیں۔"

چنانچہ راجہ اسی وقت تائب ہو کر آپ کا مُرید بن گیا سابقہ مایوسی کے بعد امید کی کرن دیکھ کر اولاد کے لئے دعا کا خواستگار ہوا۔ اور اسکو اللہ تعالےٰ نے نرینہ اولاد عطا کی!

آپ سخاوت میں نہایت فراخدل تھے۔ کوئی سائل خالی ہاتھ نہ لوٹتا تھا۔ اگر کچھ موجود نہ ہوتا تو قرض لے کر سائل کی حاجت براری کر دیا کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کے پاس مال کبھی جمع نہ ہوتا تھا۔ آپ اکثر اوقات یہ مسنون دعا پڑھتے رہتے تھے۔ اللھم احینی مسکیناً و امتنی مسکیناً واحشرنی فی زمرۃ المساکین۔

آپ پینتالیس ۴۵ برس سجادہ نشین رہنے کے بعد بعمر پچاس سال بتاریخ ۴ محرم ۱۳۰۸ھ اس دارِ فانی سے بہ عالم جاودانی رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کے آٹھ فرزند ارجمند ہوئے جن کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں۔

۱۔ سید علی گوہر شاہ ثانی ۲۔ سید علی مظفر شاہ
۳۔ سید علی اصغر شاہ ۴۔ سید شاہ مردان شاہ اوّل
۵۔ سید علی سرور شاہ ۶۔ سید محمود شاہ
۷۔ سید غلام مصطفٰے شاہ ۸۔ سید عنایت شاہ

آپ کی رحلت کے بعد آپ کے بڑے صاحبزادے سید علی گوہر شاہ ثانی سجادہ نشین بنے۔

مختصر حالات حضرت سیّد علی گوہر شاہ ثانی علیہ الرحمۃ پیر پاگارا چہارم

آپ کا لقب "محافے دھنی" ہے۔ چونکہ آپ کی طبیعت اکثر علیل رہتی تھی اس لیئے آپ کے مریدوں نے دور دراز کے مریدوں کے پاس پہنچنے کے لیئے "محافہ" (یعنی ڈولی) بنوایا تھا۔ جس پر سوار ہو کر سفر کیا کرتے تھے۔ اسی لحاظ سے آپ کا لقب "محافے دھنی" مشہور ہوا۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۲۷۵ھ میں ہوئی۔ آپ نے اپنے والد ماجد کے حکم سے حضرت پیر سید محمد گیلانی شاہ ثانی علیہ الرحمۃ (اچپاہ شالی) کے دستِ حق پرست پر بیعت کی اور منازل سلوک طے کیں۔ اس کے علاوہ آپ اپنے والد ماجد سے بھی فیضیاب ہوئے۔ اور ان سے بھی آپ کو بہت عنایات حاصل ہوئیں۔ آپ اپنے والد ماجد کے انتقال کے بعد بتاریخ ۱۴ محرم ۱۳۰۸ھ میں سجادہ نشین بنے۔

آپ کے وقت میں حُر فقیروں نے گورنمنٹ برطانیہ کے خلاف منظم علمِ بغاوت بلند کیا۔ اور آزادی حاصل کرنے کے لئے مسلح جدوجہد شروع کی۔ ان مجاہدین آزادی کی قیادت کرنے والے حسبِ ذیل سرفروشوں کے نام سرِفہرست ہیں۔ جنہوں نے اپنی متوازی حکومت قائم کرلی تھی۔

(۱) بچو بادشاہ، ولد دریام فقیر خاصخیلی (۲) پیرو فقیر دستان زیر (۳) گلو فقیر موچی کوتوال۔ (۴) بھلو فقیر گاہو (۵) مہری فقیر گانگھرد (۶) تگیو فقیر چانگ (۷) عثمان فقیر ہنگورو (۸) خمیسو فقیر دستان

(۹) وسند فقیر گرزاک (۱۰) عیسیٰ فقیر ڈاہری (۱۱) قائم فقیر موچی (گلو کا بھائی) (۱۲) دریا خان فقیر نظامانی۔ ان بارہ مجاہدین نے مکھی جھیل کے جنگلات میں اپنا دارالسلطنت قائم کیا۔ اور بڑی بہادری کے ساتھ سامراج برطانیہ کے خلاف برسرپیکار ہوگئے ان کی کاروائیاں انتہائی منظم اور کامیاب ہوتی تھیں۔

یہ مجاہدین علاقہ مکھی (موجودہ ضلع سانگھڑ) کے بڑے بڑے مالداروں اور زمینداروں سے ٹیکس اور مالیہ وصول کر کے اخراجات پورے کرتے تھے۔ خصوصاً گورنمنٹ برطانیہ کے پٹھوؤں سے زبردستی رقوم وصول کی جاتی تھیں۔ ان میں سے اگر کوئی رقم دینے سے انکار کرتا یا حکومت برطانیہ کی مدد سے ان کو گرفتار کرانے کی کوشش کرتا تو یہ مجاہدین ایسے افراد کے خلاف شدید ترین کاروائیاں بھی کرتے تھے۔ ان کے مال ومتاع کو زبردستی لوٹ لیتے اور انہیں قتل وغارت کرنے سے کچھ دریغ نہ کرتے تھے۔ ان مجاہدین آزادی کی طوفانی کاروائیوں سے حکمران انگریزوں کے ہوش وحواس گم ہوگئے اور برٹش گورنمنٹ کی نیند حرام ہوگئی تھی۔

حکومت برطانیہ کے وفادار متعدد وڈیروں کو مجاہدین نے قتل کیا اور ان کا مال ومتاع لوٹ لیا۔ ایک پولیس انسپکٹر "جولان سنگھ" سکھ کو "بہرم بڑی" کے بھرے میلے میں علی الاعلان جہنم رسید کیا اور پولیس تھانوں پر کامیاب حملے کر کے ان کو تباہ وبرباد کیا اور اسلحہ وغیرہ لوٹ کر لے گئے۔

۱۸۹۲ء میں حکومت برطانیہ نے ضلع تھر پارکر (ان دنوں عمرکوٹ ہیڈکوارٹر تھا) کے انگریز ڈپٹی کمشنر مسٹر "لیوکس" کو حر مجاہدین پر قابو پانے پر مامور کیا، مسٹر لیوکس اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود جب ناکام رہا تو اس نے غیض و غضب میں آکر پرامن شہریوں پر باغی حروں کی مدد کرنے کا الزام رکھ کر سینکڑوں بے گناہوں کو گرفتار کرنے اور ان پر بے پناہ تشدد کرنے کی وحشیانہ کاروائیاں شروع کر دیں اور اسکے حکم سے فوجیوں اور پولیس والوں نے درجنوں دیہات پر حملے کر کے قتل عام کیا۔ ان کے گھروں کو لوٹ کر مکانوں کو نذر آتش کر دیا تھا۔ اور ہزاروں افراد کو گرفتار کر کے ان پر ناقابل بیان مظالم ڈھائے۔ یہ سب کچھ کرنے کے باوجود بھی جب کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا اور حر مجاہدین کی کاروائیوں پر قابو پایا نہ جا سکا تو فریب کار و مکار انگریزوں نے اپنی روائتی عیاری سے کام لینے کا منصوبہ بنایا۔

کمشنر سندھ "مسٹر جیمس" کراچی سے حیدر آباد پہنچا اور پیر سائیں علی گوہر شاہ ثانی کو طلب کر کے ان سے امداد کا طالب ہوا۔ اس نے پیر صاحب پاگارا سے پرزور اپیل کی کہ "امن و امان بحال کرنے میں حکومت کی مدد کریں۔ اپنے شوریدہ سر مریدوں کو حکم دیں کہ وہ ہتھیار ڈال دیں۔ اور خود کو مسٹر لیوکس کے سامنے پیش کر دیں" پیر صاحب نے فرمایا "اگر حکومت ان کو عام معافی دینے کا اعلان کر دے اور انہیں سزا نہ دینے کا وعدہ کرے تو میں حر مجاہدین کو حکم دیدوں گا کہ وہ ہتھیار ڈالدیں اور خود کو

حکام کے سامنے پیش کر دیں۔ کمشنر سندھ نے پیر صاحب کو یقین دلایا اور وعدہ کیا کہ اگر یہ باغی ہتھیار ڈال کر پیش ہو جائیں تو ان کے خلاف کوئی انتقامی کاروائی نہ کی جائیگی۔ پیر صاحب نے حر مجاہدین کے قائدین کو پیغام بھیج دیا کہ ”وہ مسٹر لیوکس کے سامنے حاضر ہو جائیں“

مجاہدین کے رہنماؤں نے اپنے مرشد کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کیا۔ اور خالی ہاتھ خود کو پیش کرنے کیلئے روانہ ہو گئے لیکن جب سانگھڑ کے قریب پہنچے ہی تھے کہ ان پر ”لیوکس“ کے حکم سے گھات میں لگی ہوئی پولیس نے اچانک فائرنگ کر دی۔ جس کے نتیجے میں ۱۔ پیرو فقیر دستان ۲۔ گلو فقیر موچی ۳۔ تکیو فقیر (۴) عثمان فقیر ۵۔ بھٹو فقیر (۶) مصری فقیر اور ان کے چند دیگر ساتھی موقعہ پر شہید ہوئے۔ دسند فقیر کزاک گرفتار ہوا جسے بعد میں سزائے عمر قید سنائی گئی۔ بچو فقیر بادشاہ اور عیسےٰ فقیر ڈاہری دونوں ریاست خیر پور کے وزیر مسٹر یعقوب علی کے پاس پہنچے اور پناہ دینے کی درخواست کی لیکن ان کو بھی دھوکے سے گرفتار کر کے سانگھڑ لایا گیا اور مسٹر لیوکس کے حکم سے ان کو بھی پولیس تھانہ (چوک میں جہاں اب نیشنل بنک ہے) سانگھڑ میں پھانسی پر لٹکا دیا گیا۔ ان شہداء حر مجاہدین کو سانگھڑ کے جنوب میں واقع قریبی نظامانی قبرستان میں دفن کیا گیا۔ جہاں ان کی قبریں اب تک موجود ہیں۔ مجاہدین کے رہنماؤں میں سے صرف ایک شخص دریا خان نظامانی بچ کر بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو سکا تھا۔ مگر کچھ عرصہ بعد اسے بھی گرفتار کر لیا گیا تھا۔ اس کی گرفتاری کا حال آگے چل کر بیان ہوگا۔ انگریز اس طرح دھوکہ بازی سے

ذریعہ حُر مجاہدین کی تحریک آزادی کو دبانے میں عارضی طور کامیاب ہوئے۔ اس کے بعد انگریزوں نے حُروں کو مکمل طور پر کچل دینے کا فیصلہ کرلیا تاکہ آئندہ پھر کبھی یہ سر اٹھانے کے قابل نہ رہ جائیں۔ حُروں کو وسیع پیمانے پر پکڑ پکڑ کر گولی مار دی گئی۔ پھانسی پر لٹکایا گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی حُر جماعت کو خلاف قانون قرار دے دیا گیا۔ تمام حُروں کی نظر بندی کے احکام جاری کرکے مختلف شہروں اور قصبوں سے باہر نظر بندی کے کیمپ قائم کرکے ان کے تمام مرد وزن، بچے اور بوڑھے ان کیمپوں میں نظر بند کر دیئے گئے تمام کیمپوں پر مسلح پولیس کے پہرے لگا دیئے گئے۔ حُروں کو حکم دیا گیا کہ دن کے وقت محنت مزدوری کرکے اپنے اور اپنے اہل وعیال کے اخراجات خود دونوش پورے کریں۔ صبح شام پولیس تھانوں میں حاضری لگوائیں۔ پیر صاحب پاگارا نے حکومت برطانیہ کی ان کارروائیوں پر سخت اعتراض کیا لیکن انگریزوں نے نہیں جانا۔ حُروں کی نظر بندی کا یہ ظالمانہ سلسلہ قیام پاکستان تک جاری رہا۔ پیر صاحب اپنے مریدوں کو صبر وتحمل کی تلقین کرتے تھے۔ لیکن جوشیلے حُروں کے دلوں میں انگریزوں کے خلاف نفرت وعداوت کا جذبہ بڑھتا چلا گیا۔ سرفروش حُر نظر بندی کے کیمپوں سے روپوش ہونے لگے۔ تاکہ حکومت برطانیہ کے خلاف پھر منظم بغاوت کرسکیں۔ حکومت برطانیہ اور پیران پاگارا کے مریدوں کے درمیان یہ کشمکش جاری تھی کہ پاکستان قائم ہوگیا۔ اور حکومت پاکستان نے حُروں پر عائد تمام پابندیاں ختم کرکے ان سب کو آزاد کردیا اور نظر بندی کیمپوں کا خاتمہ کر دیا۔

پیر سید علی گوہر شاہ ثانی علیہ الرحمتہ جو پہلے ہی سے علیل رہتے تھے ان جانکاہ واقعات سے ان کی طبیعت پر نہایت شدید اثر پڑا۔ آپ کی صحت مزید بگڑتی چلی گئی۔ بالآخر جب آپ کی صحت ادائیگی فرائض و معاملات میں مخل ہونے لگی تو آپ چونکہ لاولد تھے۔ اس لئے آپ نے اپنے بھائی سید شاہ مردان شاہ اول کو اپنا ولی عہد مقرر کیا۔ اس تقرری کا وصیت نامہ مسٹر میو کلیکٹر تھر پارکر کے روبرو لکھ کر آپ نے سید شاہ مردان شاہ اول کے حوالے کیا۔ علاوہ ازیں آپ نے مولوی عبدالقادر فقیر اور دیگر سرکردہ فقراء سے بھی تاکیداً فرمایا کہ میرے بعد انہی کو سجادہ نشین بنایا جائے۔ اس کے بعد آپ بتاریخ ۲۴ جمادی الثانی ۱۳۱۴ھ ۳۹ برس کی عمر میں رحلت فرما گئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

مختصر حالات شاہ مردان شاہ اوّل پیر پاگارا پنجم علیہ الرحمۃ

آپ کا لقب پیر سائیں "کوٹ دھنی" ہے۔ چونکہ آپ نے درگاہ مبارک کے گرد ایک بڑی دیوار تعمیر کرائی تھی ایسی دیوار کو سندھی میں کوٹ کہتے ہیں اس لئے آپ "کوٹ دھنی" کے لقب سے مشہور ہوئے۔

آپ کی ولادت ۷ صفر ۱۲۷۹ھ ہے۔ آپ فارغ التحصیل عالم و بے بدل فاضل تھے۔ آپ نے حضرت پیر سید محمد گیلانی شاہ (جھنڈے والے علیہ الرحمۃ) سے بیعت کی اور منازل سلوک طے کیں۔ آپ اپنے مرشد کی بے حد تعظیم کرتے تھے اور ان کے عاشق صادق تھے۔ آپ اپنے بڑے بھائی پیر سائیں محلا فی دھنی علیہ الرحمۃ کے وصال کے بعد ان کی وصیت کے مطابق بتاریخ ۲۷ جمادی الثانی ۱۳۱۴ھ سجادہ نشین بنے۔ جس پر آپ کے دوسرے بڑے بھائی سید علی مظفر شاہ نے دعوے کیا کہ سجادہ نشین بننے کا حقدار میں ہوں اور سجادہ نشینی کے حصول کی خاطر انہوں نے عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا۔ سید شاہ مردان شاہ اوّل سجادہ نشین نے مقدمہ کی پیروی کے لئے مسٹر محمد علی جناح (قائد اعظم) کو اپنا وکیل بنایا جو انہی ایام میں انگلینڈ سے تعلیم حاصل کر کے واپس آئے تھے۔ انہوں نے بڑی قابلیت کے ساتھ مقدمے کی پیروی کی۔ پیر سائیں محلا فی دھنی کا وصیت نامہ عدالت میں پیش کیا گیا۔ نیز مولوی عبدالقادر نقیر اور دیگر سرکردہ فقراء نے بھی شاہ مردان شاہ اوّل کی بھرپور تائید کی۔ چنانچہ عدالت

نے شاہ مردان شاہ اوّل علیہ الرحمتہ کے حق میں فیصلہ صادر کر دیا۔ مقدمے میں کامیابی حاصل ہو جانے پر سید شاہ مردان اوّل نے خوش ہو کر مسٹر محمد علی جناح کو دعا دی کہ اللہ تعالےٰ آپ کا مرتبہ بلند کرے اور صاحب اقبال بنائے۔ آپ کی دعا کے طفیل مسٹر محمد علی جناح کو اس قدر بلند مرتبہ ملا اور صاحب اقبال ہوئے کہ مسلمانوں کے قائد اعظم بن گئے اور بانیٔ پاکستان ہونے کا شرف حاصل کیا۔

مقدمہ میں کامیابی کے بعد آپ نے اپنے تمام بھائیوں کیساتھ انتہائی محبت اور حسن اخلاق کا برتاؤ کیا۔ انہیں زرعی زمین دی اور درگاہ مبارک کی جانب سے ان کے وظیفے مقرر کر دیئے۔ اس حسن سلوک سے متاثر ہو کر آپ کے سب بھائی آپ سے راضی ہو گئے۔ اور تمام اختلافات ختم ہو گئے۔

انگریزوں کے سندھ پر قابض ہونے کے وقت سے ہی پیران پاگارا اور حکومت برطانیہ کے درمیان کشمکش چلی آرہی تھی۔ انگریز حکام مسلسل اس کوشش میں تھے کہ دیگر ابن الوقت جی حضوریوں کی طرح پیر صاحب پاگارا بھی ان کی وفاداری کا دم بھرنے لگیں۔ مگر پیر صاحب پاگارا نے کی غیرت و حمیت اس امر کو قبول نہ کرتی تھی۔ انگریز حکام نے شاہ مردان شاہ اوّل علیہ الرحمتہ کو اپنا ممنون احسان بنانے کی خاطر اپنے رویہ میں نرمی اختیار کی۔ انکو "شمس العلماء" کا خطاب دیا۔ پیر صاحب نے بھی مصلحت کے پیش نظر اس خطاب کو قبول کر لیا۔ اس لیئے کہ ان کی تمام جماعت کیمپوں میں نظر بند تھی۔ انگریزوں کے خلاف کوئی باغیانہ کاروائی مشکل تھی۔

انگریز حکام نے پیر صاحب کو کہا کہ بچو بادشاہ کے باغی ساتھیوں میں سے ایک شخص "دریا خان" کو جو تا حال روپوش ہے۔ حکام کے سامنے پیش کریں۔ پیر صاحب نے اپنے سرکردہ مریدوں کو حکم دیا کہ دریا خان کو میرے پاس حاضر کریں۔ لیکن جوشیلے مریدین نے اس حکم کی تعمیل نہ کی۔ اس پر آپ نے ناراض ہو کر فرمایا "اچھا! اگر تم دریا خان کو میرے پاس نہیں لاتے تو کیا ہوا۔ اب ڈرو، گیدڑ بن کر حکومت کے ہاتھوں گرفتار ہو گا۔ تھوڑے دنوں بعد جبکہ دریا خان ایک گڑھے میں چھپا بیٹھا تھا۔ پولیس نے گرفتار کر لیا۔ اور اسکو عمر قید کی سزا دی گئی۔ اگرچہ نظر بندی کیمپوں میں پولیس کی سختیوں اور ناگفتہ بہ مظالم کی وجہ سے تمام حُروں کے دلوں میں حکومت برطانیہ کے خلاف نفرت کی آگ سلگ رہی تھی اور دن بدن بغاوت و انتقام کے جذبات شدّت اختیار کرتے جا رہے تھے۔ تاہم پیر شاہ مردان شاہ اوّل علیہ الرحمۃ حُروں کو حکومت برطانیہ کے خلاف کوئی اقدام کرنے کی اجازت نہ دیتے تھے۔ حالات کے پیش نظر ان کو صبر و تحمل کی تلقین کرتے رہتے تھے۔ اس لئے آپ کے دور میں حُر بغاوت نہ کر سکے۔

آپ نے پیر سائیں روزہ دھنی علیہ الرحمۃ کے مزار اور درگاہ کی مسجد شریف کی مرمت و آرائش میں زر کثیر خرچ کیا۔ آپ نے مزار مبارک اور مسجد شریف پر سونے کی اینٹیں لگوائیں۔ مزار مبارک پر طلائی چھتری نصب کی، پہلے سے موجود "مدرسہ جامعہ راشدیہ" کی توسیع و تنظیم کی۔ مسافر خانہ اور مہمان خانہ وسیع بنیا دوں

پر از سر نو تعمیر کرایا۔ آپ نے ہر سال ۲۷ رجب کو معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تقریب منانے کا شایان شان اہتمام کیا۔ آپ ہر سال جشن معراج کا جلسہ منعقد کراتے تھے۔ مشہور علما کو دعوت دیکر بلاتے۔ مجلس وعظ کے بعد علما کو نقد عطیات اور عمدہ پوشاک عطا فرماتے۔ آپ علماء کرام کا اسقدر احترام کرتے تھے کہ دعوت طعام میں ان کے ہاتھ خود دھلاتے تھے۔ اس خوشی کے موقعہ پر آپ وسیع پیمانے پر طعام پکوا کر دعوت عام کا بھی بندوبست فرمایا کرتے تھے۔

بتاریخ یکم محرم ۱۳۳۵ھ آپ کے بڑے فرزند میاں حسین علی شاہ کا انتقال ہو گیا۔ اس صدمے سے آپ نڈھال ہو گئے۔ طبیعت مسلسل ناساز رہنے لگی۔ آپ نے مرحوم فرزند کو ایصال ثواب کی خاطر صدقات وخیرات کی بارش کر دی نیز آپ نے حرمین شریفین کے غربا و مساکین کو تقسیم کرنے کے لیے بہت بڑی تعداد میں غلہ اور کپڑا بھیجنا چاہا لیکن چونکہ ان دنوں پہلی جنگ عظیم جاری تھی۔ حکومت برطانیہ نے آپ کو اس کی اجازت نہ دی جس پر آپ نے یہ غلہ وکپڑا سندھ کے غربا و مساکین میں تقسیم کرا دیا۔ بالآخر آپ بتاریخ ۷ ربیع الاول ۱۳۴۰ھ بروز منگل انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کے تین صاحبزادے ہوئے جن کے نام حسب ذیل ہیں۔

۱۔ سید علی حسین شاہ ۲۔ سید محمد صبغت اللہ شاہ ثانی

۳۔ سید راحم شاہ (علیہم الرحمتہ

آپ کی وفات کے بعد آپ کے منجھلے فرزند سید محمد صبغت اللہ شاہ ثانی سجادہ نشین ہوئے۔

مختصر حالات حضرت سید محمد صبغت اللہ شاہ ثانی، پیر پگارا ششم

آپ کا لقب پیر سائیں پگ دھنی (صاحب دستار) ہے۔ آپ بتاریخ ۱۳ر صفر ۱۳۲۷ھ تولد ہوئے۔

ابھی آپ کی عمر بارھویں برس میں تھی کہ آپ کے والد ماجد کا انتقال ہوگیا اور آپ کو سجادہ نشینی کے فرائض سنبھالنے پڑ گئے آپ مسائل دینیات میں کافی دسترس رکھتے تھے۔ اور علوم باطنی سے بھی سرفراز تھے۔ آپ نے سجادہ نشین ہونے کے بعد جلد ہی اپنی جماعت کی دیکھ بھال اور تعلیم و تربیت کی خاطر سفر کا پروگرام بنا لیا۔ چوکی کھتہ، شہدادپور اور دیگر مقامات کا دورہ کرکے درگاہ مبارک پہنچے۔ پھر چھ برس بعد آپ نے تفصیلی دورے کا پروگرام مرتب کیا اور دور دراز مقامات کے مریدوں کے پاس پہنچے۔

اسی دوران جماعت کے چند فقیروں سے کچھ غلطیاں سرزد ہوگئیں جن کی وجہ سے آپ کا بھتیجا شاہ بن حسین علی شاہ اور آپ کے برادر خورد سید راحم شاہ آپ سے ناراض ہوگئے اور جماعت میں انتشار برپا ہوگیا تھا۔ انگریز حکمران جو پیران پگارا پر ہاتھ ڈالنے کے لئے مدت سے انتظار میں تھے۔ انہوں نے اس موقعہ کو غنیمت سمجھا۔ چنانچہ بتاریخ ۲۶ مارچ ۱۹۳۰ء ایس، پی سکھر جی۔ جی رے۔ پولیس کی بھاری جمعیت لیکر طلوع فجر کے وقت درگاہ مبارک آن پہنچا۔ پیر صاحب ہنوز اپنی آرامگاہ میں محو خواب تھے۔ اور نامعلو وجوہ کی بنا پر بیرونی شاہی دروازہ در اندرونی لکھی دروازہ۔ دونوں

کھلے ہوئے تھے۔ پولیس بغیر کسی رکاوٹ کے آپ کی آرامگاہ میں داخل ہوگئی۔ سب انسپکٹر غلام اکبر بلوچ نے آپ کے اسلحہ پر قبضہ کرلیا اور آپ کو جگا کر گرفتار کرلیا گیا۔ آپ کو سنٹرل جیل سکھر پہنچا کر ناجائز اسلحہ رکھنے، قتل اور دیگر الزامات کے تحت سٹی مجسٹریٹ سکھر مسٹر اُدھارام ملن داس کی عدالت میں آپ کے خلاف مقدمہ دائر کردیا گیا۔ یہ مقدمہ ۲۳ / اپریل ۱۹۴۰ء کو زیرِ سماعت آیا۔ آپ کے خلاف حکومتِ برطانیہ کی جانب سے دو بڑے وکیل پیروی کے لئے مقرر ہوئے ایک وکیل مسٹر بولو، انگریز تھا اور دوسرا مسٹر کنڈن داس سندو تھا۔ پیر صاحب کی جانب سے بڑے وکیل مسٹر محمد علی جناح (قائدِ اعظم) تھے اور ان کے دو مددگار وکیل مسٹر احمد علی اور صاحب سنگھ مقرّر ہوئے۔ مسٹر محمد علی جناح نے صرف دو دن مقدمہ کی پیروی کی۔ انہوں نے مسٹر بولو کے دلائل کے دندان شکن جواب دیئے اور اپنے دلائل سے یہ ثابت کردیا کہ پیر صاحب کے خلاف یہ مقدمہ جھوٹ اور بدنیتی کی بنا پر قائم کیا گیا ہے۔ جس کی کچھ حقیقت نہیں۔ لیکن نامعلوم، پیر صاحب کے مخالف منافقوں یا انگریزوں کی کسی سازش کے تحت مسٹر محمد علی جناح پیروی چھوڑ کر بمبئی تشریف لے گئے۔ تاہم پیر صاحب کے چیف خلیفہ سید بچل شاہ کو سخت تاکید کر گئے کہ انگریز حکام کسی تحریر پر پیر صاحب سے دستخط لینے کی کوشش کریں تو پیر صاحب کو دستخط نہ کرنے دینا۔

لیکن بچل شاہ اور دوسرے فقیروں نے بزدلی کا مظاہرہ کیا۔ انہوں نے رو رو کر اصرار کرکے پیر صاحب کو مجبور کیا کہ وہ

دستخط کر ہی دیں۔ اور تحریر پر دستخط کرا کر کاغذ حکام کو دے دیا۔ جیسے فوراً بعد آپ کو دس سال قید کا حکم سنا دیا گیا۔ آپ کو سکھر سے بذریعہ ریل لاڑکانہ جیل میں پہنچا دیا گیا۔ اور اس کے بعد سنٹرل جیل کراچی منتقل کیا گیا اور پھر وہاں سے بحری جہاز میں سوار کر کے بمبئی کے قریب رتنا گری جیل لایا گیا۔ اس کے بعد آپ کو مدنا پور، ڈھاکہ اور راجشاہی کی جیلوں میں منتقل کیا جاتا رہا۔ سب سے آخر میں آپ کو پھر مدنا پور لایا گیا۔ یہیں سے سات برس قید و بند کی صعوبتیں جھیلنے کے بعد آپ رہا ہوئے اس دوران آپ کا بڑا خلیفہ سید یحییٰ شاہ وفات پا چکا تھا۔ اسکی وفات کے بعد کچھ عرصہ تک خلیفہ حسین درس نے درگاہ اور جماعت کا انتظام سنبھالا۔ پھر حاجی موسیٰ دستان اور جلال فقیر راجڑ بحسن وخوبی یہ انتظام چلاتے رہے تھے۔

پیر صاحب جیل سے رہائی کے بعد بذریعہ ریل دہلی پہنچے اور وہاں سے سندھ میں وارد ہوئے۔ اسطرح آپ بتاریخ ۱۷ رمضان ۱۳۵۵ھ درگاہ مبارک (پیر گوٹھ) پہنچ گئے۔ مولوی حاجی فیض محمد راجڑ نے پیر صاحب کو مشورہ دیا کہ اب آپ خود کو صرف ذکر وفکر اور عبادت الٰہی کے لیئے وقف کردیں اور جماعت کی تعلیم وتربیت میں ہی مصروف رہیں۔ اس کے علاوہ کسی دوسرے معاملے سے قطعاً سروکار نہ رکھیں۔ کیونکہ آپکے خیر خواہ بہت کم لیکن دشمن و بدخواہوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ پیر صاحب نے اس مشورہ کو قبول کرتے ہوئے فرمایا: ٹھیک ہے۔ فقیر صاحب ایں

ایسے ہی کروں گا۔ اسی سال آپ فریضۂ حج کی ادائیگی اور زیارتِ حرمین شریفین کی غرض سے بذریعہ ہوائی جہاز حجاز مقدس پہنچ گئے۔ فریضۂ حج ادا کر کے آپ مدینہ منورہ حاضر ہوئے سرکارِ دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضری دیکر بحری جہاز سے آپ وطن واپس آئے۔ اس کے بعد آپ نے ماہ جمادی الثانی ۱۳۵۶ھ میں جماعت کے فقراء کو تعلیم و تربیت دینے کی خاطر تفصیلی دورہ کیا۔ آپ روہڑی کے علاقوں کا دورہ کرتے ہوئے ضلع رحیم یار خان میں آئے پھر شاہ گڑھ وغیرہ کا دورہ کرتے ہوئے جیسلمیر پہنچے۔ جیسلمیر کا راجہ جواہر سنگھ آپ کا معتقد تھا۔ اس نے پیر صاحب کی خدمت میں مؤدبانہ حاضری دی اس کے بعد آپ "ودہلی"، نیرٹر اور پارکر کے فقراء کی دعوتوں میں شرکت فرما کر حدودِ سندھ میں داخل ہوئے۔ ۱۳۵۶ھ کی عید الضحیٰ کی شب آپ "ڈیرولعل" کے قریب ہنگورہ فقیروں کی دعوت پر ان کے قصبہ میں آئے۔ پھر علاقہ شہداد پور میں متعدد دعوتوں میں شرکت کے بعد سانگھڑ کو روانہ ہوئے جلال فقیر راجڑ اور دیگر دعوتوں سے فارغ ہو کر سکرنڈ پہنچے یہاں کی دعوتوں سے فراغت کے بعد آپ درگاہ مبارک تشریف لے آئے۔

۱۹۳۵ء میں صوبہ سندھ کو بمبئی سے علیحدہ کیا گیا تھا ۱۹۳۶ء میں پہلی صوبائی اسمبلی کے انتخابات کا دور آیا تو چونکہ سندھ میں پیران پاگارہ کی جماعت کی اکثریت ہے۔ اس لیئے سارے ہی موقعہ پرست سیاسی لیڈر، پیر سید صبغت اللہ ثانی کی تائید و

حمایت کے طلب گار ہوئے۔ حالانکہ یہ وہی مفاد پرست لوگ تھے جو گورنمنٹ برطانیہ کے پٹھو تھے اور انگریزوں کی خوشنودی حاصل کرنے کی خاطر ہمیشہ پیران پاگارا کے خلاف مذموم سازشوں میں مصروف رہتے تھے۔ اس کے برعکس۔ پیر صاحب پاگارہ جو کہ انگریزی اقتدار کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنے کی دھن میں تھے۔ انگریزوں کے خلاف بھرپور منظم کاروائی شروع کرنے کی منصوبہ بندی میں لگے ہوئے تھے۔ اپنے مریدوں میں سے سرفروش غازی چن چن کر مجاہدین کی تنظیم کر رہے تھے۔ ان مفاد پرست، منافق سیاسی لیڈروں کا کیونکر ساتھ دے سکتے تھے۔؟

ان دنوں سیاسی صورت حال یہ تھی کہ ہندو کانگریس اکھنڈ بھارت کے منصوبے پر عمل پیرا تھی۔ چالاک ہندو لیڈر مسلمانوں کو ہمیشہ کیلئے اپنی غلامی کے شکنجہ میں کس کر بے دست و پا کر دینا چاہتے تھے۔ مسلک دیوبندیہ کی جمعیۃ علمائے ہند علی الاعلان ہندو کانگریس کی ہمنوا تھی۔ ہندو ساہوکاروں نے بھی نیشلسٹ وہابی مولویوں پر اپنی تجوریوں کے دروازے کھول رکھے تھے۔ اور یہ غداران ملک و ملت، زر و مال سے اپنی جھولیوں کو بھرنے اور گاندھی جی کی جے۔ اور نہرو زندہ باد کے نعرے لگانے میں مصروف تھے۔ یہ وہابی مولوی ہندوؤں کے لیڈروں کی زیادہ سے زیادہ خوشنودی کے حصول کی خاطر مسلم رہنماؤں کو گالیاں دے رہے تھے۔ مسلمان نیشنلسٹ لیڈر بھی اسمبلی کی ممبری کے لالچ میں ہندو کانگریس

کا ساتھ دے رہے تھے۔ ان حالات میں چالاک سندو لیڈروں کو اپنے اکھنڈ بھارت منصوبے کی تکمیل میں اگر کوئی مؤثر رکاوٹ نظر آرہی تھی تو وہ صرف پیر صاحب پاگارا کی ہی ذات اور ان کی جماعت تھی۔ اس لیئے یہ ہندو لیڈر اس کوشش میں تھے کہ پیران پاگارا اور حکومت برطانیہ کے درمیان جو دیرینہ کشمکش جاری ہے۔ اسکو سوا دیکر انگریزوں اور پیران پاگارا کو جلد سے جلد باہم ٹکرا دیں۔ یہ لوگ اس کوشش میں تھے کہ انگریز حکام پیر صاحب کے خلاف کوئی سخت اقدام کریں اور پیر صاحب اور ان کے مرید حر مجاہدین طیش میں آکر بغاوت کردیں۔ جس کے جواب میں انگریز حروں کو کچل کر رکھ دیں اور پیران پاگارا کی گدی کو ختم کردیں۔ پھر اکھنڈ بھارت کی راہ میں کوئی رکاوٹ باقی نہ رہے گی۔ اس مقصد کے پیش نظر ہندو لیڈر اور ان کے ہم نوا ملک وملت کے غدار مسلمان لیڈر انگریزوں کو بھڑکانے کی خاطر پیر صاحب پاگارا کے خلاف بے بنیاد الزامات اور تہمتیں تراش کر گورنر سندھ "سر لانسیلاٹ گراہام" کو درخواستیں دینے لگے مگر گورنر گراہام اس مرحلہ پر پیر صاحب کے خلاف کوئی اقدام کرنے کے بجائے یہ درخواستیں ریکارڈ میں شامل کرتا گیا۔ تاآنکہ سر لانسیلاٹ گراہام کی جگہ سندھ کا نیا گورنر "ہگڈیو" مقرر ہوا۔ اس نے پیر صاحب پاگارا کے خلاف سخت رویہ اختیار کیا۔ اسی دوران کانگریسی لیڈروں نے سندھ میں کانگریسی وزارت بنوائی۔ اس وزارت کا چیف منسٹر۔ خان بہادر اللہ بخش سومرو

کو بنایا گیا۔ یہ شخص پہلے ہی سے پیران پاگارا کا سخت مخالف تھا۔ اس مرحلہ پر حر جماعت میں سے بھی متعدد سرکردہ افراد کو سبز باغ دکھا کر پیر صاحب پاگارا سے منحرف کیا گیا۔ تاکہ پیر صاحب پاگارا کی قوت کمزور ہو۔

ان دنوں پیر صاحب پاگارا سید صبغت اللہ شاہ ثانی علیہ الرحمۃ اپنی کیمپ میں سکونت پذیر تھے۔ صرف عیدین کے موقع پر سانگھڑ کے قریب اپنے بنگلہ میں تشریف فرما ہوا کرتے تھے۔ بظاہر انگریزوں اور پیر صاحب پاگارا کے درمیان ٹکراؤ کے کچھ آثار نہ تھے۔ اچانک گورنر سندھ ڈھگڈو نے پیر صاحب پاگارا کو حکمنامہ بھیجا کہ آپ کراچی میں رہیں، آپ کو کراچی سے باہر جانے کی اجازت نہیں۔ پیر صاحب کراچی میں میر خدا بخش خان کے بنگلہ میں مقیم ہو گئے۔ چند روز بعد پیر صاحب نے سوچا کہ اپنے اہل وعیال کو سانگھڑ والے بنگلہ سے منتقل کر کے درگاہ شریف پہنچا دینا مناسب ہے۔ چنانچہ آپ سانگھڑ آئے۔ اپنے اہل وعیال کو لیکر درگاہ مبارک پہنچے ہی تھے کہ کلکٹر سکھر مسٹر ہڈ آٹھ سو گوار فوجیوں کے ساتھ درگاہ مبارک آن پہنچا۔ اور آپ کو گرفتار کر کے خیرپور سے بذریعہ ریل کراچی پہنچایا اور میر خدا بخش خان ہی کے بنگلہ میں نظر بند کر دیا گیا۔ بعد ازاں آپ کو بتاریخ ۲۰ ستمبر سنہ ۱۹۴۱ء کراچی سے براستہ ناگپور، جبلپور کی جیل میں قید کر دیا گیا۔ برطانوی حکام کی ان کاروائیوں کو حر مجاہدین کیونکر برداشت کر سکتے تھے۔؟ انہوں نے

انگریزوں کے خلاف مسلح بغاوت کردی اور دفعتہً گوریلا کاروائیوں سے ایسی دہشت پھیلا دی کہ ، الامان والحفیظ ، برٹش حکام کے ہوش وحواس گم ہو گئے ۔ ایوان حکومت میں زلزلہ بپا ہو گیا ۔ حُر مجاہدین نے انگریزوں کے چند پٹھوؤں کو قتل کرنے کی غرض سے کراچی سے لاہور جانے والی ریل ایکسپریس کو ٹنڈو آدم کے قریب بڑی چابکدستی کے ساتھ پٹڑی سے اتار دیا تاہم انگریز کے یہ پٹھو تو قتل ہونے سے بچ گئے لیکن ریل میں سوار دوسرے متعدد افراد ہلاک ہو گئے[1] ۔ حُر مجاہدین اپنی طوفانی کاروائیوں میں انگریزوں اور ان کے پٹھوؤں کو چن چن کر نشانہ بنا رہے تھے ۔ گورنمنٹ برطانیہ نے بھی حُر مجاہدین کو کچل دینے کے لیے وسیع پیمانے پر سخت اقدامات کیے ۔ سندھ کے سارے مشرقی علاقے میں مارشل لاء نافذ کر دیا گیا ۔ فوج اور پولیس حُروں کے خلاف جنگی پیمانے پر کاروائیاں کرنے لگی ۔ حُروں کے ٹھکانوں اور پیر صاحب کے بنگلے پر ہوائی جہازوں سے متعدد مرتبہ بمباری کی گئی حُروں کو پکڑ کر گولیوں سے اڑایا اور جگہ جگہ پھانسیوں پر لٹکایا جانے لگا ۔ حتیٰ کہ سینکڑوں بے گناہ شہری بھی انگریز کی بربریت کا شکار ہو گئے ۔

---

[1] حُر مجاہدین کی ان کاروائیوں کی تفصیل جاننے کے لیے ابوالحسان قادری کی تالیف " مکمل تاریخ وہابیہ " کا مطالعہ کریں ۔

اس دوران کانگریسی ہندو اور کانگریسی وہابی مولوی اور مفاد پرست مسلمان لیڈر غاصب و جابر برٹش حکام کے پشت پناہ بنے ہوئے تھے۔ یہ مفاد پرست لوگ ان کو حُر مجاہدین کے خلاف مزید بھڑکانے کی کوشش کرتے تھے۔ ان میں سے بعض منافق اور دھوکہ باز ایسے بھی تھے جو بہ ظاہر خود کو پیر صاحب پاگارا اور حُر مجاہدین کی ہمدردی کا دعوٰے کرتے تھے۔ لیکن درپردہ ان کی مخبری کرتے اور حُروں کی گرفتاری کے لیے نت نئی سازشیں کرتے تھے۔ تاکہ ملت اسلامیہ کی قوت مفلوج ہوکر رہ جائے۔ اور کانگریسی منصوبہ اکھنڈ بھارت کی تکمیل ہو سکے۔ مگر جوں جوں برٹش حکام کے مظالم بڑھتے گئے حُر مجاہدین کے حوصلے بھی بڑھتے ہی گئے۔ ان کے جذبۂ جہاد میں کچھ کمی واقع نہ ہوسکی۔ جس قدر پولیس اور فوج کی کارروائی میں شدت کی جاتی اس سے بڑھ کر حُر مجاہدین کی جوابی کارروائی شدید تر ہوتی تھی۔

بالآخر، حکومت برطانیہ نے پیر صاحب پاگارا سید صبغت اللہ شاہ ثانی کو سنٹرل جیل حیدرآباد میں منتقل کیا اور خصوصی ملٹری کورٹ قائم کر کے ان کے خلاف تاج برطانیہ سے مسلح بغاوت کے الزام میں مقدمہ چلایا۔ اور اوٹ پٹانگ کارروائی کے بعد ملٹری کورٹ کے سربراہ مسٹر رچرڈسن نے آپ کو سزائے موت کا فیصلہ سنا دیا۔ تاہم یہ فیصلہ سن کر بھی پیر صاحب موصوف نے فرنگی اقتدار کے سامنے سر نہیں جھکایا۔ نہ اپیل کی۔

نہ رحم کی درخواست کی اور نہ ہی معافی مانگی۔ بلکہ آپ نے بڑی بے باکی و جرأت سے واشگاف الفاظ میں فرمایا "حق کی خاطر جان قربان کر دینا ہمارے آباؤ اجداد کا شیوہ ہے۔ موت کے خوف سے باطل کے آگے سر کو جھکانا یا رحم و معافی کی درخواست کرنا ہماری روایات کے خلاف ہے۔ شہادت ہمارے سر کا تاج ہے۔"
برٹش حکام نے بتاریخ ۲۰ مارچ ۱۹۴۳ء مطابق ۱۴ ربیع الاول ۱۳۶۲ھ آپ کو شہید کر کے خفیہ طور پر کسی نامعلوم مقام پر دفن کر دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

بنا کردند خوش رسمے بہ خاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

آپ کے دو فرزند ارجمند ہیں۔
(۱) سید پیر شاہ مردان شاہ ثانی موجودہ پیر پاگارا ہفتم
(۲) سید پیر حاجی نادر علی شاہ صاحب۔

مختصر حالات حضرت سیّد پیر شاہ مردان شاہ ثانی نوجوہ پیر پاگارا ہفتم مدظلہ

آپ کا عرفی نام سید سکندر علی شاہ بھی ہے اور آپ کا لقب چھٹ دھنی (صاحب تاج) ہے۔

آپ کی تاریخ ولادت ۲۷ صفر ۱۳۴۷ھ ہے۔ ابھی آپ کی عمر ڈھائی برس کی ہی تھی کہ آپ کے والد ماجد کو حکومت برطانیہ گرفتار کر کے بنگال پہنچا دیا تھا۔ اس لیے آپ کی نگہداشت حر جماعت کے مُقتدر خلیفے کرتے رہے۔ جن کے چیف خلیفہ حاجی موسیٰ دستان تھے۔

آپ نے ۱۳۵۵ھ میں اپنے خاندانی مرشد حضرت پیر سید محمد گیلانی شاہ علیہ الرحمتہ کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ اس وقت آپ کے مرشد کی عمر چوراسی برس تھی۔ اور وہ اسی سال رحلت فرما گئے تھے۔

۱۳۵۵ھ میں ہی آپ کے والد ماجد قید فرنگ سے رہائی پا کر ۱۷ ماہ رمضان المبارک کو درگاہ مبارک پہنچے تو انہوں نے اپنی نگرانی میں اپنے دونوں بیٹوں کی تعلیم و تربیت کا بندوبست کیا۔ آپ کے والد ماجد کو جب انگریزوں نے دوبارہ گرفتار کیا اسوقت آپ کی عمر صرف تیرہ برس تھی۔ آپ کے والد ماجد کو کراچی میں نظر بند کیا گیا تھا۔ آپ کو جس بنگلہ میں نظر بند کیا گیا تھا آپ نے اپنے اہل عیال کو بھی وہیں اپنے پاس بلا لیا تھا۔ پھر جب انگریزوں نے آپ کو جام شہادت پلا دیا تو انہوں نے آپ کو اور آپ کے بھائی سید نادر شاہ کو محمد ہاشم گزدر کے ذریعہ علی گڑھ یونیورسٹی میں

داخل کرایا۔ اور پھر مزید تعلیم دلوانے کے بہانے ان دونوں بھائیوں کو حکومتِ برطانیہ نے انگلینڈ پہنچایا۔ (ان تمام حالات کی تفصیل، ابوالحسان قادری کی تالیف "مکمل تاریخ دہابیہ" میں مندرج ہے۔

۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان کا قیام عمل میں آیا تو کانگریسی لیڈروں نے بڑی کوشش کی کہ کسی نہ کسی طرح حُر مجاہدین جو انگریزوں کے خلاف برسرِ پیکار رہے تھے۔ حکومتِ پاکستان سے بھی ٹکرا جائیں اور نوزائیدہ مملکت پاکستان انتشار کا شکار ہو جائے لیکن خاندان راشدیہ کے خاندانی مُرشد حضرت پیر سید حاجی محمد افضل گیلانی شاہ فوراً میدان عمل میں آئے اور انہوں نے اپنی خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر کانگریسی لیڈروں کی اس خطرناک سازش کو ناکام بنا دیا اور حکومت پاکستان کی جانب وفاداری اور تعاون کا ہاتھ بڑھا کر پیرانِ پاگارا کی گدی بحال کرانے کی کوششیں شروع کر دیں۔

انہوں نے پاکستان کے بانی اور پہلے گورنر جنرل قائد اعظم محمد علی جناح مرحوم سے ملاقات کی اور اس گدی کی بحالی کے لیے خوش اسلوبی کے ساتھ دلائل پیش کئے۔ جس پر قائد اعظم نے فرمایا "حُر میرے بھائی ہیں" اور وعدہ کیا کہ اس گدی کو جلد ہی بحال کر دیا جائے گا۔ لیکن اس کے تھوڑے دنوں بعد بتاریخ ۱۱ ستمبر ۱۹۴۸ء قائد اعظم وفات پا گئے۔ اس کے بعد پیر سید محمد افضل شاہ صاحب نمائندہ حُروں کا ایک وفد لیکر پاکستان کے پہلے وزیرِ اعظم

نوابزادہ لیاقت علی خان مرحوم اور سندھ کے وزیر اعلیٰ مسٹر محمد ایوب کھوڑو سے ملے اور اس گدی کی جلد بحالی کا مطالبہ کیا۔ کانگریسی لیڈر جو حکومت پاکستان اور حر جماعت کے مابین صلح و تعاون کو اپنے مذموم مقاصد کے خلاف سمجھتے تھے۔ اب انہوں نے پیر سید محمد افضل گیلانی کو ان کی اس کوشش سے باز رکھنے کی جدوجہد شروع کر دی۔ انہوں نے پیر صاحب موصوف سے کہا۔ آپ اس گدی کی بحالی کے لیے خواہ مخواہ بھاگ دوڑ کر رہے ہیں۔ حر کبھی سدھر نہیں سکتے۔ آپ ان دونوں شہزادوں کو اس جھنجٹ میں ڈالنے کے بجائے ان کو اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے دیں تاکہ یہ دونوں کسی اعلیٰ عہدوں پر فائز ہو سکیں۔ انکو پیری مریدی کے چکر میں پھنسا دینا مفید نہ ہوگا۔ پیر صاحب موصوف نے کانگریسی لیڈروں کو جھڑک دیا۔ اور فرمایا۔ "تمہیں اس معاملے میں دخل دینے کا کوئی حق حاصل نہیں۔ میں تو انشاء اللہ اس گدی کو بحال کرا کر ہی دم لوں گا!"
اس پر بھی کانگریسی لیڈروں نے ہمت نہ ہاری۔ انہوں نے پیر صاحب موصوف کو دو لاکھ روپیہ دینے کی پیش کش کی تاکہ وہ اپنی اس جدوجہد کو ترک کر دیں۔ پیر صاحب نے اس پیش کش کو حقارت کے ساتھ ٹھکرا دیا اور فرمایا "مجھے روپے کی کچھ حاجت نہیں۔ میری تمنا تو بس یہی ہے کہ پیران پاگارا کی گدی کو اپنی زندگی ہی میں بحال ہوتا دیکھ لوں"۔ یہ سن کر کانگریسی لیڈر مایوس ہو کر چلے گئے۔
سندھ کے وزیر اعلیٰ مسٹر محمد ایوب کھوڑو برطرف ہو کر

جب جیل میں پہنچ گئے اور قاضی فضل اللہ (جو وہابی عقائد کے حامل تھے) وزیر اعلیٰ بنے تو اس نے بھی پیر صاحب موصوف کو ان کی اس کوشش سے باز رہنے کا مشورہ دیا۔ اس نے کہا۔ پیر صاحب! آپ کو یہ گدی بحال کرانے کی کیا ضرورت ہے؟ آپ خواہ مخواہ تکلیف اٹھا رہے ہیں۔ جبکہ پیری مریدی بجائے خود قرآن و حدیث سے ثابت ہی نہیں۔" پیر صاحب موصوف نے برہم ہو کر فرمایا "تم مجھ سے مناظرہ کر لو۔ اگر میں نے قرآن و حدیث سے پیری مریدی کا ثبوت دے دیا اور پیری مریدی کا ضروری ہونا ثابت کر دیا تو تم کو میرا مرید بننا ہوگا۔ اور اگر میں یہ ثابت نہ کر سکا تو میں پیری مریدی چھوڑ دوں گا۔" قاضی فضل اللہ صاحب اپنی بے بسی کا اظہار کر کے خاموش ہو گئے۔

یہ کشمکش جاری تھی کہ سیاسی حالات نے کروٹ بدلی اور شیخ دین محمد صاحب کشمیری سندھ کے گورنر مقرر ہو گئے شیخ صاحب پیر سید محمد افضل شاہ گیلانی کے مرید تھے پیر صاحب موصوف کراچی آئے اور شیخ دین محمد گورنر سندھ سے ملاقات کی۔ اور پیران پاگارا کی گدی بحال کرنے کے سلسلہ میں فرمایا کہ اس نیک کام کو سرانجام دینے میں جو کچھ تم کر سکتے ہو فوراً کرو۔" چنانچہ شیخ صاحب موصوف نے۔ اس گدی کی بحالی کے تمام امور بعجلت نمٹا کر مرکزی حکومت کو تجویز پیش کر دی کہ "پیران پاگارا کی گدی کو بحال کر دیا جائے تو مناسب ہے۔" اس کے بعد گورنر سندھ شیخ دین محمد صاحب پیر گوٹھ پہنچے۔

پیر سید محمد افضل شاہ گیلانی بھی درگاہ مبارک پر تشریف لے آئے اور شیخ دین محمد گورنر سندھ سے ملاقی ہوئے۔ برطانوی حکومت کی بمباری سے مسمار شدہ عمارتوں کو دیکھ کر شیخ دین محمد صاحب کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ انہوں نے حکم دیا کہ درگاہ مبارک کو آباد کرنے اور یہاں سکونت اختیار کرنے کی خاندان راشدیہ کے پیر صاحب پاگارا اور ان کے متعلقین کو اجازت دی جاتی ہے۔ چنانچہ موجودہ پیر صاحب پاگارا کی والدہ ماجدہ اور پھوپھی صاحبہ اپنے متعلقین کے ہمراہ درگاہ مبارک کے احاطہ میں ایک بچی ہوئی عمارت میں سکونت پذیر ہوگئیں

اس کے بعد پیر سید محمد افضل شاہ گیلانی "پیر کوٹ" تشریف لے گئے۔ ۱۳۶۶ھ ہجری میں پیر صاحب موصوف پھر درگاہ مبارک (پیر گوٹھ) آئے اور ذی الحجہ کی نماز عید پڑھائی۔ اگلے دن جماعت کے سرکردہ افراد کو ساتھ لیکر کراچی پہنچے۔ گورنر سندھ شیخ دین محمد صاحب، اور دیگر ارباب حکومت سے مل کر گدی کی بحالی کے کام کو مزید آگے بڑھایا۔ پیر گیلانی درد گردہ کے دیرینہ مریض تھے اسی دوران آپ کو درد گردہ کا دورہ پڑا جس سے آپ کی طبیعت سنبھل نہ سکی اور آپ بتاریخ ۵ محرم ۱۳۶۹ھ بعد نماز عشا سورہ یاسین شریف پڑھتے ہوئے انتقال فرما گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

گورنر سندھ شیخ دین محمد صاحب نے ریل کی ایک بوگی ریزرو کراکر آپ کے جسد خاکی کو پیر کوٹ (جھنگ صدر) بھیج دیا۔ جہاں آپ کو سید عبدالقادر آخرین علیہ الرحمتہ والے قبرستان میں ان کے بڑے صاحبزادے سید ابراہیم شاہ علیہ الرحمتہ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

ان دنوں سید شاہ مردان شاہ ثانی موجودہ پیر پاگارا ہفتم اور ان کے بھائی سید نادر شاہ صاحب انگلینڈ میں زیر تعلیم تھے۔ جب حکومت پاکستان نے پیران پاگارا کی گدی کو بحال کرنے کا فیصلہ کیا تو یہ دونوں صاحبزادے پاکستان آ گئے۔ اور تاریخ ۴ فروری سنہ ۱۹۵۲ء درگاہ مبارک (پیر گوٹھ) پر عظیم الشان اجتماع میں گورنر سندھ شیخ دین محمد صاحب نے سید شاہ مردان شاہ ثانی کی سجادہ نشینی کا اعلان کیا۔ اور اس طرح خاندان راشدیہ کے رسم و رواج کے مطابق یہ گدی بحال ہو گئی۔ اس کے فوراً بعد پیر صاحب پاگارا ہفتم نے حکومت پاکستان سے درخواست کی کہ انگریزوں کے ظالمانہ قانون کے تحت نظر بندی کیمپوں میں تمام نظر بند حروں کو آزاد کیا جائے۔ حکومت پاکستان نے اس درخواست کو منظور کرتے ہوئے انگریزوں کے ظالمانہ قانون کو منسوخ کر کے تمام نظر بندی کیمپوں کے خاتمہ کا یکم اپریل سنہ ۱۹۵۲ء کو اعلان کیا اور تمام نظر بند حروں کو آزاد کر دیا۔

پیر صاحب پاگارا ہفتم نے اس خاندان راشدیہ کی دوسری شاخ پیران جھنڈا سے دیرینہ رنجشوں کا خاتمہ کر کے صلح صفائی کر لی آپ نے انگریزوں کی بمباری سے تباہ شدہ بڑی فصیل کو اسکی سابقہ ہیئت پر دوبارہ تعمیر کرایا۔ اور پیر سائیں روزہ دھنی علیہ رحمۃ کے مزار مبارک کو بھی از سر نو تعمیر ایا۔ نیز پ نے مدرسہ جامعہ راشدیہ کی توسیع و مرمت کرا کر اس میں دینیات کی تعلیم کا مستحکم انتظام کیا۔ اس مدرسہ میں سینکڑوں طلباء کی تعلیم اور ان کے قیام و طعام

کا بہترین بندوبست کیا گیا ہے۔ ہر سال کئی طلبار سند فضیلت حاصل کرتے ہیں اور اسی قدر طلبا رحفظ قرآن اور تجوید کی سند حاصل کرتے ہیں۔ جامعہ راشدیہ کا سندھ یونیورسٹی سے الحاق ہے اس لیئے فارغ التحصیل طلبار کو ایک سند پیر صاحب پاگارا معہ پوشاک عطا فرماتے ہیں۔ اور ایک سند حکومت کی منظور شدہ یونیورسٹی سے ملتی ہے۔

اس مدرسہ کے فارغ التحصیل علمار ملک کے ہر گوشہ میں موجود ہیں جو امامت وخطابت اور درس وتدریس کے ذریعہ دینی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ ان میں سے بہت سے علمار نے مختلف شہروں اور قصبات میں مدرسے بھی قائم کیئے ہیں جن کا الحاق جامعہ راشدیہ (پیر گوٹھ) سے ہے۔ اور یہ مدرسے درس وتدریس اور اشاعت اسلام کے لیئے بیش بہا خدمات سرانجام دینے میں مصروف ہیں۔

جامعہ راشدیہ سے فارغ التحصیل علمار کی ایک مستحکم تنظیم "جمعیت علمار سکندریہ،، قائم ہے جو تبلیغ دین اور نشر واشاعت کے امور میں قابل قدر کام کر رہی ہے۔ جامعہ راشدیہ کے مہتمم استاذ العلمآ حضرت مولانا محمد صالح مہر کی مخلصانہ کوششوں سے اس مدرسہ کو بڑی ترقی حاصل ہوئی۔

ان کی رحلت کے بعد اسوقت اسی جامعہ سے فارغ التحصیل ایک نوجوان عالم مفتی محمد رحیم کھوسہ جامعہ راشدیہ کے مہتمم ہیں۔

حرُ جماعت انگریزوں کے ظلم وستم سے تنگ آگر سینکڑوں حرُ مجاہدین روپوش ہو چکے تھے۔ گدی بحال ہونے کے بعد پیر صاحب پاگارا نے ان تمام مفرور حرُوں کو حکم دیا کہ وہ خود کو حکومت پاکستان کے حوالے کر دیں۔

اس حکم کی تعمیل میں تمام مفرور حرُ مجاہدین حکام کے سامنے پیش ہو گئے اور حکومت پاکستان نے ان سب کی معافی کا اعلان کر دیا۔ ایک حرُ، غازی رحیم فقیر ہگورو نے پیر صاحب کے حکم سے سرتابی کرتے ہوئے خود کو پیش نہیں کیا تھا۔ لیکن بعد میں پولیس نے اسے گرفتار کر لیا۔ اس پر سنٹرل جیل حیدرآباد میں مقدمہ چلایا گیا پیر صاحب چاہتے تھے کہ حکومت پاکستان سے اسکو بھی معافی دلا دیں۔ کہ دریں اثنا اس نے جیل سے فرار کی ناکام کوشش کی جس کی پاداش میں اسکو سزائے موت سنا کر پھانسی پر لٹکا دیا گیا۔

موجودہ پیر صاحب پاگارا نے ملک وملت کی ترقی واستحکام کے لیئے خود کو وقف کر دیا۔ چنانچہ آپ نے اور آپ کی جماعت نے اس مقصد کے تحت وہ عظیم قربانیاں پیش کی ہیں جو ہماری قومی تاریخ کا ایک روشن باب ہیں۔ ۱۹۶۵ء میں جب بھارت نے پاکستان پر بزدلانہ حملہ کر دیا تو آپ ملک کے دفاع کیلیئے رضاکارانہ طور پر سینہ سپر ہو گئے۔ آپ نے اپنے ہزاروں جانباز مرید رضاکارانہ طور پر حکومت پاکستان کے حوالے کر دیئے۔ جنہوں نے افواجِ پاکستان کے شانہ بشانہ

بھارتی حملہ آوروں کا مردانہ وار مقابلہ کیا اور شجاعت و جاں نثاری کے محیّر العقول کارنامے سرانجام دیئے۔ یہ حُر مجاہدین راجستان سیکٹر میں بھارتی افواج کو دھکیلتے ہوئے بھارتی علاقے میں داخل ہو گئے۔ اور کئی بھارتی قلعے فتح کر کے ان پر پاکستانی پرچم لہرا دیا۔ پھر ان بہادروں نے جنوب کے بھارتی علاقے میں پیش قدمی کرتے ہوئے بھارت کی اہم چوکی سوہارا کو بھی سَر کر لیا اور اس پر بھی پاکستان کا پرچم لہرا کر دم لیا۔ حُر مجاہدین نے متعدد معرکوں میں بھارتی تربیت یافتہ اور بہترین اسلحہ سے لیس حملہ آوروں کو اپنے تابڑ توڑ جوابی حملوں سے فرار پر مجبور کیا۔ اور ان کے ٹینکوں اور دیگر اسلحہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ جنگ کے دوران سید شاہ مردان شاہ پیر پاگارا ہفتم بذاتِ خود میدانِ جنگ میں حُر مجاہدین کی قیادت کرتے رہے۔ نیز

۱۹۷۰ء کی پاک بھارت جنگ کے دوران حُر مجاہدین نے پیر صاحب پاگارا ہفتم کی رہنمائی میں ملک کی حفاظت کے لیے شاندار جنگی خدمات سرانجام دیکر اپنی اسلام دوستی اور ملک و ملّت سے وفاداری کا لوہا منوا لیا تھا۔

اور دنیا پر یہ ثابت کر دیا تھا کہ وہ پاکستان کی ایک ایسی مضبوط قوت ہیں جو مملکت پاکستان اور اسلام کے دشمنوں کے لئے شمشیر برہنہ کا مقام رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب سنہ ۱۹۷۰ء کی جنگ میں مسٹر ذوالفقار علی بھٹو پاکستان دشمن سازش کے

تحت ملک کے دو ٹکڑے کر دینے میں کامیاب ہو کر برسر اقتدار آیا تو اس نے سب سے پہلے پیر صاحب پاگارا اور ان کی جماعت کو کچل دینے کا فیصلہ کیا۔ اس لئے کہ مسٹر بھٹو اس بچے کچھے پاکستان کو ایک کمیونسٹ ریاست بنا دینا چاہتا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ ملک میں سوشلسٹ نظام قائم کر کے خود اس ملک کا ڈکٹیٹر بن جائے۔ لیکن پیر صاحب پاگارا کی شمشیر برہنہ سے خائف تھا۔ وہ خوب جانتا تھا کہ یہی وہ طاقت تھی جس نے فرنگی سامراج کے خلاف مسلح بغاوت کر کے انگریزوں کو ناکوں چنے چبوا دیئے تھے۔

مسٹر بھٹو نے پیر صاحب پاگارا کے خلاف مختلف جھوٹے الزامات عائد کر کے مارشل لاء کے تحت سینکڑوں مقدمات قائم کر دیئے اور اس کے ساتھ ہی حر جماعت کو بدنام کرنے کی خاطر پیر صاحب پاگارا اور حر جماعت کے خلاف بیہودہ بے سروپا پروپیگنڈہ بھی شروع کر دیا تاکہ پیر صاحب پاگارا اور ان کی جماعت عوام کی تائید و حمایت سے محروم ہو جائے اور عیار بھٹو ان پر آسانی سے ہاتھ ڈال سکے۔

چونکہ علاقہ سندھ پیر صاحب پاگارا کی قوت کا مرکز تھا اس لئے مسٹر بھٹو نے سندھ کے ایک ابن الوقت وڈیرے جام صادق علی (ضلع سانگھڑ) کو صوبائی وزیر بنا کر پیر صاحب اور ان کی جماعت کو کچل دینے پر مامور کیا۔ اس شخص نے (جس پر پیر صاحب پاگارا کے بے حد احسانات بھی تھے) اپنے محسن پیر صاحب پاگارا کے خلاف دریدہ دہنی کی انتہا کر دی۔ اور

حُر جماعت کو ہراساں و پریشان کر دینے کی خاطر حکومت کے بَل پر ناقابل بیان مظالم ڈھانے شروع کر دیئے۔ اس نے سِوِل افسران کو ساتھ ملا کر بے گناہوں کو قید و بند کی صعوبتوں میں مبتلا کیا اور بیک وقت ضلع سانگھڑ کے چھ حُروں کو قتل کرایا۔ جن کو سانگھڑ تھانہ سے بیکر سٹھڑا اُوگیبال کی کا بھڑ موری پر شروع ماہ رمضان میں نہایت سفاکانہ انداز سے شہید کیا گیا۔ اُن کے نام یہ ہیں (۱) سید علی شبیر شاہ (۲) مُحراب فقیر سنجرانی (۳) جان محمد سنجرانی (۴) دادن فقیر واڈھو (۵) امیر علی سنجرانی (۶) حمزہ فقیر خاصخیلی

خلیفہ امین فقیر کو غائب کرا کر شہید کرایا۔ حُروں کی کھڑی فصلوں پر ٹریکٹر چلوا کر۔ انکی تیار فصلیں لٹوا کر۔ اور ان کے گھر بار اُجڑوا کر ظلم و ستم کی انتہا کر دی۔ حتیٰ کہ پیر صاحب پاگارا کے عقیدت مند اور حامی مہاجروں اور مقامی پنجابیوں کو بھی نہ چھوڑا گیا۔ انہیں بھی بے پناہ مظالم کا نشانہ بنایا گیا۔ جام صادق علی نے اپنی اس ناپاک مہم میں سینکڑوں بے گناہوں کو اغوا کرا کر موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔

جب ۱۹۷۲ء میں مسٹر بھٹو نے اپنی مذموم سازش کے تحت سندھ میں بڑی چالاکی ساتھ لسانی فسادات برپا کرائے اور جی ایم سید کی "جیے سندھ" پارٹی اور پیپلز پارٹی کے غنڈوں کو روپیہ اور اسلحہ دیکر ان سے مختلف مقامات کے مہاجروں اور پنجابیوں پر منظم حملے کرائے گئے تھے۔ تو اگرچہ یہ فسادات

سندھی اور غیر سندھی کے سوال پر کرائے گئے تھے۔ پیر صاحب پاگارا نے اپنی جماعت کو سختی کے ساتھ حکم دیا کہ ہر قیمت پر مہاجروں اور پنجابیوں کا تحفظ کیا جائے۔ چنانچہ حُر مجاہدین جیئے سندھ اور پیپلز پارٹی کے غنڈوں کے سامنے سینہ سپر ہو گئے تھے۔

اس کے باوجود مسٹر بھٹو نے کمال بیحیائی کے ساتھ لسانی فسادات کا ذمہ دار پیر صاحب پاگارا کو ٹھہرانے کی کوشش کی اس نے اپنی ایک تقریر میں یہاں تک جھوٹ بول دیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ حُر، مہاجروں اور پنجابیوں کے خلاف حملے کر رہے ہیں۔

دراصل بھٹو کا منصوبہ یہ تھا کہ یا تو پیر صاحب پاگارا "بھٹو ازم" کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیں۔ یا پھر اس کی ظالمانہ کارروائیوں سے مشتعل ہو کر بھٹو حکومت کے خلاف کوئی اقدام کر بیٹھیں تاکہ ان پر بغاوت کا الزام رکھ کر مارشل لا کے تحت فوجی کارروائی کر کے ان کو مفلوج کر دیا جائے۔

لیکن صد آفرین، اس مردِ حق پیر پاگارا کی فہم و فراست پر کہ انہوں نے بڑی دور اندیشی اور صبر و تحمل کے ساتھ بھٹو کی تمام تر چالبازیوں کو ناکام بنا کر چھوڑا۔ حالانکہ بھٹو حکومت کے ظلم و ستم سے تنگ ہو کر سرکردہ حُر رہنما پیر صاحب پاگارا کی خدمت میں بارہا اس خواہش کا اظہار کر چکے تھے۔ کہ وہ ان کو ان ظالموں کے خلاف کارروائی کرنے کی اجازت دے دیں۔ لاکھوں حُر مجاہدین، ان کے صرف ایک اشارے کے منتظر تھے۔ تاہم پیر صاحب پاگارا نے انتہائی قوتِ برداشت

کا مظاہرہ کیا اور سرفروش حُروں کو بے قابو نہ ہونے دیا۔ کیونکہ وہ ان کے اشارۂ ابرو کے تحت تھے۔ پیر صاحب پاگارا کی ذات ستودہ صفات اپنے وقت کی عظیم شخصیت ہیں جن کے خصوصی فیضان سے پاکستان ہی نہیں بلکہ دیگر ممالک کے اہل عقیدت و محبت بھی مستفیض ہو رہے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کا سایہ عالم اسلام پر ہمیشہ قائم رکھے، آمین

والحمد للہ علیٰ ذالک

والصلوٰۃ والسلام علیٰ

حبیبہ محمد والہ وصحبہ

اجمعین

